7

سب سے اہم موضوع پر جامع آگاہی

توحید کا جامع تصور

راہِ فلاح میں حائل سب سے بڑی گھاٹی

اوّلین فرصت میں فوری آگاہی کی اشد ضرورت

ابوعبداللہ

(سب سے اہم موضوع پر جامع آگاہی)

تحریر نمبر:7

توحید کا جامع تصور

(راہِ فلاح کی تیسری بڑی گھاٹی)

(اولین فرصت میں فوری آگاہی کی اشد ضرورت)

ابو عبداللہ

(جملہ حقوق بحق مولف محفوظ ہیں)

نام کتاب: توحید کا جامع تصور

تالیف: ابوعبداللہ

اشاعت اول: 2022، (۱۴۴۳ھ)

ہمارا عزم

(۱)۔فرقہ واریت اور تعصب و تنگ نظری سے چھٹکارہ ، (۲)۔اخلاص و سچائی کی ترویج، (۳)۔ قرآن و سنت کے پختہ دلائل کو بنیاد بنانا،(۴)سلف کے فہم سے استفادہ کرنا،(۵)۔احتیاط اور ذمہ داری کو ملحوظ رکھنا،(۶)۔اعتدال پر رہنا (۷)۔ہر پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے:’حق اور سچ کو من وعن واضح کرنا‘‘۔

نوٹ

(۱)۔دیانتداری سے کوشش تو پوری کی گئی ہے کہ سچائی کو واضح کیا جائے۔لیکن انسانی کاوش خطا سے پاک نہیں۔اسلئے اگر کہیں کوئی خطا ہوئی ہوگی تو وہ دانستہ نہیں، بلکہ سہواً ہی ہوئی ہوگی۔لہٰذا اگر کہیں کوئی کمی بیشی نظر آئے،کوئی بات قرآن وسنت سے عدم مطابقت پرنظر آئے تو ضرور مطلع فرمائیں ہم آپ کے بے حد ممنون ہوں گے۔اگر واقعتاً ایسا ہی ہوا تو انشاء اللہ ہم فوراً رجوع کریں گے۔اللہ ہم سب کا خاتمہ بالخیر فرمائے۔(آمین)

(۲)۔صالحین کا ادب واحترام ہم پر لازم ہے اور بالخصوص انبیاء علیہم السلام کی عزت وتوقیر ایمان کی شرط ہے۔لہٰذا تصانیف میں ہم نے الفاظ کے چناؤ میں ہر ممکن ادب واحترام (Ethics) کو ملحوظ رکھنے کی کوشش کی ہے۔لیکن شوشل میڈیا پر موجود مواد کو آسانی سے تبدیل کیا جاسکتا ہے۔لہٰذا اس ضمن میں ہمارے اس مواد میں کوئی بے ادبی پرمبنی قابل اعتراض الفاظ نظر آئیں،تو وہ یقیناً کسی نے ہماری تحریر میں تحریف کی ہوگی۔لہٰذا اس صورت حال میں ہم سے تصدیق کرنا ضروری ہے۔

☆ چونکہ اس مسودہ کی پروف ریڈنگ ابھی پوری طرح سے نہیں ہوسکی،لہٰذا الفاظی غلطیوں کیلئے پیشگی معذرت۔

انتساب!

ان سچے، مخلص، امانت دار، سلیم الفطرت لوگوں کے نام جن میں سچائی کو پانے کی شدید تڑپ اور پیاس ہے اور جو نورِ توحید سے آشنا ہونے کیلئے بے قرار ہیں۔

حمد و ثنا اس معبود برحق رب العالمین کی جسکے قبضہ و قدرت کی بدولت کائنات قائم و دائم اور رواں دواں ہے۔اور کروڑوں رحمتیں اور درود و سلام ہو اللہ کے پیارے حبیب جنابِ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، جنہوں نے مشکلات جھیل کر اللہ تک پہنچنے کی شفاف راہ فراہم کی۔

فہرست

☆ انتہائی قابل غور..6

☆ حق کی کاوش میں بطور نمونہ چند علماء حضرات سے ملاقات کی لسٹ..........7

☆ حق کی کاوش میں بطور نمونہ چند مشہور تصانیف سے استفادہ کی لسٹ.........8

☆ تحریر کا مقصد...9

☆ تحریر کا امتیازی وصف..12

باب ۱: انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا بنیادی مقصد!..........................14

باب۲: صراط مستقیم کا بنیادی وصف..28

باب۳: اکثریت نہ مانے گی..51

باب۴: توحید ہی صراط مستقیم کی تخصیص کیوں؟..............................59

باب۵: توحید کے یقینی نتائج وثمرات...66

باب ۶: توحید سے دوری کی ابلیسی چالیں......................................84

باب۷: توحید کی تفہیم..109

باب۸: توحید ربوبیت...112

باب۹: توحید الوہیت (انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا محور).......................123

باب۱۰ : کارساز کا ادراک..141

باب۱۱: مخلوقات کا دائرہ کار...146

باب۱۲ :توحید اسماء وصفات؟ 173

باب۱۳: عبادت؟ 180

باب۱۴: حقیقتِ توحید کے ضمن میں چند مغالطے.. 183

باب۱۵: خلاصہ۔نکات.. 207

☆ قرآنی احکامات کے متعلق ایک بڑی غلط فہمی.. 214

☆ جلدی کریں.. 218

☆ ہماری اہم تحاریر.. 219

☆ ہماری دعوت.. 220

انتہائی قابلِ غور!

تعصب وتنگ نظری اورفرقہ واریت کی انتہائی خطرناک بیماری کی موجودگی میں حق بات کو جاننا اور ماننا انتہائی مشکل بلکہ پہاڑ سر کرنے سے بھی دشوار ہوتا ہے۔اس خطرناک مرض کی بنا پر مکار ابلیس کو بے شمار چالوں کے ذریعے انسان کو قابو کرنے کا موقع مل جاتا ہے جو انسان کے قبولیتِ حق کی راہ میں حائل ہو کر اسکی منزل کھوٹی کردیتی ہیں۔ان حالات میں انسان سچائی کو جاننے اور ماننے کیلئے آمادہ ہی نہیں ہو پاتا بلکہ اپنے ذہن و مسلک کے خلاف حق بات سے آگاہی سے شدید ناگواری محسوس کرتا ہے اور سچائی کی طرف رہنمائی کرنے والوں کا دشمن بن جاتا ہے۔

لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے ہاتھ میں یہ تحریر ''امت مسلمہ کا اخلاقی زوال'' آپ کیلئے مفید ہوسکے، سچائی پر مبنی اس تحریر کے حقائق آپکی سمجھ میں آجائیں اور انہیں تسلیم کرنے کی توفیق آپ کو نصیب ہوجائے۔تو اس تحریر کے مطالعہ سے قبل ہماری مختصر تحریر ''**ھدایت**'' کا مطالعہ ضرور کرلیں تاکہ حق بات جاننے اور تسلیم کرنے کی راہ میں حائل مکار ابلیس کی چالیں آپ واضح ہوجائیں۔

ڈگری کی رکاوٹ

مذکورہ تحریر ''ہدایت'' میں راہِ ہدایت میں حائل بے شمار رکاوٹوں میں سے ایک رکاوٹ یعنی دین پر بات کرنے کیلئے کسی مدرسہ سے سند یافتہ ہونا ضروری ہے،اس پر چند ضروری باتیں سمجھ لیں:

تحصیل علم کیلئے باقاعدہ کورسز کی افادیت سے تو انکار نہیں۔تحصیل علم میں جتنا زیادہ وقت دیا جائے،اسی قدر علم میں اضافہ ہوگا۔لیکن مقصد، علم ہے نہ کہ ڈگری۔دین کا علم سیکھنے کیلئے ڈگری شرط نہیں۔ڈگری کے بغیر بھی مختلف ذرائع (قرآن وسنت، استاد، تقاریر وتحاریر، شروح) سے علم سیکھا جاسکتا ہے، جیسا کہ ہمارے اسلاف (ائمہ ومحدثینؒ) نے سیکھا۔اگر فرقہ واریت کی جگہ اسلام ترجیح ہوتو مدارس کی ڈگریاں مفید ثابت ہوں۔لیکن مدارس سے اپنے فرقے کے علاوہ باقیوں کی نفی کی ڈگری سے، کس خیر کی امید کی جاسکتی ہے؟ کس کی ڈگری مانیں گے اور کس کی نہیں؟ ہر کوئی اپنے فرقہ کی ڈگری کو عین حق، جبکہ باقی سب کی ڈگریوں کی نفی، بلکہ اپنے سوا باقیوں کو گمراہ قرار دیتا ہے۔حالانکہ سب صرف ونحو کی پیچیدگیوں سمیت قرآن، حدیث، فقہ، منطق...... سیکھ کر فارغ ہوتے ہیں۔

یادرکھیں! حقیقی علم صرف اسے ہی نصیب ہوگا، جو مخلص ہوگا۔جس کا مقصد نہ فرقے، نہ دولت، نہ عزت نہ شہرت ہوگی، بلکہ اللہ کی رضا اور اسلام مقصود ہوگا۔

﴾حق کی کاوش میں: بطور نمونہ چند علماء حضرات سے ملاقات کی لسٹ﴿

نمبر شمار	عالم کا نام	مکتبۂ فکر	تاریخ
1	پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری صاحب	اہلسنت (بریلوی)	95,96,98, 2001
2	مولانا محمد الیاس قادری صاحب	اہلسنت (بریلوی)	10-10-1999, Aug-2000
3	پروفیسر احمد رفیق اختر صاحب	اہلسنت	2003, 2004
4	پیر محمد زاہد صاحب	اہلسنت (بریلوی)	2006, 2007
5	مفتی محمد علیم الدین صاحب	اہلسنت (بریلوی)	16-12-2006
6	مفتی منیب الرحمٰن صاحب	اہلسنت (بریلوی)	22-03-2007
7	علامہ غلام رسول سعیدی صاحب	اہلسنت (بریلوی)	22-03-2007
8	ڈاکٹر اسرار احمد صاحب	اہلسنت (داعی تحریک خلافت)	2007،2008
9	پیر نصیر الدین نصیر صاحب	اہلسنت (بریلوی)	3-08-2007
10	مفتی محمد طیب صاحب	اہلسنت (دیوبندی)	Aug. 2007
11	مولانا جمشید صاحب	اہلسنت (دیوبندی)	Nov. 2007
12	مفتی انصر باجوہ صاحب	اہلسنت (دیوبندی)	2008
13	انجینئر آصف قادری صاحب	اہلسنت (بریلوی)	25-01-2008
14	مولانا مظہر اللہ غلام قمر سیالوی صاحب	اہلسنت (بریلوی)	Mar. 2008
15	علامہ ڈاکٹر عبد الرحمٰن حفیظ صاحب	اہلسنت (اہلحدیث)	2008
16	علامہ حافظ زبیر علی زئی صاحبؒ	اہلسنت (اہلحدیث)	May 2008
17	ڈاکٹر فضل الٰہی صاحب	اہلسنت (اہلحدیث)	Feb. 2009
18	علامہ ڈاکٹر محمد ادریس زبیر صاحب	اسلام (قرآن وسنت)	2010
19	پروفیسر خلیل الرحمٰن چشتی صاحب	اہلسنت (جماعت اسلامی)	2011
20	جناب ثاقب اکبر صاحب	اہل تشیع	2012
21	مولانا اسحاق صاحب	اسلام (اتحاد امہ)	2012
22	ابو یحیٰی صاحب	اسلام	2017
23	جاوید احمد غامدی صاحب	اسلام	2017

﴿حق کی کاوش میں: بطور نمونہ چند مشہور تصانیف سے استفادہ کی لسٹ﴾

کتاب کا نام	مصنف کا نام	کتاب کا نام	مصنف کا نام
1۔تفاسیر قرآنی	قریباً ہر مکتبۂ فکر کی	2۔شرح کتب احادیث	مختلف مکاتبِ فکر کی
3۔جاء الحق	مفتی احمد یار خان نعیمیؒ صاحب	4۔شرح صحیح مسلم /تبیان القرآن	غلام رسول سعیدی صاحب
5۔تفہیم البخاری	غلام رسول سعیدی صاحب	6۔جملہ تصانیف	ڈاکٹر فرحت ہاشمی صاحبہ
7۔تلاش حق	نجم مصطفائی صاحب	8۔مزاراتِ اولیاء سے توسل	شاہ تراب الحق قادری صاحب
9۔غیر اللہ سے مدد مانگنا کیسا؟	مفتی اکمل قادری صاحب	10۔ توحید اور شرک	علامہ سعید احمد کاظمی صاحب
11۔حیات النبی، مسئلہ استغاثہ، الانتباہ للخوارج والحروراء	پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری صاحب	12 ۔بزرگوں کے عقیدے	مفتی جلال الدین احمد امجدی صاحب
13۔میٹھی میٹھی سنتیں اور دعوت اسلامی	ابو کلیم محمد صدیق صاحب	14۔توحیدِ خالص	الشیخ ابو محمد بدیع الدین راشدی صاحب
15۔الفتح الربانی، فتوح الغیب	پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانیؒ صاحب	16۔جملہ تصانیف	امام محمد غزالیؒ صاحب
17۔کشف المحجوب	سید بن علی عثمان ہجویریؒ صاحب	18۔رسالہ قشیریہ	امام ابو القاسم قشیریؒ صاحب
19۔جملہ تصانیف	علامہ پیر سید نصیر الدین نصیرؒ صاحب	20۔جملہ تصانیف	پروفیسر خلیل الرحمٰن چشتی صاحب
21۔مقالات، رسائل الحدیث	حافظ زبیر علی زئی صاحب	22۔شرک کیا ہے؟	محمد عطاء اللہ بندیالوی صاحب
23۔جملہ تصانیف متعلقہ شرک	علمائے عرب	24۔جملہ تصانیف	پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی صاحب
25۔حجۃ اللہ البالغہ	شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ صاحب	26۔شرک کے چور دروازے	حافظ محمد محمود الحضری صاحب
27۔کلمہ گو مشرک	ابو الحسن مبشر ربانی صاحب	28۔فضائل اعمال	شیخ زکریا سہارنپوری صاحبؒ
29۔اختلاف اُمت اور صراط مستقیم	مولانا یوسف لدھیانوی صاحبؒ	30۔دین میں تقلید کا مسئلہ	حافظ زبیر علی زئی صاحب
31۔مکتوبات	حضرت مجدد الف ثانی صاحبؒ	32۔حقیقت التقلید	ابو محمد امین اللہ الپشاوری صاحب
33۔حقیقت شرک	مولانا امین احسن اصلاحی صاحب	34۔صراط مستقیم وعقیدہ مسلم	سید سیف الرحمٰن، روشن صاحب
35۔تلبیس ابلیس	علامہ ابن جوزی صاحب	36۔شرک کی حقیقت	نور الحسن شاہ بخاری صاحب
36۔شیعت کا مقدمہ	حسن الامینی صاحب	37۔پھر میں ہدایت پا گیا	ڈاکٹر تجانی سماوی صاحب
38۔المراجعات 39۔آئینِ وہابیت	عبد الحسین شرف الدین موسوی صاحب استاد جعفر سبحانی	40۔پاکستان کے دینی مسالک 41۔امت اسلامیہ کی شیرازہ بندی	جناب ثاقب اکبر صاحبؒ
42۔سیرۃ النعمان	علامہ شبلی نعمانی صاحبؒ	43۔امام اعظم اور علم الحدیث	مولانا محمد علی صدیقی کاندھلویؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيدالانبياء والمرسلين و على آله وصحبه اجمعين اما بعد!

تحریر کا مقصد

زمانہ آنحضور ﷺ کے دور مبارک سے جس قدر دور ہوتا چلا جائے گا اُسی قدر حق کے راستے سے لوگ دور ہوتے جائیں گے۔حق و باطل کی آمیزش بڑھتی جائے گی۔آنحضور ﷺ نے اسی قسم کی صورت حال کی عکاسی خود فرمائی، چنانچہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((خير امتى قرنى، ثم الذين يلونهم ، ثم الذين يلونهم ، ثم ان بعدهم قوم يشهدون ولا ستشهدون، و يخونون ولا يوتمنون، و ينذرون، ولا يفون، و يظهر فيهم السمن))

(صحیح بخاری ''کتاب الفضائل الصحابہ'' رقم: 3650 ، صحیح مسلم رقم:6475)

''میری امت کا سب سے بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے (یعنی صحابہ کا)، پھران لوگوں کا جوان کے بعد آئیں گے (تابعین)، پھر وہ جوان کے بعد آئیں گے (تبع تابعین)، پھران کے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو گواہی طلب کیے بغیر گواہی دیں گے، وہ خیانت کریں گے اور ان پر اعتماد نہیں کیا جائے گا وہ نذر مانیں گے لیکن پوری نہیں کریں گے، اوران میں موٹا پا عام ہوجائے گا''۔

ہم آنحضور ﷺ کے دور مبارک سے بہت دور ہیں اور قیامت کے قریب ہیں۔اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو ہم مخبر صادق ﷺ کی پیشین گوئی کے مصداق بن چکے ہیں۔دین میں خیانت ہوگئی ہے۔جو چیزیں خدا اور رسول ﷺ کے نزدیک انتہائی اہم تھیں وہ ہمارے نزدیک غیر اہم بن چکی ہیں اور جو چیزیں اللہ و رسول ﷺ کے نزدیک بہت زیادہ اہم نہیں تھیں وہ ہمارے دین کی پہچان اور اصل بنیاد بن چکی

ہیں۔تقویٰ و پرہیزگاری کا معیار بدل چکا ہے۔اللہ و رسول ﷺ کے نزدیک اصل دین کی بنیادیں کیا ہیں،اس حقیقت کوواضح کرنا اس تحریر کا اصل مقصد ہے تاوہ لوگ جوحق اور سچ کا راستہ اپنانا چاہیں ان کے لئے بات کو سمجھنا آسان ہوجائے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ سب لوگ اس پیشین گوئی کے مصداق بن چکے ہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ اکثریت کا حال ایسا ہی ہے۔خالق نے جن وانس کوتخلیق کر کے امتحان کیلئے دنیا میں بھیج دیا ہے۔دنیا گزر گاہ جبکہ آخرت جائے مقام اور منزل ہے۔اخروی فلاح انسان کا منطقی (Ultimate) ہدف یا ٹارگٹ (Goal) ہے۔کامیابی سے اس ہدف کو پا کر مراد تک پہنچنے کی راہ میں درج ذیل تین بنیادی گھاٹیاں کھڑی ہیں:

(1)۔ **آخرت** کے مقابلے میں **دنیا پرستی** (دنیوی اغراض وشہوات کا رسیا بننا)

(2)۔ **رسالت** کے مقابلے میں **آبا پرستی /شخصیت پرستی** (یعنی مسالک، فرقے......،علماءواکابرین......... کی اندھادھند غیر مشروط تقلید)

(3)۔ **توحید** کے مقابلے میں **شرک**

منزل کی راہ میں حائل بنیادی گھاٹیاں یہی تین ہیں۔دیگر تمام گھاٹیاں انہیں تین بنیادی گھاٹیوں کے تحت پیدا ہوتی ہیں۔ان تین عظیم حقائق (آخرت ،رسالت اور توحید) کوٹھیک ٹھیک سمجھ کر زندگی میں لانے والے خوش نصیب تو انشاءاللہ مراد کو پہنچ جائیں گے جبکہ ان تین مظبوط بنیادوں سے غفلت برتنے والے شاید منزل کو نہ پاسکیں۔ابلیس بڑا مکار ہے،وہ ہر شخص کے مطابق داؤ لگائے گا۔کسی کو ایک میں گرائے گا کسی کو دو میں اور کسی کو تینوں میں۔منزل تک رسائی کیلئے تو ان تینوں کو عبور کرنا ہوگا۔ان میں سے کسی ایک کو بھی نظرانداز کریں گے تو کام نہ بنے گا۔

دوسری اور تیسری گھاٹی کو سمجھنا مشکل کام ہے جبکہ ان پر عمل پیرا ہونا آسان۔اسکے برعکس پہلی گھاٹی یعنی دنیا پرستی کو سمجھنا تو آسان ہے لیکن اس پر عمل پیرا ہونا بہت مشکل کام ہے۔اکثریت تو پہلی گھاٹی کو سر کرنے میں ہی ناکام ہوجائے گی۔وہ چند لوگ جو دنیا پرستی کی پہلی گھاٹی کو عبور کر کے دین کی طرف پیش قدمی کریں گے،انہیں فلاح تک رسائی کیلئے دوسری اور پھر تیسری گھاٹی کو عبور کرنا ہے۔

دوسری یعنی رسالت کی گھاٹی کو عبور کرنے والے ہی حقیقت میں تیسری گھاٹی یعنی توحید کے مقابلے میں شرک کو پار کرنے کے قابل ہوں گے۔ دوسری گھاٹی میں فیل ہونے والے رسولوں کے اصل دین سے ہٹ کر آباپرستی اور فرقہ واریت کی بھینٹ چڑھ کر اصل دین سے ہٹ جائیں گے۔

اس تحریر میں فرقہ واریت اور تعصب و تنگ نظری سے بالاتر ہو کر تیسری بڑی گھاٹی یعنی ''توحید پر جامع رہنمائی دی گئی ہے جو انشاءاللہ توحید کی حقیقت تک رسائی کے ذریعے شکستہ قلوب کو قلب سلیم کی عظیم سعادت سے مالا مال کر کے بھولے ہوؤں کو اپنے خالق و مالک کے ساتھ حقیقی معنوں میں مظبوط بنیادوں پر جوڑنے کا باعث بنے گی۔

یہ تین گھاٹیاں درج ذیل الگ الگ کتابوں میں بیان کی جائیں گی:

''راہِ فلاح کی پہلی گھاٹی (دنیا پرستی)، ''رسالت کا حقیقی تصور (دوسری گھاٹی)''، ''توحید کا جامع تصور'' اور ''ظلم عظیم پر جامع رہنمائی'' تیسری گھاٹی۔

تینوں سعادتوں کا باہمی ربط

ان تینوں سعادتوں (توحید، رسالت اور آخرت) کا باہمی ربط کچھ یوں ہے کہ:

دنیا کی زندگی میں جن و انس سے بنیادی مقصود یہ ہے کہ وہ اللہ کے علاوہ کسی اور کو معبود نہ بنائیں یعنی کسی اور کی عبادت نہ کریں، کسی اور کو الوہیت کے منصب پر فائز نہ کریں۔ اپنی اغراض و شہوات کو قابو کرتے ہوئے اللہ کو راضی کر کے اللہ کے عظیم انعام و اکرام یعنی جنت میں داخل ہو جائیں۔ منزل تک رسائی کیلئے رسالت بمثل مینارہ نور ہے جو ان دونوں مقاصد (توحید اور آخرت) کے حصول کیلئے شفاف روشنی مہیا کرتی ہے۔

ابلیس کی انسان دشمنی

ابلیس کو ہماری نجات کسی صورت گوارہ نہیں۔ اسلیئے جو کوئی بھی ان تینوں سعادتوں (توحید، رسالت اور مرغوبات نفس کے قابو) پر چل کر تینوں گھاٹیوں (شرک، آباپرستی اور دنیا پرستی) کو عبور کرنے کا ارادہ

کرے گا، ابلیس اسکی راہ کھوٹی کرنے پر کمر بستہ ہوجائے گا۔ اسکے بہت سارے حربوں میں سے ایک زوردار حربہ یہ ہوگا کہ وہ ان گھاٹیوں کو عبور کرنے پر کمر بستہ خوش نصیبوں کو لوگوں سے بُرا بھلا کہلوائے گا۔ بالخصوص اللہ کی توحید تو اس ظالم کو کسی صورت گوارہ نہیں کیونکہ بروز قیامت ہر گناہ سے معافی کی گنجائش موجود ہے لیکن شرک کے معاملے میں کوئی گنجائش نہیں۔ اسلئے ظالم ابلیس توحید پر تو کسی صورت نہیں آنے دے گا۔ توحید سے دور کرنے اور شرک کی دلدل میں گرانے کیلئے تو اس سے جو ہوسکتا ہے وہ کرے گا۔ انتہائی مظبوط چالوں کے ذریعے بڑی آسانی سے انسانیت کو اچک لے گا۔

تحریر کا امتیازی وصف

توحید کے فہم کو اجاگر کرنے کیلئے ہر زمانے میں لوگ اپنی کاوش کرتے رہے ہیں اور اس پر بہت سی تحاریر موجود ہیں۔ لیکن لوگ عموماً چونکہ اپنے اپنے ہی مکاتب فکر سے آگاہ ہوتے ہیں۔ اسلئے دوسرے گروہوں کے دلائل سے کم واقفیت کی بنا پر بات پوری طرح سے واضح نہیں ہو پاتی اور بہت سارے سوالات حل ہوئے بغیر رہ جاتے ہیں۔ لہٰذا گروہ بندی سے بالاتر ہوکر دیگر گروہوں کے موازنے (Comparative Study) کی بنا پر بات کو ہر زاویے سے واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ فہم میں تشنگی نہ رہے اور بات کے تمام پہلو سامنے آجائیں۔

دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ توحید و شرک میں محض فتویٰ بازی اور سطحی معلومات کی بجائے توحید کے جامع تصور کے ذریعے توحید کی اصل روح کو اجاگر کیا جائے تاکہ توحید کا یہ نور ہماری عملی زندگی پر اپنے نورانی نتائج کے ذریعے دنیا و آخرت کی حقیقی فلاح کا ضامن ہوسکے۔

بچیں گے وہی جو مخلصین ہوں گے۔ جو تعلیمات وحی کے ساتھ چمٹ جائیں گے۔ اپنے خود ساختہ ذہن، مسالک، فرقے، علماء و اکابرین...... کی آبیاری کیلئے غلط تاویل و تحریف کے ذریعے قرآنی احکامات کے ساتھ پنجہ آزمائی نہیں کریں گے، بلکہ سچائی کو من و عن سمجھ کر تسلیم کرلیں گے۔ اللہ ہمیں اس عظیم سعادت سے بہرہ مند فرمائے۔ (آمین)

آیات کی تفسیر

اس کتاب میں موجود آیات کے فہم اور تفسیر کیلئے درج ذیل اسلوب اختیار کیا گیا ہے:

(۱)۔ اللہ کی رضا اور دوزخ کی آگ سے بچنے کیلئے، اخلاص کے ساتھ یہ کوشش کی گئی ہے کہ جو بات بیان کرنا اللہ تعالیٰ کی منشاء ہے، اسکا فہم حاصل کرتے ہوئے اسے من وعن بیان کیا جائے۔ اکثر آیات کا فہم اسکے اپنے ہی ترجمے سے یا دیگر آیات کی روشنی میں واضح ہو جاتا ہے۔

(۲)۔ اسکے بعد صحیح بخاری اور جامع ترمذی میں قرآن کی تفسیر کے ضمن میں موجود ابواب التفسیر سے (صحیح روایات کی بنیاد پر) فرامین رسول ﷺ وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار کو دیکھا گیا ہے۔

(۳)۔ اسکے باوجود بھی بہت سے مفسرین سے استفادہ کیا گیا ہے لیکن قارئین کی تسلی کیلئے جہاں کہیں مفسرین کی رائے کی ضرورت محسوس ہوئی تو اسکے لئے اختصار کی خاطر صرف تفسیر ابن کثیر سے حوالہ دیا گیا ہے۔

انسان خطا سے پاک تو نہیں، بعض مقامات پر ابن کثیرؒ کو بھی خطا (فہم یا ضعیف روایات کی نقل میں) لگی ہے، لیکن ابنِ کثیر متقی، سچے اور مخلص اہل علم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں قرآن کے ساتھ پنجہ آزمائی سے بچایا جو اکثر مفسرین نے اپنے اپنے خود ساختہ، پیدائشی، پسندیدہ، اکابرین و مسالک کے نظریات کو بچانے کیلئے کیا، جسکا تذکرہ علامہ اقبال رحمہ اللہ نے یوں کیا۔

احکام تیرے حق ہیں مگر اپنے مفسر تاویل سے بنا سکتے ہیں قرآن کو پازند

بہر کیف اللہ و رسول ﷺ کے علاوہ کسی کی بات بھی حرف آخر نہیں، حرف آخر تو قرآن کی اپنی بات ہے، اسی کا فہم حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ اللہ کی منشاء کیا ہے۔ مسلمانی یہی ہے کہ اخلاص کے ساتھ اللہ کی منشاء سمجھ کر من وعن تسلیم کرنا نہ کہ اپنے مسلک و اکابرین کی خاطر قرآن کے منہ میں لقمہ ڈالنا۔

ہوئے کس قدر بے توفیق پاسبانِ حرم خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

(علامہ اقبالؒ)

ایسا طرز عمل اللہ کو ماننے کی بجائے خود خدا بننے کے مترادف ہے۔ اللہ ہمیں آگ سے بچائے۔ (آمین)

باب ا

انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا بنیادی مقصد!

جن وانس کو کیوں تخلیق کیا گیا؟ قرآن نے بالکل واضح انداز میں اسکا جواب دیا ہے، جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں چھوڑی:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ (سورۃ الذاریٰت: 51، آیت: 56)

''اور نہیں ہے جنوں اور انسانوں کو پیدا کرنے کا مقصد سوائے اسکے (کوئی اور) کہ وہ میری بندگی کریں۔''

یعنی ہمیں پیدا کر کے دنیا میں صرف اسلئے بھیجا گیا ہے کہ ہم اللہ کی عبادت کریں۔ گویا تخلیق کی غایت اللہ نے اپنی عبادت قرار دی ہے۔ اور انداز اتنا واضح اختیار کیا گیا ہے کہ اسکے علاوہ کوئی اور مقصد نکالا نہ جا سکے۔ افسوس کہ اسکے باوجود بھی ضعیف وموضوع روایات کی بنا پر قرآن کے بیان کے خلاف لوگوں نے غایت تخلیق کے کیا کیا معنی بیان کئے ہیں۔ حالانکہ آپ ﷺ نے اس خطرے کی تنبیہ پہلے سے فرما دی تھی:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولُ اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

'' آخری دور میں فریب کار جھوٹے لوگ ہوں گے، وہ تمہارے پاس ایسی احادیث لائیں گے جو نہ تم نے سنی ہوں گی نہ تمہارے آباء نے، پس اپنے آپ کو ان سے اور انہیں اپنے آپ سے دور رکھیو تا کہ وہ تمہیں گمراہی اور فتنے میں مبتلا نہ کر دیں۔'' (مُسلم

"المقدمہ" رقم:16)

تو جس کو قرآن کے واضح بیان پر یقین نہ آئے اسے اپنے ایمان کی بابت ڈرنا چاہیئے۔

یہ تو ہے انسان کی تخلیق کا مقصد۔اب ہم دیکھتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا بنیادی مقصد کیا ہے۔؟

پروردگار نے تمام انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا بنیادی مقصد یوں بیان فرمایا:

﴿وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾

(سورۃ النحل: آیت۔36)

"اور تحقیق ہم نے ہر اُمت میں رسول مبعوث فرمایا (اس مقصد کے تحت) کہ صرف اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو"۔

قرآن کے بیان سے بلا شک وشبہ یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ بعثت انبیاء علیہم السلام کا بنیادی مقصد (۱)۔لوگوں کو اللہ کی بندگی یعنی توحید عبودیت (الوہیت) پر لانا اور (۲)۔طاغوت کی پیروی سے بچانا ہے۔

طاغوت: ہر وہ شے بشمول جن وانس، جمادات، شیاطین جو شیطان کی پوجا پر مائل کرے اور اللہ و رسول ﷺ کی راہ کی مخالفت پر اکسائے وہ طاغوت ہے۔ہر وہ شخص یا گروہ یا ادارہ جس نے اللہ کے مقابلہ میں سرکشی اختیار کی ہو طاغوت کہلاتا ہے۔طاغوت انسان کی اپنی خواہش نفس بھی ہوسکتی ہے، شیطان اور دیگر مخلوقات بھی۔

امام الانبیاء ﷺ کی بعثت کے مقصد کو تخصیص کے ساتھ یوں واضح کیا گیا:

﴿هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ ۝﴾ (سورۃ الصّف، آیت۔9)

''وہی اللہ ہے جس نے مبعوث فرمایا اپنے رسول کو ہدایت (قرآن) اور دین حق (اسلام) کے ساتھ تا کہ اسے تمام ادیان پر غالب کردے، خواہ شرک کرنے والوں پر یہ ناگوار ہی گزرے۔''

یعنی جو دین آپ ﷺ کو دیا گیا اس کی براہ راست زَد مشرکین پر آئے گی اسلئے کہ آپ ﷺ کے دین کا بنیادی وصف ردِشرک اور اثباتِ توحید ہی ہے۔ چنانچہ آنحضور ﷺ سمیت دیگر تمام انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا بنیادی حدف اور مرکز ومحور شرک کی تردید اور توحید کی ترویج ہی رہی۔ اللہ کی کتاب سے انبیاء علیہم السلام کی دعوت کے بنیادی ہدف کو ملاحظہ کر کے ایمان کی تازگی حاصل کریں:

امام الانبیاء ﷺ کی دعوت کا محور

آپ ﷺ کی دعوت کا مرکز ومحور بھی توحید ہی تھی جسے بڑے واضح انداز میں یوں بیان کیا گیا:

﴿قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَ لَآ اُشْرِکَ بِهٖ اِلَیْهِ اَدْعُوْا وَ اِلَیْهِ مَاٰبِ ۝﴾

(سورۃ الرعد، آیت:36)

''فرمادیجئے مجھے تو صرف اللہ کی بندگی کا حکم دیا گیا ہے اور اس سے منع کیا گیا ہے کہ کسی کو اسکے ساتھ شریک ٹھراؤں اور اسی کی طرف میں دعوت دیتا ہوں اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔''

ایک آدمی نے آپ سے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ آپ کی دعوت کیا ہے؟ فرمایا:

﴿ادعو الی اللہ وحدہ الذی ان مسک ضر فدعوتہ کشف عنک والذی ان ضللت بارض قفر دعوتہ رد علیک والذی ان اصابتک سنۃ فدعوتہ أنبت علیک﴾ (مسند احمد، 64/5، صحیح الجامع الحدیث نمبر رقم:98)

''ایک اللہ کی طرف بلاتا ہوں، اگر تجھے تکلیف پہنچے اور تو اس (اللہ) کو پکارے تو وہی تیری تکلیف دور کردے گا، اگر ویران زمین میں گم ہو جائے اور تو اس کو بلائے تو واپس لا

دے گا، اگر تجھے قحط سالی پہنچے اور تو اس کو پکارے تو وہ تیرے لیے اُگائے گا۔''

فرمان مبارک کا ایک ایک لفظ وحدانیت کی دعوت کی عکاسی کر رہا ہے...........!

آپ ﷺ نے جب سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف (گورنر بنا کر) بھیجا تو فرمایا:

((فلیکن اول ماتدعو ھم الی ان یوحدوا اللہ تعالیٰ))

(بخاری ،التوحید،رقم:7372)

''پہلی چیز جس کی طرف تُو انکو دعوت دے وہ اللہ تعالیٰ کی توحید ہونی چاہیئے۔''

پیغمبرانہ سنت تو یہی تھی لیکن افسوس کہ آج ہماری دعوت میں دنیا جہاں کے موضوعات ہوتے ہیں لیکن توحید پر کم ہی بات ہوتی ہے............!

آپ ﷺ نے بادشاہ روم 'ھرقل' کو خط کے ذریعے درج ذیل طریقے سے دعوت توحید دی:

''.......اے اہل کتاب ایسے کلمے کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمھارے لئے یکساں ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھرائیں اور ہم میں سے کوئی دوسرے کو رب نہ بنائے اور اگر پھر جاؤ تو گواہ رہنا ہم مسلمان ہیں۔''

(بخاری، کتاب بدء الوحی)

کتنی پیاری دعوت ہے جس کی بنیاد توحید سے محبت کے ساتھ ساتھ شرک سے اجتناب پر مرکوز ہے۔

سرور دو عالم ﷺ کے آخری کلمات: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: آخری لمحات میں آپ ﷺ کے سامنے پانی کا ایک بڑا پیالہ تھا۔ آپ ﷺ بار بار اس پیالے میں ہاتھ (مبارک) ڈبوتے، پھر اپنے چہرے (مبارک) پر ہاتھ پھیرتے اور فرماتے:

((لا الہ الا اللہ ان للموت سکرات))

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں بے شک موت کے وقت شدت ہوتی ہے۔''

اور آخر وقت میں فرمایا:

((اللھم الرفیق الا علیٰ)). ''اے میرے اللہ! اعلیٰ ترین دوست۔''

اس حالت میں ادا کیے گئے الفاظ میں بھی توحید اور سب سے بڑھ کر اللہ سے محبت و وابستگی کا واضح اظہار ہوتا ہے، سبحان اللہ۔ کیا اب بھی کوئی شک باقی ہے۔؟

دیگر انبیاء علیہم السلام کی دعوت کی بنیاد

دیگر انبیاء علیہم السلام کی دعوت کی بنیاد کس چیز پر تھی؟ چند حقائق پیش خدمت ہیں تا کہ شک کا مکمل خاتمہ ہو اور صراط مستقیم کی پیروی آسان ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی پر نبی بھیجا اور انہیں ترجیحی بنیادوں پر ایک ہی بنیادی نقطے پر دعوت کا حکم دیا، اور وہ بنیادی نقطہ توحید الوہیت (عبودیت) تھا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت: آپ نے ان الفاظ میں دعوتِ توحید قوم کے سامنے پیش کی۔

﴿ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ﴾ (سورۃ الاعراف، آیت۔59)

''اے میری قوم کے لوگو، اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔''

حضرت ہود علیہ السلام کی دعوت: حضرت ہود علیہ السلام کی دعوت کا ذکر یوں آیا۔

﴿ وَ اِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ﴾

(سورۃ الاعراف، آیت:65)

''اور عاد کی طرف ہم نے انکے بھائی ہود کو بھیجا۔ اس نے کہا، اے برادران قوم! اللہ کی عبادت کرو اسکے سوا تمھارا کوئی الٰہ نہیں۔''

حضرت صالح علیہ السلام کی دعوت: حضرت صالح علیہ السلام کی دعوت کا تذکرہ یوں ہوا۔

﴿ وَ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ﴾ (سورۃ الاعراف۔73)

''اور قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا، اس نے کہا اے میری قوم کے لوگو،

اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ۔''

حضرت شعیب علیہ السلام کی دعوت: حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو یوں دعوت دی:

﴿ وَ اِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ﴾ (سورۃ الاعراف۔85)

''اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا انھوں نے فرمایا اے میری قوم کے لوگو، اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ۔''

حضرت یوسف علیہ السلام کی جیل میں دعوت: حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل میں قید ہوتے ہوئے بھی جونہی موقع ملا تو موقع کو غنیمت جانتے ہوئے دعوت توحید دی جسکا تذکرہ یوں کیا گیا:

﴿ یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَ اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ o مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴾ (سورہ یوسف:12 آیت:40)

''اے میرے جیل کے ساتھیو! بھلا کئی الگ الگ رب (آقا) اچھے یا ایک اللہ جو سب پر غالب ہو؟ اس (اللہ) کے سوا تم جن جن کی پوجا تم کر رہے ہو وہ تو (محض) نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں۔ اللہ نے ان کے لیے کوئی سند نازل نہیں فرمائی، حکم تو صرف اللہ ہی کا ہے، اس نے حکم دیا ہے کہ اسکے سوا کسی کی عبادت نہ کرو یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

ہمیں بھی چاہیے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کی سنت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے جب بھی کہیں بات کرنے کا موقع ملے تو دیگر موضوعات کے ساتھ ساتھ توحید و شرک پر بات ضرور ہونی چاہیے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت

﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّیۡ وَ رَبُّکُمۡ فَاعۡبُدُوۡهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِیۡمٌ﴾ (سورہ زخرف، آیت۔64)

"بلاشبہ اللہ ہی میرا اور تمہارا رب ہے، پس اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھی راہ ہے۔"

<u>تمام رسولوں علیہم السلام کی دعوت:</u> یہی بنیادی پیغام دے کر پروردگار نے اپنے تمام رسولوں علیہم السلام کو بھیجا جیسا کہ سورہ انبیاء میں ارشاد ہوا:

﴿ وَ مَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا نُوۡحِیۡۤ اِلَیۡهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدُوۡنِ﴾ (سورۃ الانبیاء، آیت:25)

"ہم نے آپ سے پہلے جو رسول بھی بھیجا ہے اسے یہی وحی کی ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس تم میری ہی بندگی کرو"

<u>ملت ابراہیمی سے بے رغبتی... بے وقوفی!</u>

ہر نبی کی کچھ امتیازی صفات ہوتی ہیں، سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا امتیازی وصف قرآن میں ہر نوع کے شرک سے سخت اجتناب اور اللہ کی طرف مکمل یکسوئی بیان ہوا ہے۔اسی امتیازی صفت کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے رسول ﷺ کو بھی انہیں کی ملت کی پیروی کا حکم دیا ہے:

﴿ ثُمَّ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّةَ اِبۡرٰهِیۡمَ حَنِیۡفًا وَ مَا کَانَ مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ٥﴾ (سورۃ النحل،123)

"پھر ہم نے وحی فرمائی (اے رسول) آپکی طرف کہ پیروی کر و ملت ابراہیم کی جو یکسو تھا (ایک اللہ کی طرف) اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا۔"

اللہ تعالیٰ نے اس ملت ابراہیمی سے منہ پھیرنے والے کو بے وقوف قرار دیا ہے:

﴿وَ مَنۡ یَّرۡغَبُ عَنۡ مِّلَّةِ اِبۡرٰهٖمَ اِلَّا مَنۡ سَفِهَ نَفۡسَهٗ﴾ (سورۃ البقرہ، آیت:130)

"ابراہیم کی ملت سے تو وہی بے رغبتی کرے گا جو محض بے وقوف ہو۔"

یوں پروردگار نے بڑے سخت انداز میں یہ بات واضح فرمادی ہے کہ کوئی عقل مند شخص شرک سے

اجتناب اور توحید و یکسوئی کی راہ کو اپنانے سے نہیں رہ سکتا، اگر کوئی ایسا کرے گا تو وہ بے وقوف ہوگا۔ کیا اب بھی ہمارے دل میں شرک سے نفرت اور توحید سے محبت اور ٹھیک صراط مستقیم پر آنے کی خواہش پیدا نہیں ہوگی........؟

یہ ہے اللہ کا فضل!

سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے آباؤ اجداد کا دین جو شرک سے بیزاری اور توحید سے گہری وابستگی پر مبنی تھا، اس پر بطور فخر یہ اعلان فرمایا کہ ایسا توحیدی دین نصیب ہو جانا، درحقیقت اللہ کا فضل ہے جس خوش نصیب کو یہ نصیب ہو جائے:

﴿وَ اتَّبَعۡتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیۡۤ اِبۡرٰهِیۡمَ وَ اِسۡحٰقَ وَ یَعۡقُوۡبَ ؕ مَا كَانَ لَنَاۤ اَنۡ نُّشۡرِكَ بِاللّٰهِ مِنۡ شَیۡءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنۡ فَضۡلِ اللّٰهِ عَلَیۡنَا وَ عَلَی النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا یَشۡكُرُوۡنَ ۝﴾ (سورہ یوسف:12 آیت:38)

”میں تو پیروی کرتا ہوں اپنے باپ دادا ابراہیم، اسحٰق اور یعقوب کے دین کی۔ ہمیں شایاں نہیں کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک بنائیں۔ یہ (یعنی شرک سے بیزاری اور توحید سے وابستگی و محبت) اللہ کا فضل ہے ہم پر بھی اور لوگوں پر بھی (جن کو اسکی توفیق نصیب ہو) لیکن اکثر لوگ شکر گزار نہیں (یعنی شرک سے متنفر نہیں اور توحید سے وابستہ نہیں)۔“

پس قابل رشک اور خوش نصیب وہی ہے جس کی رگ رگ میں توحید کی محبت اور شرک سے بیزاری رچ بس گئی ہو۔ یہ اللہ کا بڑا عظیم فضل و کرم ہے جس کسی پر بھی ہو جائے۔ اسکے لئے رنگ، شکل، تعلیم ...... کی قید نہیں۔ بس جس کسی کو بھی (پڑھے لکھے یا ان پڑھ کو) یہ بات سمجھ آجائے وہی درحقیقت خوش نصیب ہے۔

آپ ﷺ نے حالت امن اور حالت جنگ میں، سفر و حضر میں، بازار اور راستے میں، مسجد میں۔ غرضیکہ ہر مناسب وقت اور ہر مناسب جگہ میں دعوت توحید دیتے رہے۔ اپنے اعزہ و اقارب،

محبت کرنے والے، دشمنی رکھنے والے....... ہر قسم کے لوگوں کو تا حد استطاعت دعوت توحید کا پیغام پہنچایا۔ یہاں تک کہ اپنے آخری ایام میں مرض کی حالت میں بھی اسی دعوت کی فکر کی، جس پر کثرت سے نصوصِ (قرآن وسنت) گواہ ہیں۔

اس ضمن میں علمائے امت نے اپنی رائے کا اظہار یوں فرمایا:

☆ ''کوئی نبی بھی مبعوث نہیں کیا گیا مگر توحید کے ساتھ۔ تورات انجیل اور قرآن میں شریعتیں جدا جدا ہیں لیکن سب کی بنیاد اخلاص وتوحید پر ہے۔''

(امام قتادہؒ: تفسیر قرطبی: 280/11)

☆ ''رب تعالیٰ کی رحمت کا تقاضا تھا کہ اس نے رسولوں (علیہم السلام) کو اسلئے مبعوث فرمایا کہ وہ اللہ کی پہچان کروائیں، اسکی طرف بلائیں۔ دعوت قبول کرنے والوں کو بشارت دیں اور نہ ماننے والوں کو ڈرائیں اور اس (رب) نے انکی دعوت کی کنجی اور انکی رسالت کا خلاصہ معبود برحق کے اسماء وصفات اور افعال کے ساتھ شناسائی بنایا۔ کیونکہ خوف، امید، محبت، طاعت اور عبدیت، یہ ساری چیزیں جس ذات سے ڈرایا جائے، جس سے امید رکھی جائے، جس سے محبت کی جائے، اسکو پہچاننے کے بعد ہی وجود میں آتی ہیں۔''

(امام ابن قیمؒ: الصواعق عن المحر کۃ علی الجھمیہ والمعطلہ، ص۔ 61)

☆ '' تمام رسولوں کی کتابوں اور رسالتوں کا خلاصہ اور جڑ یہ تھی کہ: اس بات کا حکم دیا جائے، کہ بلا شرکت غیرے تنہاء اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے، اور اس حقیقت کو بیان کیا جائے کہ صرف وہی معبود حقیقی ہے، اور اسکے سوا کسی کی عبادت باطل ہے۔''

(شیخ سعدیؒ: تفسیر سعدی، ص۔ 521)

☆ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے نبی نوح (علیہ السلام) نے جس بات سے اپنی قوم کو دعوت دینے کا آغاز کیا، وہ یہ تھی کہ انہیں تنہا اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلایا، اور یہی بات آپ دیگر رسولوں جیسے: شعیب، صالح.... علیہم السلام کی دعوتوں میں دیکھیں گے۔ اور اس میں چنداں تعجب

کی بات نہیں، کیونکہ دعوتِ توحید ہر نبوت کی جڑ ہے۔حضرات انبیاء علیہم السلام نے اس کی خاطر اپنے زیادہ اوقات صرف کئے،اور اسی کیلئے اپنی جانوں اور روحوں کو خطرات میں ڈالا۔''(شیخ عدویؒ زیرتحت سورہ اعراف،آیت۔۵۹: دعوۃ الرسل:ص۔1)

مزید لکھتے ہیں:

''ان (انبیاء علیہم السلام) نے توحید کے ساتھ دعوت کا آغاز کیا، کیونکہ وہ عقیدہ کی جڑ اور دین کا رکن اعظم ہے.....''(دعوۃ الرسل:ص۔153)

لہٰذا اس حوالے سے غفلت وغیرسنجیدگی کا مظاہرہ تو صرف وہی کرسکتا ہے جو شیطان کے مظبوط دھوکے کی گرفت میں آچکا ہو۔افسوس کہ کلمہ لوگوں کی اکثریت اس بدترین فریب کا شکار ہوچکی ہے۔یہ لوگ کسی کے ساتھ نہیں صرف اپنے وجود کے ساتھ ظلم کر رہے ہیں،جسکی سمجھ بوقت موت ہی آئے گی۔اب تو الا ماشاءاللہ یہ بات نہیں سنتے لیکن بوقت موت روئیں گے، چلائیں گے، پچھتائیں گے۔

کیا اب بھی شک کی گنجائش باقی ہے؟

قرآن مجید کی تکرار سے انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی غایت اور انسان کی اصل خوش نصیبی (توحید سے وابستگی اور شرک سے بیزاری) سمجھ آجانے کے بعد کسی حقیقی اہل ایمان کو انشاءاللہ اب شیطان فریب نہیں دے سکے گا۔اس آگاہی پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے اپنے دیگر ساتھیوں کو بھی اس عظیم سعادت سے روشناس کرانے کا پختہ عہد کریں۔ان حقائق کے واضح ہوجانے کے بعد اب سوچنے والی بات یہی ہے کہ وہ لوگ جو دین کیلئے ان تھک محنت کر رہے ہیں، لیکن انکی دعوت اس بنیادی سعادت سے خالی ہے۔وہ کس کو خوش کر رہے ہیں، کس کی پیروی کر رہے ہیں.....؟

آئیں ان چند سانسوں کو غنیمت سمجھتے ہوئے اپنی تمام وابستگیاں اللہ و رسول ﷺ کے تابع کرتے ہوئے ''اللہ کی وحدانیت سے وارفتگی ومحبت اور شرک سے بیزاری ونفرت'' کو اپنی دعوت کا مرکزی

عنوان بنائیں تا کہ ہم رسولوں علیہم السلام کی سنت پر عمل پیرا ہو کر ہمیشہ کی زندگی میں کامیاب ہو جائیں۔ اللہ ہمیں اسکی بھرپور توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

انتہائی محتاط رویہ

انبیاء علیہم السلام نے نہ صرف توحید کی دعوت کو اولین ہدف بنایا بلکہ اس ضمن میں قول و عمل میں شدید احتیاط برتی اور کوئی ایسا کلمہ یا عمل جس میں شرک کا اندیشہ ہوتا اس کو برداشت نہ کیا۔ بطور رہنمائی ہمارے پیارے رسول ﷺ جو مخلوقات میں سب سے افضل ہیں ان سے چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱)۔ ''تم میری تعریف میں حد سے تجاوز نہ کرو، جیسا کہ نصاریٰ نے ابن مریم کے سلسلہ میں غلو سے کام لیا، میں اللہ جل جلالہ کا بندہ ہوں، اس لیے مجھے اللہ جل جلالہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔'' (صحیح بخاری:3445)

(۲)۔ اعلان نبوت سے قبل بھی آنحضور ﷺ شرک سے شدید نفرت رکھتے تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کر کے فرمایا:

''اللہ کی قسم میں کبھی لات کی عبادت نہیں کروں گا، اللہ کی قسم میں کبھی عزیٰ کی عبادت نہیں کروں گا۔'' (رواہ احمد، سندہ صحیح)

(۳)۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک شخص نے آپ ﷺ سے کہا:

''اے ہمارے سردار اور ہمارے سردار کے بیٹے اور اے ہم میں سب سے بہتر و افضل اور سب سے بہتر کے فرزند!'' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو! تم اس قسم کی بات کہہ سکتے ہو مگر کہیں شیطان تمہیں بہکا نہ دے، میں عبداللہ کا بیٹا محمد (ﷺ) ہوں اور اللہ جل جلالہ کا رسول ہوں، اللہ کی قسم میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ تم مجھے میرے اس مقام و مرتبہ سے بڑھا دو جس پر اللہ جل جلالہ نے مجھے فائز کیا ہے''۔ (مسند احمد:241/3)

(۴)۔ دست بستا قیام سے منع فرمایا: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رسولُ اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی شخص زیادہ محبوب نہ تھا اس کے باوجود وہ آپ ﷺ کو دیکھتے تو کھڑے نہ ہوتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپ ﷺ اسے ناپسند کرتے ہیں۔

(جامع ترمذی :2754)

(۵)۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں ایک دن ایک شخص نے سلسلۂ کلام آپ ﷺ سے کہہ دیا:

((مَا شَآء اللّٰهُ و شِئتَ)) ۔''جو اللہ چاہے اور جو آپ چاہیں۔''

آپ ﷺ نے فوراً اس سے منع فرمایا اور کہا: ((**اجعلتنی و الله عدلاً، بل ما شاء الله وحده**))۔''کیا تو نے مجھے اللہ کے برابر ٹھرا دیا بلکہ تم یہ کہو جو اکیلا اللہ چاہے۔''

(مُسند احمد:1742)

دیگر روایات کے مطابق آپ ﷺ نے یوں کہنے کی اجازت دی کہ ''جو اللہ چاہے (ثم) پھر جو آپ ﷺ چاہیں۔''یعنی (ثم) کے لفظ کے ساتھ شرک کے خطرے کو دور کر دیا۔

یہاں تکوینی امور میں شراکت کے پیش نظر آپ ﷺ نے سختی سے روک دیا۔سوچنے کی بات ہے کیا مخلوقات کیلئے غوث بلکہ غوث الاعظم ،لجپال، حاجت روا، اللہ نبی وارث، داتا، جانے یا علی، لے گیارہویں والے داناں تے ڈبی ہوئے تر جائے گی............؟ جیسے القابات کی گنجائش رہ جاتی ہے۔؟ کیا سب حدیں توڑ نہیں دی گئیں۔؟

(٦)۔''ایک بدوی نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں شکایت کی کہ: جانیں تلف ہوگئیں، بچے بھوک سے بلکنے لگے، مویشی مرنے لگے، آپ ہمارے اپنے رب سے بارش کی دعا فرمائیں۔ہم اللہ تعالیٰ کو آپ کے پاس اور آپ کو اللہ تعالیٰ کے حضور سفارشی کے طور پر پیش کرتے ہیں۔یہ الفاظ سنتے ہی آپ ﷺ نے بار بار سبحان اللہ، سبحان اللہ کہنا شروع کر دیا۔آپ ﷺ بدستور

سبحان اللہ کہتے رہے، یہاں تک کہ اس کا اثر صحابہؓ کے چہروں پر ظاہر ہونے لگا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''تجھ پر افسوس! کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ کیا ہے؟ اللہ کی شان اس سے کہیں بلند تر ہے کہ اسے کسی کے سامنے سفارشی کے طور پر پیش کیا جائے۔''

(ابوداؤد، کتاب السنۃ: 4726)

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے دوٹوک اعلان کروادیا کہ توحید وشرک کے معاملے میں کسی کے ساتھ کوئی سمجھوتہ نہیں کرنا:

﴿قُلْ يَاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝﴾ (سورۃ الکافرون)

''فرمادیجئے اے کافرو! میں نہیں عبات کرتا انکی جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ اور جس (اللہ) کی میں عبادت کرتا ہوں اسکی تم عبادت نہیں کرتے۔ اور میں پرستش کرنے والا نہیں ہوں انکی جن تم پرستش کرتے ہو اور تم اسکی بندگی کرنے والے معلوم نہیں ہوتے جسکی میں بندگی کرتا ہوں۔ تمھارے لئے تمھارا راستہ اور میرے لئے میرا راستہ۔''

لٰہذا دھوکے سے نکلیں۔ اپنے ساتھ ظلم نہ کریں۔ اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے بڑھ کر آپکا کوئی خیرخواہ نہیں۔ سب کو انکے تابع کرلیں بروز قیامت کوئی کام نہ آئے گا۔

اس ضمن میں مزید آگاہی کیلئے دیکھئے ہماری تحریر:

(ظلم عظیم پر جامع رہنمائی، باب ۳)

توحید میں اعتدال کی ضرورت

اکثریت تو توحید وشرک کے فہم اور شرک سے بچنے کے حوالے سے غفلت کا شکار ہوئی ہے جبکہ بعض نے شرک کی مذمت وتردید میں غلو بھی کیا ہے۔ اس ضمن میں احتیاط کرنی چاہیے، اعتدال پر رہتے

ہوئے، دلائل کی روشنی میں توحید وشرک کی وضاحت کرنی چاہیے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ نہ تو بندوں کو اللہ کی صفات کا حامل قرار دیا جائے اور نہ ہی بندوں کا مرتبہ و مقام جو اللہ نے انہیں دیا ہے،اس سے انہیں گرایا جائے۔دیانتداری اور ایمانداری یہی ہے کہ ہر ایک کو اسکا مقام اور حق دیا جائے۔اللہ عزوجل ہمیں اعتدال پر رہتے ہوئے سچائی اور اخلاص کے ساتھ حقیقی صراطِ مستقیم کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

۞۞۞۞۞

باب ۲

صراطِ مستقیم کا بنیادی وصف

صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے سے ہی دنیا و آخرت کی خوش نصیبی اور حقیقی نجات ممکن ہے۔اسی پر آنے سے اتحاد نصیب ہوگا اور فرقہ واریت سے نجات ملے گی ۔اسلئے یہ انتہائی ضروری ہے کہ ہم سمجھیں کہ اللہ اور رسول ﷺ کی نظر میں صراط مستقیم کی بنیاد کس چیز پر ہے؟ تاکہ الگ الگ پگڈنڈیوں کے مسافر بننے کے بجائے ہم ایک ہی شاہراہ جو ہمیں کامیاب منزل تک پہنچا دے اس پر چل سکیں۔

ہمارے خودساختہ صراطِ مستقیم اور پروردگار کی رہنمائی....!

امت مسلمہ افتراق کا شکار ہو کر مختلف خودساختہ طور طریقوں میں بٹ چکی ہے۔لوگوں نے اپنے اپنے ذہن کے مطابق صراط مستقیم کیلئے مختلف ترجیحات متعین کرتے ہوئے مختلف طریقوں کو صراط مستقیم قرار دے دیا ہے۔ایک گروہ کے نزدیک جو صراط مستقیم یا نجات کی راہ ہے وہ دوسرے کے نزدیک گمراہی کی راہ ہے......وغیرہ وغیرہ۔جو جس گروہ میں پیدا ہو جائے یا جس حلقہ اثر میں کوئی پروان چڑھے اسکے نزدیک وہی راہِ نجات یا صراطِ مستقیم ہوتا ہے۔

ہمارے خالق نے نسل انسانی کی ہدایت و گمراہی کی راہ کے تعین کی بنیاد کی بابت بڑی اہم خبر دی ،سیدنا آدم علیہ السلام کو زمین پر اترنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ ۝﴾ (سورہ طہٰ، آیت:123)

’’فرمایا تم دونوں یہاں سے اتر جاؤ، تم میں سے بعض بعض کے دشمن ہوں گے۔ جب

کبھی تمھارے پاس میری ہدایت (تعلیمات وحی) آجائے تو جو بھی میری اس ہدایت کی پیروی کرے گا تو وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ بدبخت ہوگا۔“

یعنی نسل انسانی میں سے جو لوگ بھی آسمان سے نازل ہونے والی ہدایت کو رہبر بنائیں گے صرف وہی گمراہی سے بچ سکیں گے اور صرف انہیں کے اچھے انجام کی گارنٹی دی گئی ہے، یعنی ہر ہر عقیدہ و عمل میں آسمانی ہدایت کو پختہ معیار بنانے والے ہی صراط مستقیم پر ہوں گے۔ اور کیوں نہ ہوں، قرآن مجید تو وہ راستہ بتلاتا ہے جو بالکل سیدھا ہے، جس میں ذرا بھر ٹیڑھ کا تصور نہیں کیا جا سکتا:

﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَ يُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا﴾ (سورۃ بنی اسرائیل، آیت:9)

”یقیناً یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو بالکل سیدھا ہے اور ایمان والوں کو جو نیک اعمال کریں اس بات کی خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے“

ٹیڑھ تو ہمارے ذہنوں میں ہے، اگر ہم اللہ تعالیٰ کی اس بات پر یقین کر لیں، عقائد کی بنیاد خود ساختہ نظریات کی بجائے اس کتاب پر رکھ لیں تو ہمارے اختلافات ختم ہو جائیں اور ہم صراط مستقیم پر گامزن ہو جائیں۔ ایسا تبھی ممکن ہوگا جب ہمارے اندر اخلاص ہوگا اور ہم اسے سمجھ کر پڑھیں گے۔

ہر کوئی نہ مانے گا!

یاد رکھیں! اللہ کی کتاب سے صراط مستقیم کے واضح ہو جانے کے باوجود بھی ہر کوئی اسے تسلیم نہیں کرے گا، صرف وہی خوش بخت اسے تسلیم کریں گے جو سلیم الفطرت ہوں گے، جو شیطان کی طرف سے سب سے بڑی رکاوٹ: خواہش نفس، پیدائشی مسلک و بزرگ اکابرین کو عبور کرتے ہوئے اللہ کی کتاب کے سامنے ان سب کو قربان کرنے کیلئے آمادہ ہوں گے۔

لیکن!

اللہ کی کتاب سے بات کے واضح ہو جانے کے بعد بھی اپنے پسندیدہ مسلک و بزرگ اکابرین کے

تحفظ میں اسے نہ ماننا اور قیل وقال کا راستہ اپنانا، بہت بڑی گمراہی ہے،اس طرزِ عمل کو اپناتے ہی انسان اللہ کے قانون کی زد میں آجاتا ہے جس کی بنا پر اللہ اسے گمراہ کردیتے ہیں، تفصیل کیلئے دیکھئے ہماری تحریر:

(تحریر نمبر۔ا: ہدایت)

مسلمان تو وہ جو.....!

مسلمان تو وہ ہوتا ہے جو اللہ کی آیات کو بنیاد بنانے کیلئے شوق وشدت سے اسکی طرف لپکتا ہو، اپنے خیالات سے متصادم اللہ کی آیات سے آگاہی ہوتے ہی فوراً تائب ہو کر قرآن کے سامنے سرنگوں ہو جاتا ہو۔اگر ہم سب نے ایسا کیا ہوتا تو ہم سب ایک ہوتے۔بطور نصیحت درج ذیل دلائل پر غور فرمائیں:

﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّ عَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَo﴾ (سورۃ لانفال: آیت:2)

”بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب اللّٰہ کی آیات ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیات ان کے ایمان کو اور زیادہ کردیتی ہیں اور وہ اپنے پروردگار پر ہی بھروسہ کرتے ہیں۔“

مسلمان تو ہوتا ہی وہی ہے جو اللہ رسول ﷺ کی تعلیمات پر سرِ تسلیم خم کردے۔لیکن ہم اپنی خواہش نفس، آباؤ اجداد، پسندیدہ مسالک و بزرگ اکابرین علماء حضرات کو قرآن وسنت کے تابع کئے بغیر، انہیں دین کا معیار بناتے ہوئے ان پر جم گئے ہیں۔اللہ ہمیں موت سے پہلے پہلے اس قبیح جرم سے بچاتے ہوئے اپنے کلام کی ہر آیت کو خوش دلی سے بغیر تاویل و تحریف من وعن تسلیم کرنے توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

اگر آپ نے ہماری تحریر”**ھدایت**“ سے قرآن مجید کو من وعن تسلیم نہ کرنے کے حوالے سے مسئلے

کی نزاکت سے آگاہی حاصل کرلی ہے تو اب آپ پر آسمانی ہدایت یعنی قرآن مجید سے صراط مستقیم واضح کیا جاتا ہے کہ وہ کیا ہے.....؟ تا کہ ہر خوش بخت سلیم الفطرت کیلئے اللہ کی اپنی کتاب سے صراط مستقیم بالکل واضح ہو سکے اور ہم میں سے ہر ایک اپنے اپنے پیدائشی صراط مستقیم کو ہدایتِ آسمانی کی روشنی میں پرکھ سکے کہ وہ کس حد تک صراط مستقیم پر ہے......؟

اللہ کی کتاب سے صراطِ مستقیم

نماز میں ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں:

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ٥ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ٥ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ ٥﴾ (سورۃ الفاتحہ، آیت:5-7)

"ہمیں ہدایت دے سیدھے راستے کی طرف، راستہ ان لوگوں کا جن پر تو نے انعام فرمایا، نہ ان کے راستے کی جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ گمراہوں کے راستے کی"

یہاں واحد کے صیغے کے ساتھ ہدایت کا راستہ کہا گیا ہے نہ کہ راستے۔ یعنی وہ راستہ جس پر سب انعام یافتہ لوگ چلے وہ ایک ہی راستہ ہے نہ کہ بہت سارے راستے۔ اور اس راستے کے متعلق فرمایا:

﴿وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا﴾

(سورہ نساء، آیت۔69)

"اور جو بھی اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام کیا ہے جیسے انبیاء، صدیقین، شہداء اور نیک لوگ اور یہ بہترین رفیق ہیں۔"

بات کو بالکل واضح کر دیا گیا کہ وہ 'راستہ' جس پر انعام یافتہ لوگ: انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین چلے وہ سب کا ایک ہی ہے یعنی "اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت" کا راستہ۔

پس! وہ قطعی حقیقت جسے تبدیل نہیں کیا جا سکتا یعنی دو نقاط کو جوڑنے والی سیدھی لائن یا خط صرف ایک

ہی ہوتا ہے۔اس ایک خط کے علاوہ جتنے خطوط بھی کھینچے جائیں گے وہ ٹیڑھے ہی ہوں گے۔دین میں وہ راستہ جسے صراط مستقیم کہا گیا ہے وہ بہت سارے نہیں بلکہ صرف اور صرف ایک ہی ہے جسے اللہ کے پیارے رسول ﷺ اور انکے اصحاب نے اختیار کیا،جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے خود رہنمائی فرمائی:

''آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے ایک خط کھینچا اور فرمایا کہ (یہ اللہ کا سیدھا راستہ ہے) اور پھر چند خطوط اس کے دائیں اور بائیں جانب کھینچے اور فرمایا: یہ راستے ہیں جن پر شیطان بیٹھا ہوا ہے اور ان کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے۔''

(مسند احمد جلد۔۱ص۔۴۶۵،سندہ صحیح،ابن ماجہ)

پس ہر عقیدہ وعمل کی وہ شکل جو قرآن اور سنت (جو صرف صحیح احادیث سے ماخوذ ہو) سے ملے وہ سیدھی راہ ہے اور وہ ایک ہی ہے۔

کائنات کی ابتدا اور بارِ امانت:

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ سیدھا راستہ کون سا ہے جس پر انعام یافتہ لوگ چلے......؟ اس راہ کے سراغ کیلئے ہم کائنات کی ابتدا کو دیکھتے ہیں۔ابتدا میں پروردگار نے انسان اور کائنات کو تخلیق کر کے ان پر اپنی امانت کا بوجھ ڈالا،جسکا تذکرہ یوں کیا گیا:

﴿اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ الۡجِبَالِ فَاَبَيۡنَ اَنۡ يَّحۡمِلۡنَهَا وَ اَشۡفَقۡنَ مِنۡهَا وَ حَمَلَهَا الۡاِنۡسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوۡمًا جَهُوۡلًا o لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الۡمُنٰفِقِيۡنَ وَالۡمُنٰفِقٰتِ وَالۡمُشۡرِكِيۡنَ وَ الۡمُشۡرِكٰتِ وَ يَتُوۡبَ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًاo﴾

(سورۃ الاحزاب،آیت:72-73)

''بے شک ہم نے پیش کیا اس امانت کو آسمانوں اور زمین پر اور پہاڑوں پر،تو کسی

نے قبول نہ کیا اس کو کہ اٹھائیں اسے اور ڈر گئے اس سے، مگر اٹھا لیا اسے انسان نے، یقیناً یہ انسان ظالم اور جاہل ٹھرا۔ (یہ بارِ امانت اسلیئے ڈالا گیا) تا کہ سزا دے اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں کو، اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو، اور نوازے اپنی رحمت سے اللہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو، اور ہے اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بے حد مہربان۔''

امانت سے مراد:...... اسکی مختلف تفاسیر بیان ہوئی ہیں جیسے: خیر اور شر کی راہ اپنانے کی آزادی و اختیار دے کر اللہ کے احکامات کی بجا آوری کا مطالبہ، اطاعت و فرمانبرداری اور فرائض و واجبات کی بجا آوری، روح کا پھونکا جانا وغیرہ۔

ان آیات کریمہ میں بہت سارے نتائج میں سے درج ذیل چند یقینی نتائج جو براہ راست آیت کریمہ میں موجود ہیں پیش خدمت ہیں:

(۱)۔ امانت کا بوجھ اسلیئے اٹھوایا گیا تا کہ: منافق مردوں، منافق عورتوں، اور مشرک مردوں، مشرک عورتوں کو سزا دی جاسکے، گویا تخلیق کا مقصد ہی نسل انسانی میں سے کھوٹوں اور کھروں کی پہچان یعنی یہ دیکھنا کہ دنیا میں کون 'نفاق اور شرک' میں ملوث ہوتے ہیں اور کون اس غلاظت سے بچتے ہیں۔ تا کہ منافقت اور شرک میں ملوث ہونے والوں کو سزا دی جائے اور حقیقی مومنین (جو منافقت اور شرک سے پاک ہوں) انہیں جزا دی جائے۔ یعنی تخلیق کا مقصد نسل انسانی کی ابتدا سے انتہا (قیامت تک) منافقین، مشرکین اور حقیقی مومنین کی چھانٹی مقصود ہے۔

(۲)۔ یہاں سے یہ بات بھی بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا مسئلہ 'نفاق اور شرک' ہے۔ اگر خدانخواستہ کہیں نفاق اور شرک موجود ہے تو ڈھیروں نیک اعمال کے ہوتے ہوئے بھی بربادی ہی بربادی ہے۔ کیونکہ ہر گناہ معاف ہوسکتا ہے لیکن شرک نہیں۔

(۳)۔ منافقین اور مشرکین کے مد مقابل مومنین کا تذکرہ کیا گیا ہے جس سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ اللہ کے ہاں حقیقی قابل قبول ایمان وہی ہے جو ٗنفاق اور شرک ٗ سے پاک ہو۔ پس حقیقی مومن وہی ہے جو ٗشرک اور منافقت ٗ کی غلاظت سے کوسوں دور بھاگتا ہو۔ یقیناً ایسے خوش نصیبوں کی زندگی کا اولین ہدف اور ترجیح منافقت اور شرک کی پہچان اور اس سے بچنا ہوگی۔

پس ! صراطِ مستقیم کا بنیادی وصف ٗنفاق اور شرک ٗ سے بچنا ہے۔ صراط مستقیم پر وہی خوش نصیب افراد یا گروہ ہیں جنکی ترجیحات میں ٗنفاق اور شرک ٗ کی سمجھ بوجھ اور اس سے بچنا سرفہرست ہے۔ یاد رہے ٗرسالت ٗ درحقیقت وہ شاہراہ ہے جو انسانیت کو ٗنفاق و شرک ٗ سے پاک راہ پر گامزن کرنے کیلئے شفاف روشنی مہیا کرتی ہے۔ اسکے برعکس جنکی ترجیحات میں ٗنفاق اور شرک ٗ کی پہچان اور ان سے بچنا پہلے نمبر پر نہیں وہ ظالم شیطان کے فریب کا شکار ہیں۔ وہ لوگ جو حقیقی طور پر ٗرسالت ٗ کو سمجھ لیں اور اسے تسلیم کرلیں انکا طرز عمل کبھی بھی ٗنفاق اور شرک ٗ کے حوالے غفلت والا نہیں ہوسکتا۔

ہماری تخلیق کے مقصد کو ایک اور جگہ یوں بیان کیا گیا:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ (سورہ الذاریٰت: 51 آیت: 56)

”اور نہیں ہے جنوں اور انسانوں کو پیدا کرنے کا مقصد سوائے اسکے (کوئی اور) کہ وہ میری بندگی کریں۔“

یعنی جن وانس کی تخلیق کا مقصد توحید عبودیت قرار دیا گیا ہے۔ جن وانس کو وجود اسلئے دیا گیا ہے کہ یہ صرف خدائے واحد کی بندگی و پرستش کریں، اسکی الوہیت میں کسی اور کو شریک نہ کریں۔ یہ اسی کو نصیب ہوگی جو ہر نوع کے شرک اور نفاق سے بچے گا۔

نوٹ: ...... اگر آپ شرک کی پہچان اور اس سے اپنا دامن پاک کرنا چاہتے ہیں تو ہم نے اخلاص اور سچائی سے، فرقہ واریت کی لعنت سے بچتے ہوئے، اعتدال کے ساتھ، آپکی آسانی کیلئے اس تحریر

کے علاوہ درج ذیل دو تحاریر تیار کی ہیں، ان سے استفادہ کیا جا سکتا ہے:

(''عبادت کا معنی و مفہوم'' اور ''ظلم عظیم پر جامع رہنمائی'')

نفاق

جہاں تک نفاق کا تعلق ہے، لوگ عام طور اسکی سمجھ بوجھ اور اس سے بچنے سے سستی کا شکار ہیں، اسلئے مختصر سی وضاحت یہیں پیش خدمت ہے۔

قرآن وسنت سے 'نفاق' کی دو بڑی شکلیں سامنے آتی ہیں یعنی 'نظریاتی نفاق' اور 'عملی نفاق'۔

نظریاتی نفاق: نظریاتی نفاق کا ظہور درج ذیل شکلوں میں ہوتا ہے:

۱۔ دھوکا دہی:.... انسان باہر (زبان وشکل) سے تو مسلمان لگتا ہو، کلمے کا اقرار کرتا ہو لیکن اندر سے انکار کرتا ہو، یعنی یہ سب کچھ اس نے اپنے مفادات کی خاطر اہل اسلام کو دھوکہ دینے کیلئے کیا ہو۔ الحمدللہ نفاق کی اس شکل سے ملت اسلامیہ بہت حد تک پاک ہے۔

۲۔ خیانت کا ارتکاب:.... حق بات کی پہچان ہو جانے کے بعد بھی اسے تسلیم نہ کرنا، حق بات سے اعراض کرنا، دوسروں سے چھپانا، حق اور باطل کی ملاوٹ کرنا تاکہ اپنی خواہش نفس، اپنے پسندیدہ مذہب واکابرین کی آبیاری ہو سکے۔ وہ مسلمان کیسا جو اللہ ورسول ﷺ کی تعلیمات پر اپنی خواہش نفس، مسلک اور اکابرین کو ترجیح دے......؟

افسوس کہ امت مسلمہ کی اکثریت اس شکل کی لپیٹ میں آ چکی ہے۔ فرقہ واریت کی لعنت سے نجات ہی اس مرض سے چھٹکارہ دلا سکتی ہے۔

عملی نفاق: فرض وواجب اعمال کی کما حقہ بجا آوری اور منکرات سے بچنے میں غفلت، سستی، لاپرواہی اور کوتاہی کرنا۔ فرائض وواجبات کے حوالے سے پورے دین کو ترجیح کے ساتھ اختیار کرنے کے بجائے جزوی دین کو اپنانا وغیرہ۔ اس حوالے سے بھی امت مسلمہ کی صورت حال

قابل رحم ہے۔اگر کوئی نفاق کی پہچان اور اس سے بچنا چاہتا ہے،تو درج ذیل آیت کریمہ پر غور فرما لے،اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ م ☆ یَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَ یَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَ یَقْبِضُوْنَ اَیْدِیَهُمْ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِیَهُمْ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ0 ﴾(سورہ توبہ:66)

''منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے کے ہم پیالہ ہیں،حکم دیتے ہیں برائی کا اور منع کرتے ہیں بھلائی سے،اور روک لیتے ہیں اپنے ہاتھ (خیر سے)،بھلا دیا ہے انھوں نے اللہ کو سو بھلا دیا اس نے بھی انہیں،بلاشبہ منافقین ہی فاسق ہیں۔''

اللہ ہمیں اس طرزِ عمل سے بچائے۔(آمین)

<u>پروردگار نے خبردار کر دیا.....!</u>

پروردگارِ عالم نے زوردار انداز سے نسلِ انسانی کو خبردار کر دیا کہ اسکے ہاں صرف وہی دین یا اطاعت و عبادت قابلِ قبول ہے جو ہر نوع کے شرک،منافقت اور ریاکاری سے پاک ہو۔جو بالکل خالص صرف اور صرف اسی کیلئے ہو،فرمایا:

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ o اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ﴾(سورہ زمر،آیت:3-2)

''بلاشبہ ہم نے ہی نازل کی ہے تمھاری طرف یہ کتابِ برحق،پس اسی اللہ کی بندگی کرو خالص کرتے ہوئے اپنے دین (اطاعت و بندگی) کو۔آگاہ ہو جاؤ! اللہ کیلئے (قابلِ قبول) صرف وہی دین ہے جو خالص ہو (صرف اسی کیلئے)۔''

مزید آپ ﷺ سے بھی دوٹوک اعلان کروا دیا کہ:

﴿قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَo﴾ (سورہ زمر، آیت:11)

”(اے نبی!) کہہ دیجئے بے شک مجھے خود یہی حکم دیا گیا ہے کہ اللہ ہی کی عبادت کروں اپنے دین (مکمل اطاعت) کو خالص کرتے ہوئے صرف اسی (اللہ) کیلئے“

تیسری بار پھر سے تاکید کردی:

﴿قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهُ دِیْنِیْo﴾ (سورہ زمر، آیت:14)

”(اے نبی!) اعلان کر دیجئے کہ میں تو اللہ ہی کی بندگی کرتا ہوں، اپنے دین (مکمل اطاعت) کو خالص کرتے ہوئے صرف اسی کیلئے“

ایک ہی صورت میں تین بار تخصیص کے ساتھ ایک ہی نقطہ پر زور دیتے ہوئے خبردار کردیا گیا ہے تاکہ اس معاملے میں تمام شکوک وشبہات اور وہم وگمان ختم ہوجائیں، اور انسان صحیح روش پر آجائے کہ اسکا دین واطاعت اور بندگی ہر نوع کی ملاوٹِ شرک، نفاق وغیرہ سے پاک یعنی محض اللہ کیلئے ہو گی تو قابل قبول ہوگی۔اسی بات کو مزید کھول کر یوں بیان فرمادیا گیا:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَo لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَ بِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَo﴾

(سورۃ الانعام، آیت:162-163)

”(اے نبی!) اعلان کر دیجئے کہ: بے شک میری نماز، میری قربانی، میرا جینا، میرا مرنا سب اللہ رب العالمین کیلئے ہے، جسکا کوئی شریک نہیں، اور مجھے تو (اسی توحید کا) حکم دیا گیا ہے، اور میں سب فرمانبرداروں میں سے پہلے مسلم (تسلیم کرنے والا) ہوں۔“

تمام نیک اعمال ضائع و برباد

اگر اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری، نفاق اور شرک کی غلاظت سے پاک نہیں تو سب کاوشیں بے سود ہیں، ڈھیروں نیک اعمال بھی راکھ ہیں، شرک کی موجودگی میں کمائے گئے نیک اعمال: نماز روزہ، صدقہ وخیرات، دعوت وتبلیغ .... سب صفر سے ضرب کھا کر ضائع و برباد ہیں، جیسا کہ پروردگار عالم نے سورۃ انعام کی آیت 88 میں اٹھارہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اسمائے گرامی کا ذکر کرنے کے بعد نسل انسانی پر یہ بات واضح کردی کہ:

﴿وَ لَوْ اَشْرَکُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○﴾

''اگر بالفرض محال یہ (میرے محبوب پیغمبر بھی) شرک کرتے تو میں ان کے سب اعمال بھی برباد کردیتا۔''

بلکہ نسل انسانی کو ظالم شیطان کے سحر سے نجات دینے کیلئے حرف آخر کے طور پر اپنے پیارے حبیب ﷺ کو مخاطب فرما کر اپنے قانون اور قاعدے کو واضح فرمایا دیا ہے۔

﴿وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْکَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ○﴾ (سورۃ الزمر: آیت۔65)

''بے شک آپ اور آپ سے پہلے انبیاء کی طرف یہ وحی کی جاچکی ہے کہ اگر (بالفرض) آپ نے بھی شرک کیا تو آپ کے اعمال اکارت ہوجائیں گے اور آپ خسارہ پانے والوں میں سے ہوجائیں گے''۔

یہ ہمیں سمجھانے کے لیے ہے ورنہ آپ ﷺ تو مبعوث ہی بالخصوص شرک کے خاتمے کے لیے کیے گئے۔

کیا صراط مستقیم کے حوالے سے اب بھی شک وشبہ کی کوئی گنجائش رہ گئی ہے........؟ دیگر اعمال تو دیکھے ہی تب جائیں گے جب انسان کا دامن شرک ومنافقت سے پاک ہوگا۔ اگر اس غلاظت سے ہی دامن پاک نہیں ہوسکا تو دیگر دینی کاوشیں محض تھکن اور محنت ومزدوری کے سوا کچھ نہیں۔ ویسے بھی

اللہ تعالیٰ نے صراحت کے ساتھ یہ بات واضح کردی ہے کہ بروز قیامت ہر گناہ جسکو اللہ چاہے معاف کرسکتا ہے لیکن شرک اس دن معاف نہیں ہوگا ۔اور نبی کریم ﷺ بھی شرک میں ملوث لوگوں کی شفاعت نہیں کریں گے دیکھئے:

(سورہ نساء: آیت ۔48)اور(صحیح مسلم ''کتاب الایمان'' رقم: 491)

محترم مسلمانو! اللہ کی کتاب سے صراطِ مستقیم کے حوالے سے آپ پر سب سے بڑی حقیقت کھول کر بیان کردی گئی ہے۔کیا اسکے بعد بھی کوئی شک کی گنجائش رہ جاتی ہے......؟۔اسکے بعد بھی ہم سوئے رہیں تو بڑی بدنصیبی ہے۔اللہ ہمیں موت سے پہلے پہلے مکار ابلیس کی مکاریوں سے نجات دے کر حقیقت کو پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)۔کیونکہ موت کے بعد سب پر یہ حقیقت کھلی ہی جانی ہے لیکن اس وقت ماننے کا کچھ فائدہ نہیں اور اپنے اپنے وہ پسندیدہ مسالک واکابرین جنکی خاطر ہم نے 'شرک کی حقیقت' کو پہچاننے سے آنکھیں اور کان بند کئے،ان میں سے کوئی بھی ہمارے کام نہ آئے گا۔وہاں ہم پچھتائیں گے لیکن سب بے سود ہوگا۔اگر کسی نے حق تسلیم کرنا ہو تو صراطِ مستقیم تک پہنچنے کیلئے مذکورہ وضاحت ہی کافی ہے۔لیکن حقیقت کو مزید اجاگر کیا جائے گا تاکہ شک کی گنجائش نہ رہے اور ظالم ابلیس کے رخنہ اندازی کے تمام راستے بند ہوجائیں۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ملت؟

سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر چند گنتی کے لوگ ایمان لائے لیکن انکے ایک خاص امتیازی وصف کی وجہ سے،اللہ نے انہیں اپنے ہاں خاص مقام عطا کیا بلکہ اس خاص صفت کی وجہ سے اکیلے(سیدنا) ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت کو پوری امت قرار دیا:

﴿ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا وَ لَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾

(سورۃ النحل،آیت:120)

''واقعہ یہ ہے کہ ابراہیم اپنی ذات میں ایک پوری امت تھا، اللہ کا مطیع وفرمانبردار، یکسو اور وہ کبھی بھی مشرکوں میں سے نہ تھا''

آپ علیہ السلام کا وہ طرہ امتیاز جسے قرآن مجید میں جگہ جگہ بیان کیا گیا وہ:

''شرک کی ہر شکل سے شدید نفرت اور توحید سے محبت یعنی یکسوئی (حنیفاً) ہر طرف سے رخ پھیر کر صرف ایک ذات کی طرف رخ کر لینا''

قربان جائیں، ان کی شان پر کہ انکی اس امتیازی خصوصیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے پیارے رسول ﷺ کے دین کا بنیادی وصف ہی یہی بیان فرمایا ہے کہ آپ (ﷺ) ابراہیم علیہ اسلام کی ملت (طریقے) پر ہیں۔ بلکہ قرآن مجید میں تکرار کے ساتھ آپ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی پیروی کریں۔ جس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ یہی وہ بنیادی راستہ ہے جسے پروردگار نے دین راست یعنی صراط مستقیم کے طور پر پسند فرمایا، ارشاد ہوا:

﴿قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ﴾ (سورۃ الانعام، آیت۔ 161)

''اے رسول! فرما دیجیئے، میرے رب نے مجھے سیدھی راہ دکھادی ہے یعنی راست دین (جس میں کوئی ٹیرھ نہیں) جو طریقہ ہے ابراہیم کا جو یکسو (ایک اللہ کی طرف متوجہ) ہو گئے تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے''

یعنی بالکل واضح طور پر پروردگار نے نبی کریم ﷺ کے ذریعے سے توحید کو اپنانے اور شرک سے بیزاری کو صراط مستقیم قرار دے دیا ہے۔ گویا صراط مستقیم کے توحیدی مفہوم کو بالکل واضح کر دیا گیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طرہ امتیاز قرآن مجید میں شرک سے شدید نفرت اور توحید سے محبت یعنی یکسوئی (حنیفا) ہر طرف سے رخ پھیر کر صرف ایک ذات کی طرف رجوع کر لینا بیان ہوئی ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور انکے پیروکاروں نے شرک کے حوالے سے اپنی قوم کے لوگوں سے صاف

صاف کہہ دیا:

﴿ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنکُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ کَفَرْنَا بِکُمْ وَبَدَا بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰی تُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَحْدَہٗٓ ﴾ (سورہ الممتحنہ، آیت:4)

''کہ ہمارا تم سے اور اللہ کے سوا جن جن کی تم عبادت کرتے ہو ان سب سے کوئی تعلق نہیں، ہم تمھارے طریقے کو ماننے سے انکار کر چکے ہیں، اور ہمارے اور تمھارے درمیان ہمیشہ کیلئے بغض وعداوت کی بنا پڑ گئی ہے جب تک کہ تم اکیلے اللہ کو نہ مان لو۔''

سیدنا ابراہیم علیہ السلام اللہ کی واحدانیت کا اقرار اور شرک سے بیزاری کا ڈنکے کی چوٹ پر اعلان کرتے تھے۔

﴿ وَ کَیْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَکْتُمْ وَ لَا تَخَافُوْنَ اَنَّکُمْ اَشْرَکْتُمْ بِاللّٰہِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِہٖ عَلَیْکُمْ سُلْطٰنًا ﴾ (سورہ انعام، آیت:81)

''اور آخر میں ان سے کس طرح ڈر سکتا ہوں جنہیں تم اللہ کا شریک ٹھراتے ہو، جبکہ تم اللہ کے ساتھ انہیں شریک بناتے ہوئے نہیں ڈرتے جنکے (الوہیت وربوبیت میں) شریک ہونے کی تمھارے پاس اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی۔''

دیکھا گیا ہے کہ انسان حق اور سچ پر ہونے کے باوجود لوگوں کے خوف سے حق بات کے اظہار سے ڈرتا رہتا ہے جبکہ اسوہ ابراہیمی یہ ہے کہ نڈر ہو کر حق اور سچ کا اظہار کیا جائے۔

چنانچہ آنحضور ﷺ کو بھی حکم ہوا کہ آپ بھی پیروی کریں ابراہیم علیہ السلام کے طریقے کی، ارشاد ہوا:

﴿ ثُمَّ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا وَ مَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝ ﴾

(سورۃ النحل:123)

''پھر ہم نے وحی فرمائی (اے رسول) آپکی طرف کہ پیروی کرو ملت ابراہیم کی جو یکسو تھا اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا۔''

پس: بلا شک وشبہ معلوم ہو گیا کہ شرک سے بچ جانا ہی ملت ابراہیمی میں داخل ہونا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اسوہ کے برعکس اب حالات یہ ہو چکے ہیں کہ جو اللہ کے لئے یکسوئی اختیار کرے اسے منکر قرار دے دیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہی انسانیت کی عظمت اور معراج تھی جو انسان سے مطلوب تھی، جیسا کہ ہمارے رب نے فرمایا:

﴿وَ مَنْ اَحْسَنُ دِیْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا وَ اتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِیْمَ خَلِیْلًا٥﴾ (سورۃ النساء۔ آیت:125)

''اور کس کا دین اس سے بہتر؟ جس نے اپنے آپ کو اللہ کے سامنے جھکا دیا ہو اور وہ نیکوکار بھی ہو اور یکسو ہو کر پیروی کر رہا ہو ابراہیم کے طریقے کی اور ابراہیم کو اللہ نے اپنا خلیل چن لیا ہے۔''

یہ دعوت عام ہے ہر ایک کے لیے جو سچے صراط مستقیم کو تھامتے ہوئے عظیم ترین کامیابی اور رفعتوں کا خواہاں ہو۔

فرقہ واریت کیا ہے؟

عمومی طور پر تو قرآن وسنت سے انحراف فرقہ واریت میں داخل ہے لیکن خصوصاً شرک کا ارتکاب یا توحید باری تعالیٰ کو مرکزی اہمیت نہ دینا الگ فرقہ بنانا ہے۔ چنانچہ جب یہودیوں اور عیسائیوں نے شرک کی بنا پر تفریق کی اور اپنے اپنے راستے کو نجات یافتہ راستہ قرار دیا تو پروردگار نے فرمایا:

﴿وَ قَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِیْفًا وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ٥﴾ (سورۃ البقرہ، آیت:135)

''اور کہتے ہیں ہو جاؤ یہودی یا نصرانی ہدایت یافتہ ہو جاؤ گے، فرما دیجئے نہیں بلکہ (ہدایت پر وہ جو اپنائے) طریقہ ابراہیم کا جو یکسو (سب سے رخ پھیر کر ایک اللہ کے) ہو گئے تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔''

یہاں خصوصیت کے ساتھ شرک سے بچنے اور توحید کو اپنانے کو نجات یافتہ راہ قرار دیا گیا ہے۔ جو کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا امتیازی وصف تھا۔

بلکہ بڑے ٹھوس انداز سے نبی کریم ﷺ کو مخاطب فرما کر اللہ رب العالمین نے نسل انسانی پر صراطِ مستقیم کو ان الفاظ میں واضح کر دیا ہے:

﴿وَ اَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝﴾

(سورہ یونس، آیت:105)

''اور یہ کہ قائم رکھو اپنے آپ کو دین (اسلام) پر یکسو ہو کر، اور ہرگز نہ ہو جانا تم شرک کرنے والوں سے۔''

اس آیت کریمہ سے درج ذیل رہنمائی واضح ہے:

۱۔ نبی کریم ﷺ کے ذریعے امت کو خطاب

۲۔ دین حنیف (شرک سے پاک یکسو ہو کر اللہ کی طرف رجوع کرنے اور اس) پر ڈٹ جانے کا حکم

۳۔ مزید پختگی کیلئے راہ شرک میں مبتلا لوگوں سے اپنا دامن پاک کرنے کا بھی حکم دے دیا

اس آیت کریمہ کا ایک ایک لفظ یہ بتلا رہا ہے کہ صراط مستقیم کی بنیادی خصوصیت اولین ترجیح کے ساتھ شرک کی پالیدگی سے بچنا ہے۔ ہر عقیدہ وعمل کو شرک کی آمیزش سے بچانا ہی درحقیقت صراط مستقیم ہے۔ اس آیت کریمہ کے بعد کسی بھی سلیم الفطرت شخص کیلئے صراط مستقیم کی پہچان میں کوئی مشکل پیش نہیں آسکتی۔

اور یہ میرا سیدھا راستہ ہے!

اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے ایک مقام پر تخصیص سے واضح کر دیا ہے کہ: 'یہ میرا سیدھا راستہ ہے' اہل ایمان میں اشتیاق ہونا چاہیے کہ وہ اس مقام سے فوراً آگہی حاصل کریں اور اسے اپنائیں۔

اس مقام کا اجمالاً بیان سورہ انعام کے آخر میں اور تفصیلی بیان سورہ بنی اسرائیل کے ابتداء (آیت

23 تا 39) میں ہوا ہے۔ مذکورہ احکامات حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق تورات کے احکامات عشرہ یعنی دس احکام (Ten Commandments) کی قرآنی تعبیر ہے۔

انداز بیان! ان احکامات کا انداز بیان اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ لوگوں کے نزدیک ضروری و غیر ضروری کیا ہے اور اللہ کے نزدیک کیا اہم ہے۔ ایسے ہی حالات کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ سے اعلان کروادیا ہے کہ لوگو تم نے جو اپنی مرضی سے حلال وحرام ٹھہرالیا ہے، آؤ میں تمہیں بتلاؤں وہ کون سی چیزیں ہیں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کردی ہیں۔ اگر کوئی ان پر عمل پیرا نہیں تو وہ خواہ کتنی ہی اور چیزوں پر عمل پیرا ہو، اللہ کے ہاں وہ قابل قبول نہ ہوں گی۔ یہ مقام امر و نواہی (Do & don't) کے بیان کے اعتبار سے قرآن حکیم کا نقطہ عروج ہے۔ اگر زندگی میں یہ احکام غائب ہیں تو پھر کچھ بھی نہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ پورا دین ان احکام میں بیان کردیا گیا ہے لیکن یہ ضرور ہے کہ بہت سارے بنیادی احکام جو انتہائی اہم ہیں وہ یہاں بیان کردیئے گئے ہیں۔ پروردگار عالم نے فرمایا:

﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ اِيَّاهُمْ وَ لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَ بِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝﴾

(سورۃ انعام، آیت 153-151)

''(اے نبی!) فرمادیجئے کہ آؤ میں تمہیں وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن کو تمہارے رب نے تم پر حرام کردیا ہے۔ وہ یہ ہیں کہ (۱) اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ (۲) اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو (۳) اور اپنی اولاد کو مفلسی کے سبب سے قتل مت کرو تمہیں بھی اور ان کو بھی ہم ہی رزق دیتے ہیں۔ (۴) اور بے حیائی کے قریب بھی نہ پھٹکو خواہ وہ علانیہ ہو یا پوشیدہ (۵) اور جس کا قتل کرنا اللہ نے حرام کردیا ہے اسے قتل مت کرو ہاں مگر حق کے ساتھ۔ یہ ہیں وہ باتیں جن کی میں تمہیں تاکید کرتا ہوں تاکہ تم عقل سے کام لو۔ (۶) اور یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو کہ احسن ہو۔ یہاں تک کہ وہ بلاغت کو پہنچ جائے۔ (۷) اور ناپ اور تول پوری کرو انصاف کے ساتھ۔ ہم کسی نفس کو اسکی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے (۸) اور جب بات کرو تو عدل و انصاف کرو اگرچہ وہ شخص (جسکے بابت بات کرنی ہے تمھارا) قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ (۹) اور اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا ہے اسے پورا کرو۔ یہ ہیں وہ چیزیں جن کا تمہیں تاکیدی حکم دیا گیا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔ اور بلاشبہ یہ میرا سیدھا راستہ ہے پس اسی کی پیروی کرو اور مت پیروی کرو دیگر (خودساختہ) راہوں کی کہ وہ (خودساختہ) راہیں تمہیں اللہ کی راہ سے توڑ دیں گی۔ یہ ہے وہ بات جس کی میں تمہیں وصیت کرتا ہوں تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔''

یہاں بھی سب سے پہلے نسل انسانی کو یہی حکم دیا گیا ہے کہ:

﴿اَلَّا تُشۡرِكُوۡا بِهٖ شَيۡـئًا﴾۔ (اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ)

اور اسی مضمون کے تناظر میں سورہ بنی اسرائیل میں ان الفاظ کے ساتھ تنبیہ فرمائی گئی ہے:

﴿وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ﴾ (بنی اسرائیل: آیت 23)

(اور تمہارے رب نے حکم فرمادیا ہے کہ مت عبادت کرنا کسی کی سوائے اسکے)

یہاں اولین شرک سے بچنے کی تلقین کے بعد دیگر حقوق العباد کے حوالے سے انتہائی اہم احکامات کو بیان کیا گیا جو کہ عام طور پر دینی حلقہ کی ترجیح پر نہیں۔ دینی لوگ نماز روزہ اور دیگر ظواہر کو تو اہم سمجھتے ہیں لیکن شرک سے اجتناب سمیت حقوق العباد کے حوالے سے مذکورہ باتوں کو وہ دینی اہمیت نہیں دیتے جسکا تقاضا کیا گیا ہے۔

پروردگار نے ظالم شیطان سے بچانے کے لیے ان احکامات کے اختتام پر اپنے پیارے حبیب ﷺ سے دوٹوک اعلان کروا کر شیطان کی رخنہ اندازی کے راستے بند کر دیئے ہیں، آنحضور ﷺ نے یوں اعلان فرمایا:

﴿وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۝﴾

"اور بلاشبہ یہ میرا سیدھا راستہ ہے پس اسی کی پیروی کرو اور مت پیروی کرو دیگر (خودساختہ) راہوں کی کہ وہ (خودساختہ) راہیں تمہیں اللہ کی راہ سے توڑ دیں گی۔

یہ ہے وہ بات جس کی میں تمہیں وصیت کرتا ہوں تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ"

آپ ﷺ نے بالکل واضح انداز میں اپنی امت کو حکماً خبردار کر دیا ہے کہ میرا صراط مستقیم یہ ہے اس لیے اسی کی پیروی کرو۔ اس کے بعد پھر تاکید کر دی گئی ہے کہ ان چیزوں کو دین کی اصل بنیاد بنانا تا کہ تمہارا شمار اہل تقویٰ میں ہو سکے۔ اسی طرح سورہ بنی اسرائیل میں مذکورہ احکامات کے اختتام پر تنبیہ کے ساتھ ان احکامات میں سرفہرست حکم کے بارے میں نسل انسانی کو ایک بار پھر سے تنبیہ کر دی گئی ہے کہ وہ اس کام سے ہر صورت اپنا دامن بچائے:

﴿وَ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِیْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا۝﴾

(بنی اسرائیل، آیت: 39)

"(اے انسان یاد رکھ!) مت بنانا اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود ورنہ (شرک کی سزا

میں) تجھے پھینک دیا جائے گا جہنم میں ملامت زدہ حالت میں دھکے دیتے ہوئے۔“
اس طرح قرآن مجید کے آغاز میں بھی نسل انسانی کے تینوں گروہ یعنی مومنین کفار اور منافقین کا ذکر کرنے کے بعد پوری نسل انسانی سے یہی بنیادی تقاضا کیا گیا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا ،ارشاد ہوا۔

﴿یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ o الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ o﴾

(سورۃ البقرہ، آیت: 22-21)

”اے لوگو عبادت کرو اپنے پروردگار کی جس نے تمہیں بنایا اور ان لوگوں کو جو تم سے پہلے تھے شاید کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ وہی (اللہ) تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش (رہنے اور چلنے پھرنے کے قابل) بنایا اور آسمانوں کو چھت بنایا اور (تمہارے) لئے آسمانوں سے پانی اُتارا اور پھر نکالا اس پانی کے ذریعے سے پھلوں کو بطور رزق تمہارے واسطے۔ پس ہرگز نہ بنانا تم اللہ کے ساتھ کسی کو مدمقابل (شریک) اور (یہ حقیقت) تم جانتے تو ہو“

یعنی اللہ تعالیٰ نے دنیا کی تمام نعمتیں گنوا کر یہی بنیادی تقاضا کیا ہے کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا ۔یوں یہ بات واضح ہوگئی کہ آنحضور ﷺ کے صراط مستقیم سے مراد:

(۱) بالخصوص مذکورہ بیان کردہ احکامات جس میں سرفہرست شرک سے بچنا اور توحید کو اپنانا ہے۔

(۲) بالعموم قرآن مجید کے دیگر احکامات۔

اگر ہمیں اب بھی یقین نہ آئے! ان واضح حقائق کو دیکھنے کے بعد بھی اگر کسی کو یقین نہ آئے اور

وہ وہم و وسوسوں کا شکار ہو جائے تو پھر اسکا اپنا قصور ہے۔ ہمیں ڈرنا چاہیئے کہ اللہ واور رسول ﷺ کی باتوں پر لوگوں کو ترجیح دینے کی وجہ سے کہیں ہماری طبع سلیم مسخ نہ ہو جائے ۔کوئی نادان ہی ہوگا جو آنحضور ﷺ کے صراط مستقیم کی بابت مذکورہ اعلان کو تسلیم نہ کرے اور حیل وحجت سے کام لے۔

صراطِ مستقیم کی مزید تخصیص

اللہ رب العالمین نے بڑی تخصیص کے ساتھ صراط مستقیم کے مفہوم کو قطعیت کے ساتھ یوں واضح کر دیا ہے:

☆ ﴿اِنَّ اللّٰهَ رَبِّىْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ﴾ (سورہ آل عمران، آیت۔51)

”بے شک اللہ ہی میرا اور تمہارا رب ہے، پس اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھی راہ (صراط مستقیم) ہے۔“

یہاں شرک سے پاک توحید (توحید ربوبیت اور الوہیت یعنی اللہ کے علاوہ کسی اور کو پروردگار اور معبود بنانے کی نفی) کو خود پروردگار نے صراط مستقیم قرار دیا ہے۔

ایک اور مقام پر اسی بات کی تصدیق یوں کی گئی:

☆ ﴿واِنَّ اللّٰهَ رَبِّىْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ﴾ (سورہ مریم، آیت۔36)

”اور بلاشبہ اللہ ہی میرا اور تمہارا رب ہے، پس اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھی راہ (صراط مستقیم) ہے۔“

☆ ﴿وَّاَنِ اعْبُدُوْنِىْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ﴾ (سورہ یسین، آیت۔61)

”اور میری ہی پرستش کرو، یہی سیدھی راہ (صراط مستقیم) ہے۔“

صراط مستقیم توحید کی راہ ہے اسکی تاکید یوں کی گئی:

☆ ﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّىْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ﴾ (سورہ زخرف، آیت۔64)

”بلاشبہ اللہ ہی میرا اور تمہارا رب ہے، پس اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھی راہ ہے۔“

پس صراط مستقیم کی بنیادی خصوصیت اولین ترجیح کے ساتھ شرک کی پلیدی سے بچنا ہے۔

بلا شبہ!

معلوم ہو گیا کہ بندہ اپنی نمازوں میں جس صراط مستقیم پر چلنے کی اللہ تعالیٰ سے التجا کرتا ہے وہ دراصل توحید کو اپنانے، شرک اور منافقت سے بچنے کی راہ ہے جو کہ مومن کا سب سے بڑا خزانہ ہے۔ خالص توحید کو خوشی سے اپنا لینا اور شرک و منافقت کی جملہ اشکال سے اپنا دامن بچا لینا ہی صراط مستقیم کا بنیادی وصف ہے، کیونکہ شرک کی موجودگی میں ہر نیک عمل ضائع و برباد ہے۔ توحید ہی نجات کی وہ راہ ہے جسے اپنا کر انسان اللہ کے ہاں انعام یافتہ قرار پاتا ہے۔ یہی انسان کی تخلیق کا مقصد ہے، حقیقی اہل ایمان اور شرک و منافقت کی راہ پر چلنے والے انسانوں کے مابین پہچان اور اسی کی بنا پر جزا و سزا کیلئے انسان کو دنیا میں بھیجا گیا ہے۔ اسلام کی ساری تعلیمات کے عنوانات:

۱۔ عقائد و نظریات ۳۔ عبادات ۲۔ اخلاقیات و معاملات ۴۔ معاشیات

'شرک' ایسا شجرہ خبیثہ ہے جس نے اسلام کے سارے عنوانات کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ جسکی جڑیں عقائد و نظریات کی شکل میں اور شاخیں عبادات، معاملات و اخلاقیات میں بگاڑ کی صورت میں پھلتی پھولتی ہوئی انسانی زندگی کو برباد کرتی ہیں۔ پورے دین یعنی ان چاروں عنوانات کو شرک کی غلاظت سے پاک رکھنا ہی 'صراط مستقیم' ہے۔ اس راہ تک پہنچنے کیلئے رسولوں علیہم السلام کی پیروی ناگزیر ہے۔ اگر آپ سچائی کے اس راستے کو اپنانا چاہتے ہیں تو پھر خوشدلی سے توحید و شرک کو سمجھنا اور اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت واتباع کو اولین مقصد بنائیں۔ اپنی خواہش نفس، آباؤ اجداد، پسندیدہ پیدائشی مسلک و اکابرین کو حقیقی طور پر اللہ و رسول ﷺ کے تابع کر لیں۔ اسکی توفیق تبھی ملے گی جب فرقہ واریت کی لعنت سے نجات ملے گی، جب مسلمان اور اسلام کی پہچان پر فخر ہوگا، جب تمام لوگوں کی اطاعت واقعتاً اللہ و رسول ﷺ کے تابع ہوگی۔ جب اسلام پہلے، مسالک بعد میں، اللہ و رسول ﷺ پہلے دیگر اکابرین و بزرگ بعد میں ہوں گے۔ یہی صراط مستقیم اور یقینی نجات کی راہ ہے۔ غرغرہ موت سے پہلے پہلے غلط راہوں سے

تائب ہو کر اس راہ کو اپنا لیں گے تو آپکا ہی فائدہ ہے۔ جن لوگوں کی خاطر آپ اس یقینی صراطِ مستقیم سے انحراف کریں گے، بروز قیامت ان میں سے کوئی بھی آپکے کام نہیں آئے گا۔ یہاں ظالم شیطان ہمیں یہ بات سمجھ نہیں آنے دیتا لیکن وہاں ہر ایک پر یہ حقیقت کھل جانی ہے اور ہم سب نے مان جانا ہے لیکن وہاں ماننے کا کوئی بھی فائدہ نہ ہوگا۔ اللہ ہمیں اسی زندگی میں اس راہ کو سمجھنے اور اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ عزوجل ہمیں اعتدال پر رہتے ہوئے سچائی اور اخلاص کے ساتھ حقیقی صراطِ مستقیم کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

باب ۳

اکثریت نہ مانے گی

باب ۔۱میں بعثت انبیاء علیہم السلام کی بنیادی غایت: لوگوں کو شرک کی غلاظت سے بچا کر توحید باری تعالیٰ کے نور سے منور کرنے اور باب ۔۲ میں صراط مستقیم کے بنیادی وصف: شرک سے دامن بچا کر توحید باری تعالیٰ پر جم جانے کے حوالے سے کثرت سے آیات کی موجودگی کے باوجود بھی نسل انسانی کی اکثریت نے اس حقیقت کو تسلیم نہیں کیا اور تا قیامت نہیں کرے گی۔ اکثریت کو شیطان مختلف چالوں کے ذریعے دبوچ لے گا۔ ہمیشہ سے ہی بہت کم لوگ اس عظیم حقیقت پر رہے ہیں اور رہیں گے۔

اللہ کی کتاب سے حقائق واضح ہو جانے کے باوجود بھی ہر کوئی انہیں تسلیم نہیں کرے گا۔ صرف وہی خوش بخت انہیں تسلیم کریں گے جو سلیم الفطرت ہوں گے۔ جو شیطان کی طرف سے سب سے بڑی رکاوٹ: آبا پرستی یعنی خواہش نفس، پیدائشی مسلک و بزرگ اکابرین کی اندھی تقلید کو عبور کرتے ہوئے اللہ کی کتاب کے سامنے ان سب کو قربان کرنے کیلئے آمادہ ہوں گے۔ لیکن افسوس کہ ایسے لوگ بہت تھوڑے ہوں گے۔ اکثریت ہمیشہ گمراہی پر ہی رہے گی۔ قرآن نے جگہ جگہ اسی بات کو واضح کیا:

﴿وَ اِنۡ تُطِعۡ اَکۡثَرَ مَنۡ فِی الۡاَرۡضِ یُضِلُّوۡکَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اِنۡ یَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنۡ ہُمۡ اِلَّا یَخۡرُصُوۡنَ ﴾ (سورۃ الانعام ۔ آیت:116)

”اور اگر تم دنیا میں اکثریت کی پیروی کرو گے تو وہ تو تمہیں اللہ جل جلالہ کی راہ سے ہٹا کر گمراہ کر دیں گے۔ وہ تو محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں اور اٹکل کے تیر چلاتے ہیں۔“

یعنی اکثریت محکم دلائل کی بجائے بے سند باتوں اور کرشموں کو ہی معیار بناتی ہے۔ بہت تھوڑے ہیں جو گمراہی کے جادو سے بچ کر قرآن کے محکم دلائل پر جمیں گے۔

﴿وَ مَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَ هُمْ مُّشْرِكُوْنَ o﴾ (یوسف۔آیت:106)

''اوران میں سے اکثر لوگ ایمان لانے کے باوجود بھی شرک ہی کرتے ہیں۔''

اسی طرح قرآن مجید نے جگہ جگہ یہ اعلان فرمایا کہ: (قلیلا ما تذکرون ،نصیحت حاصل کرتے ہیں بہت کم لوگ)۔(قلیلا ما تسشکورون ،شکرگزار ہیں بہت کم)، (اکثرھم لا یعقلون ،ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے)،(اکثر ھم لایعلمون ،ان میں سے اکثر علم نہیں رکھتے)...........

اور شیطان نے بھی یہی دعویٰ کیا تھا:

''(شیطان ازراہِ طنز) کہنے لگا کہ دیکھ تو یہی ہے وہ (انسان) جسے تُو نے مجھ پر فضیلت دی ہے۔اگر تُو مجھ کو قیامت کے دن تک مہلت دے تو میں تمام اولادِ (آدم) کی جڑ کاٹ کر رکھ دوں گا،سوائے چند لوگوں کے۔'' (بنی اسرائیل:17:آیت:62)

لہٰذا قرآن مجید گواہ ہے کہ اس دعوت کو چند لوگوں کے سوا کسی نے قبول نہیں کیا اور کہا کہ یہ باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں،جیسا کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے کہا:

﴿قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَ اِنَّا لَنَرٰكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا وَ لَوْ لَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ وَ مَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ o﴾ (سورہ ھود:آیت۔91)

''وہ بولے اے شعیب! جو باتیں تم ہمیں کہتے ہو ان میں سے اکثر باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور بلاشبہ ہم دیکھتے ہیں تجھے کہ تو ہم میں بہت کمزور ہے اور اگر تمھارے کنبہ کا لحاظ نہ ہوتا تو ہم نے تمھیں سنگسار کر دیا ہوتا اور تم ہم پر غالب نہیں۔''

حضرت ھود علیہ السلام کی دعوت پر لوگوں نے کہا جو باتیں تم کرتے ہو اسکی وجہ یہ ہے کہ تمھیں ہمارے

کسی معبود کی بد دعا لگی ہے:

﴿قَالُوۡا یٰهُوۡدُ مَا جِئۡتَنَا بِبَیِّنَةٍ وَّ مَا نَحۡنُ بِتَارِكِیۡۤ اٰلِهَتِنَا عَنۡ قَوۡلِكَ وَ مَا نَحۡنُ لَكَ بِمُؤۡمِنِیۡنَ ۝ اِنۡ نَّقُوۡلُ اِلَّا اعۡتَرٰىكَ بَعۡضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوۡٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّیۡۤ اُشۡهِدُ اللّٰهَ وَ اشۡهَدُوۡۤا اَنِّیۡ بَرِیۡٓءٌ مِّمَّا تُشۡرِكُوۡنَ ۝﴾ (سورہ ھود، آیت۔54-53)

''انہوں نے کہا اے ھود! تو ہمارے پاس کوئی دلیل تو لایا نہیں اور ہم صرف تیرے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں اور نہ ہم تجھ پر ایمان لانے والے ہیں، بلکہ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ تمھیں ہمارے کسی معبود نے خرابی میں مبتلا کر دیا ہے۔آپ نے فرمایا کہ میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں تو اللہ کے سوا ان سب سے بیزار ہوں جنہیں تم شریک بناتے ہو۔''

سابقہ نافرمان اقوام کا یہ طرزِ عمل بھی تھا کہ ان پر کوئی آزمائش آتی، کوئی نقصان ہوتا تو اسے معاذ اللہ رسولوں (علیہم السلام) کی نحوست قرار دیتے، جیسا کہ ایک قوم نے اپنے رسولوں کے متعلق کہا:

﴿قَالُوۡۤا اِنَّا تَطَیَّرۡنَا بِكُمۡ لَئِنۡ لَّمۡ تَنۡتَهُوۡا لَنَرۡجُمَنَّكُمۡ وَ لَیَمَسَّنَّكُمۡ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ۝﴾

''ان لوگوں نے کہا ہم تو تمہیں منحوس سمجھتے ہیں، اگر تم (اپنی دعوت سے) باز نہ آئے تو ہم تمھیں سنگسار کر دیں گے یا دردناک عذاب دیں گے۔'' (سورہ یٰس، آیت:18)

نوٹ: اب ظالم شیطان فوراً آپ کے ذہن میں وسوسہ اندازی کرے گا کہ شرک تو کلمہ گو کر ہی نہیں سکتا، شرک تو امت مسلمہ سے ختم ہو چکا ہے، لہٰذا اس ضمن میں فکر نہ کرو، آنکھیں بند کر کے سو جاؤ۔ یاد رکھیں یہ محض شیطانی دھوکا ہے۔ قیامت تک ظالم شیطان امتِ مسلم کو سب سے بڑے ظلم یعنی شرک میں مبتلا کرتا رہے گا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لا تقوم الساعة حتیٰ تلحق قبائل من اُمتی بالمشرکین و حتی تعبد قبائل من اُمتی الاوثان﴾ (سُنن ابی داوٗد ''کتاب الفتن''، رقم:4252)

''اُس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک میری اُمت میں سے کچھ قبائل مشرکین کیساتھ نہ مل جائیں اور یہاں تک کہ میری اُمت کے کچھ قبائل بتوں کی پرستش کریں گے۔''

یاد رکھیں! جب تک شیطان کے پاس مہلت موجود ہے، اس وقت تک وہ شرک میں مبتلا کرنے کی بھر پور کوشش کرتا رہے گا۔ تفصیل کیلئے دیکھئے ہماری کتاب:

(ظلم عظیم پر جامع رہنمائی، باب۲)

چونکہ یہی وہ کام ہے جس سے انسانیت کو اللہ کا دشمن بنا کر اسکا داخلہ جنت میں ہمیشہ کیلئے بند کیا جا سکتا ہے، اسلئے ابلیس کو سب سے زیادہ نفرت اللہ کی وحدانیت اور سب سے زیادہ محبت اللہ کے ساتھ شرک سے ہے۔ اسلئے ابلیس انسان سے ہر نیکی کو برداشت کر سکتا ہے لیکن توحید پر آنے اور شرک سے بچنے کو وہ کسی صورت گوارہ نہیں کر سکتا۔ اسلئے جو کوئی بھی تفہیمِ توحید اور شرک کی بات کرے گا اسکے خلاف ابلیس پوری قوت سے حملہ آور ہوگا۔ اور جو کچھ اس سے ہوسکتا ہے وہ کرے گا۔ ایسے لوگوں کو کذاب، جادوگر، منکر، مردود قرار دے کر گالیاں نکلوائے گا، جیسا کہ قرآن نے واضح کیا:

نبی کریم ﷺ نے جب قریش کو دعوتِ توحید دی تو شیطان نے قریش کو آپ ﷺ کے خلاف یوں آگ بگولہ کیا:

﴿وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۝﴾ (سورہ ص، آیت:5-4)

''اور وہ انہوں نے تعجب کیا کہ ان کے پاس انہیں میں سے ڈرانے والا آیا اور (ان) کافروں نے کہا یہ تو جادوگر ہے بڑا کذاب ہے۔ اس نے تو سب معبودوں کا ایک ہی معبود بنا ڈالا بلاشبہ یہ بڑی عجیب بات ہے۔''

مشرکین مکہ پر شیطان کے تسلط کی صورت حال یہ تھی کہ جب آپ ﷺ انہیں کلمہ توحید کی طرف بلاتے

تو وہ غضبناک ہو جاتے، چنانچہ: عتبہ، شیبہ، ابوجہل، ولید بن مغیرہ وغیرہ مل کر ابوطالب کے پاس آئے اور کہا:

﴿ان ابن اخیک قد سب الھتنا﴾

''تیرا بھتیجا ہمارے معبودوں کو گالیاں دیتا ہے۔'' (سیرت ابن ہشام۔جلد۔1)

بات دراصل یہ ہے کہ شرک کی مذمت اور توحید کی دعوت کو شیطان لوگوں کی نظر میں گالی قرار دلواتا ہے۔حالانکہ آپ ﷺ سے بڑھ کر عظیم خلق اور عمدہ اسلوبِ دعوت کس کا ہوگا.......... اسکے باوجود بھی لوگ اس دعوت کو گالی سمجھتے تھے۔تو ہماری دعوت توحید کو کہاں برداشت کریں گے۔

گھبرانا نہیں! جیسا کہ واضح ہوگیا کہ ظالم شیطان سب کچھ برداشت کر سکتا ہے لیکن اُسے دعوت توحید ہرگز گوارہ نہیں۔جب اس دعوت کی آواز اٹھانے والے دنیا کے عظیم لوگ انبیاء کرام علیہم السلام کو اس نے نہیں چھوڑا تو ہماری کیا حیثیت ہے؟۔لہٰذا یہ بات سب سے پہلے ذہن نشین رہنی چاہئے کہ قیامت تک جو کوئی بھی دعوت توحید کی صدا بلند کرے گا، ظالم شیطان دشمنی میں اسکے خلاف کمر بستہ ہو کر لوگوں کو فوراً اسکے خلاف بھڑکا دے گا۔چنانچہ عوام اُسے بُرا بھلا کہے گی، بُرے القابات اور گالیاں دے گی...... یہاں تک کہ لوگ اسکی جان کے درپے ہو جائیں گے۔اب فیصلہ آپ نے کرنا ہے، شیطان کا ساتھی بن کر تفہیم توحید سے جی چراتے ہوئے اہل توحید کو بُرا بھلا کہنا ہے یا اولین فرصت میں ترجیح کے ساتھ توحید و شرک کو سمجھتے ہوئے خود بھی بچنا ہے اور دوسروں کو اس بھنور سے نکالنے کیلئے کمر بستہ ہونا ہے۔اس امتحان سے ہرگز گھبرانا نہیں بلکہ اللہ اور اسکے پیارے رسول ﷺ سے محبت کی خاطر دعوت توحید میں اپنا حصہ ضرور ڈالنا ہے۔ان شاءاللہ بروز قیامت خالق آپ کو خوش کر دے گا۔

اسی طرح رسالت چونکہ مینارہ نور ہے جو وہ خالص روشنی مہیا کرتی ہے جس سے توحید اور

آخرت روشن ہونے سے شرک اور مرغوباتِ نفس کو لگام ڈلتی ہے۔اسلئے ابلیس کو رسالت بھی گوارہ نہیں۔وہ رسالت کے صحیح تصور کو مسخ کر کے علماء و اکابرین کی اندھی وجامد تقلید کی لگام ڈالتے ہوئے شمع رسالت کے پروانوں کو بھی آڑے ہاتھوں لے گا۔اور جو کوئی مرغوباتِ نفس کو شریعت کی لگام ڈالے گا اسے ابلیس بے وقوف، پاگل، دقیانوس، بنیاد پرست،........ کہلوائے گا۔لہٰذا ان حقائق سے پہلے ہی آگاہ رہیں تا کہ حوصلہ شکنی نہ ہو۔اللہ ہمیں استقامت عطا فرمائے۔(آمین)

فطرتِ سلیمہ / قلبِ سلیم

ہمارے اندر خدائے وحدہ لاشریک کی گواہی موجود ہے۔انسان کے اندر ایک اللہ کی صدائیں اٹھتی رہتی ہیں۔گویا انسان کی روح میں اس پروردگار کی پہچان کا شعور گوندھ دیا گیا ہے۔انسان کو جس فطرتِ سلیمہ پر پیدا کیا گیا ہے، وہ اللہ کی 'توحید' ہے۔ہر پیدا ہونے والا بچہ اسی فطرتِ سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس فطرتِ سلیمہ (اللہ کی توحید) کو سلامت رکھنے اور اسی پر کاربند رہنے کی تلقین فرمائی ہے، لیکن اکثریت اس حقیقت سے بے خبر ہے:

﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

(سورۃ الروم، آیت:30)

''اپنا چہرہ سیدھا کئے ہوئے یکسوئی (یعنی اللہ کی وحدانیت) والے راستے پر چلتے جاؤ (اور) اللہ کی فطرت پر جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے (اختیار کئے رہو)۔اللہ کی تخلیق میں تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا۔یہی سیدھا دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

ہر نومولود کو اللہ تعالیٰ نے اسی فطرت سلیمہ اور قلب سلیم کے ساتھ پیدا کیا ہے۔اور اسی قلب سلیم (توحید کے ساتھ سلامت دل) کو موت تک قائم رکھنے والوں کیلئے نجات کی نوید ہے۔سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں میں عرض کی کہ اُس دن

مجھے رسوا نہ کرنا جس دن مال و اولاد کچھ کام نہ آئے گا مگر (نجات یافتہ صرف وہ ہوگا) جو اس دن ''قلب سلیم'' لے کر آئے گا۔

﴿اِلَّا مَنۡ اَتَی اللّٰهَ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ ﴾ (سورۃ الشعرا:26: آیت:89)

''مگر وہ جو آیا اللہ کے پاس لے کر قلب سلیم (توحید پر سلامت، بے عیب، معاشرتی برائیوں اور شہواتِ رذیلہ کے بگاڑ سے پاک دل)۔''

اللہ کی طرف سے عطا کیے گئے قلب سلیم یعنی سلامتی والے دل کو خرابیوں سے بچا کر واپس لے کر جانا انسان کیلئے بہت بڑا چیلنج ہے، جس کی زندگی بھر انسان نے محنت کرنی ہے۔ یہ تحریر اسی کاوش کی ایک کڑی ہے۔

ٹھیک روش پر آنے کا نتیجہ

شیطان کی سب سے بڑی کامیابی انسانیت کو توحید سے دور کرنے اور شرک میں ملوث کرنے میں ہے۔ اسکے لیے وہ ہزاروں حربے استعمال کرتا ہے۔ جن میں سے پہلا یہی ہے کہ تفہیم توحید و شرک سے غفلت برتنا۔ وہ آیات جن سے شرک کی سمجھ بوجھ، شرک کی سنگینی واضح ہو، تا کہ شرک سے بچنے کی فکر پیدا ہو سکے، ان سے اعراض کرنا۔ بلکہ ظالم شیطان اس حد تک اندھا کر دیتا ہے کہ توحید کو اپنانے اور شرک سے بچنے والی آیات سے اسے بہت نا گواری ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

لیکن جس انسان کو اپنے منعم حقیقی کا صحیح ادراک ہو جائے تو اسکی صورت حال برعکس ہو جاتی ہے۔ وہ ایسی آیات سے غفلت کی بجائے ان سے محبت کرتے ہوئے، سینے سے لگاتے ہوئے انہیں پہلی ترجیح پر لے آتا ہے۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ترجمہ: ''آپ فرماتے ہیں کہ قرآن میں مجھے اس آیت سے زیادہ محبوب اور کوئی آیت نہیں (جس میں اللہ نے فرمایا:)

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِهٖ وَ یَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ

یّشآء......... ﴾ یقیناً اللہ شرک کو معاف نہیں کرے گا اور اسکے علاوہ جس گناہ کو چاہے گا معاف فرمادے گا...... ''

(جامع ترمذی، ابواب التفسیر، سورہ نساء)

اگر ہم راہ نجات کو اپنانا چاہیں تو مذکورہ فرمان میں ہمارے لئے پوری پوری رہنمائی موجود ہے۔

۞۞۞۞۞

باب ۴

توحید ہی صراط مستقیم کی تخصیص کیوں؟

قرآن حکیم میں تخصیص کے ساتھ ''شرک سے بچنے اور توحید باری تعالیٰ'' کو اپنانے کو ہی صراط مستقیم قرار کیوں دیا گیا۔اسکی درج ذیل بنیادی وجوہات ہیں:

(1) کائنات سمیت ہمارا وجود خالق کی عنایت

تھوڑا سا غور وفکر کرنے سے حقیقت بالکل سمجھ آجاتی ہے کہ کائنات میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے سوا ہر چیز حادث ہے یعنی اسکا وجود نہ تھا پھر اسے عدم سے وجود بخشا گیا۔وہ اللہ کی ذات ہے جس نے کائنات کی ہر شے کو بنایا۔زمین،سورج اور چاند سمیت دیگر اربوں ستارے بنائے۔ہمارے وجود سمیت زمین پر بسنے والی لاکھوں مخلوقات کو نہ صرف پیدا کیا بلکہ ان کے زندہ رہنے اور پرورش پانے کے تمام اسباب پیدا فرمائے۔خوراک کے لئے طرح طرح کے اناج اور پھل پیدا کیے۔پینے کے لیے زمین کے سینے میں ٹھنڈا و تازہ پانی رکھا۔روشنی،ہوا اور بارش عطا کی۔زمین کے پیٹ میں قیمتی دھاتیں،سونا،چاندی،لوہا،پیتل،تانبا وغیر رکھیں۔توانائی کے حصول کے لئے زمین میں تیل اور گیس کے ذخائر پیدا فرمائے تاکہ زندگی کی ضروریات پوری ہوسکیں۔انسان کے جسد خاکی میں اپنی روح پھونکی اور اسے عقل کی دولت سے نوازا۔تو ایسے منعم حقیقی کو کیسے فراموش کیا جاسکتا ہے؟ بقول جناب ثاقب اکبر صاحب:

نفخت فیہ من روحی کے صدقے میں جو دھڑکا ہے

وہ دل فخر نگاراں کس طرح تجھ سے بدل جائے

غرض کہ کائنات میں نظر آنے والی چھوٹی سے چھوٹی چیز سے لے کر بڑی سے بڑی چیزیں سب کی سب اسی خالق نے تخلیق کیں۔

آج کی جدید سائنس! موجودہ جدید سائنس بھی یہ بات ماننے پر مجبور ہے کہ مادہ اتنا پیچیدہ ہے کہ کسی شے کا ایک ذرہ بھی تمام مخلوقات مل کر تخلیق نہیں کر سکتیں۔ ہاں جو چیزیں موجود ہیں ان کے استعمال پر تصرف کیا جا سکتا ہے لیکن کسی چیز کو عدم سے وجود نہیں بخشا جا سکتا۔ اگر اللہ یہ سارا کچھ پیدا نہ کرتا یا پیدا کر کے زندگی کی بقاء کے لئے انتظامات نہ کرتا تو ہمارے وجود کا نام ونشان نہ ہوتا۔

(2) کائنات قائم ودائم بھی خدائے واحد کے حکم سے

اگر کائنات کا کنٹرول ایک سے زیادہ خداؤں کے پاس ہوتا تو زمین وآسمان کا نظام درہم برہم ہو جاتا:

﴿لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○﴾

(سورۃ الانبیاء، آیت:22)

"اگر زمین وآسمان میں اللہ کے سوا اور بھی خدا ہوتے تو زمین وآسمان دونوں کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔ پس اللہ تعالیٰ جو عرش کا مالک ہے ان (خود ساختہ) باتوں سے پاک ہے۔"

اسی طرح اس بات کو ایک اور انداز سے بیان فرمایا:

﴿قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِى الْعَرْشِ سَبِيْلًا ○ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ○﴾ (سورہ بنی اسرائیل:42)

"فرما دیجئے اگر اللہ کے ساتھ دوسرے الٰہ بھی ہوتے جیسا کہ ان (مشرک) لوگوں کا بیان ہے تو وہ عرش والے کی حکومت پر قبضہ کرنے کی ضرور تدبیریں تلاش کرتے۔"

پس وسیع و عریض کائنات جس میں اربوں کہکشائیں (Galaxies) ہیں ارو ہر کہکشاں اربوں ستاروں (Stars) پر مشتمل ہے، اسکا مستحکم، مربوط، منظّم اور عادلانہ نظام اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ کائنات میں صرف ایک ہی ہستی کا حکم نافذ ہے۔ ان حقائق کا ادراک حاصل کرنا اور اسی یقین پر استقامت کے ساتھ زندگی بسر کرنا ہی اصل کامیابی ہے اور یہی صراط مستقیم کی اصل بنیاد ہے۔

(3) توحید آوازِ فطرت

اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں اپنی پہچان رکھ دی ہے۔ انسان کے اندر ایک منعم حقیقی کا شعور موجود ہے۔ ہمارے اندر ایک وحدہ لاشریک کی گواہی موجود ہے۔ انسان کے اندر ایک اللہ کی صدائیں اٹھتی رہتی ہیں۔ گویا انسان کی روح میں اس پروردگار کی وحدانیت کی پہچان کا شعور گوندھ دیا گیا ہے۔ ہر پیدا ہونے والا بچہ اسی فطرت سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے:

﴿فَاَقِمۡ وَجۡهَكَ لِلدِّيۡنِ حَنِيۡفًا ؕ فِطۡرَتَ اللّٰهِ الَّتِىۡ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيۡهَا ؕ لَا تَبۡدِيۡلَ لِخَلۡقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيۡنُ الۡقَيِّمُ ۙ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۙ﴾

(سورۃ الروم، آیت:30)

''اپنا چہرہ سیدھا کئے ہوئے یکسوئی والے راستے پر چلتے جاؤ (اور) اللہ کی فطرت پر جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے (اختیار کئے رہو)۔ اللہ کی تخلیق میں تغیر و تبدل نہیں ہوسکتا۔ یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

نسل انسانی کو اسکی تخلیق کے ساتھ ہی نور توحید سے آشنا کرنے کے حوالے سے پروردگار نے بڑی صراحت سے یوں پردہ اٹھایا:

﴿وَاِذۡ اَخَذَ رَبُّكَ مِنۡۢ بَنِىۡۤ اٰدَمَ مِنۡ ظُهُوۡرِهِمۡ ذُرِّيَّتَهُمۡ وَاَشۡهَدَهُمۡ عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ ۚ اَلَسۡتُ بِرَبِّكُمۡ ؕ قَالُوۡا بَلٰى ۛۚ شَهِدۡنَا ۛۚ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنۡ هٰذَا غٰفِلِيۡنَ ۙ اَوۡ تَقُوۡلُوۡۤا اِنَّمَاۤ اَشۡرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنۡ قَبۡلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنۡۢ بَعۡدِهِمۡ

اَفَتُهۡلِکُنَا بِمَا فَعَلَ الۡمُبۡطِلُوۡنَ o وَ کَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الۡاٰیٰتِ وَ لَعَلَّهُمۡ یَرۡجِعُوۡنَ o ﴾(سورۃ الاعراف:7:172-177)

''اور جب پروردگار نے بنی آدم سے یعنی ان کی پیٹھوں سے ان کی اولاد نکالی تو ان سے خود ان کے مقابلے میں اقرار کرالیا (یعنی ان سے پوچھا کہ) کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں؟ وہ کہنے لگے کیوں نہیں ہم گواہ ہیں (کہ تو ہمارا پروردگار ہے)۔(یہ اقرار اسلئے کرایا تھا) کہ قیامت کے دن (کہیں یوں نہ) کہنے لگو کہ ہم کو تو اس (اللہ کی توحید کی) خبر ہی نہ تھی۔یا یہ (نہ) کہو کہ شرک تو پہلے ہمارے بڑوں نے کیا تھا اور ہم تو انکی اولاد تھے (جو) ان کے بعد (پیدا ہوئے) تو کیا جو کام اہل باطل کرتے رہے اس کے بدلے تُو ہمیں ہلاک کرتا ہے؟۔اور اسی طرح ہم کھول کھول اپنی آیات بیان کرتے ہیں تا کہ وہ رجوع کریں۔''

سبحان اللہ! قربان جائیں اللہ کی اپنے بندوں کے ساتھ شفقت پر کہ اپنے بندوں کو بچانے کیلئے کس طرح کھول کھول کر توحید کے حقائق بیان کئے ہیں۔لیکن افسوس کہ تعصب و تنگ نظری اور فرقہ واریت کی بھینٹ چڑھتے ہوئے الا ماشاء اللہ اکثریت اس عظیم دولت سے محروم ہوکر اپنی اس اصل تخلیق کی بنیاد کو کھو بیٹھی ہے۔لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ زمانے اور ماحول نے اس فطرت سلیمہ پر گندگی کے جو پردے ڈال دیئے ہیں ان سے نجات حاصل کی جائے۔اس منعم حقیقی کو پکارا جائے، ساری کائنات میں صرف وہی اس لائق ہے کہ اسکی عبادت کی جائے،سب سے بڑھ کر اس سے محبت کی جائے،اسکا احسان مند ہوا جائے۔اور اسکی وجہ سے دیگر مخلوقات سے محبت کی جائے۔

(4) توحید ہی امن و سلامتی کی ضامن!

توحید یعنی شرک سے بیزاری کی راہ صراط مستقیم کیوں ہے؟ اسلئے کہ شرک ہی وہ سب سے بڑا گناہ ہے جس کے ارتکاب پر تمام اعمال اکارت ہو جاتے ہیں۔یہی وہ ظلم ہے جسے اللہ تعالیٰ بروز قیامت

کسی صورت معاف نہیں کرے گا۔ گویا توحید نہ ہوئی تو بڑے سے بڑا عمل بھی فائدہ نہ دے گا۔ خالص عقیدہ توحید ہی دنیا و آخرت میں امن و سلامتی کا ضامن ہے جیسا کہ ہمارے رب نے فرمایا:

﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِکَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾

(سورۃ الانعام۔82)

’’جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم (شرک) کے ساتھ نہیں ملایا ایسے ہی لوگوں کے لیے امن ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں‘‘۔

عام لوگ تو درکنار انبیاء کرام علیہم السلام جیسی عظیم ہستیوں کی مثال دے کر ہمیں سمجھا دیا گیا ہے کہ اگر بالفرض محال یہ بھی شرک کرتے تو انکے اعمال بھی ضائع ہو جاتے۔ اسی لئے پروردگار نے توحید کو صراط مستقیم قرار دیا ہے۔ پس توحید کی راہ واقعتاً صراط مستقیم ہے اگر توحید نہیں تو پھر ڈھیروں نیک اعمال بھی انسان کو نجات نہ دلوا سکیں گے۔

(5) اخلاص کی دولت سے محرومی

جب تک توحید کے جملہ تقاضے پورے نہ کئے جائیں گے اور غلاظت شرک سے دامن پاک نہ ہو گا اس وقت تک دین کے دیگر احکامات جیسے: نماز، روزہ، زکوٰۃ، قربانی، .... بشمول حقوق اللہ اور حقوق العباد پر محض اللہ کی رضا کیلئے کما حقہ عمل کرنا ممکن نہ ہو گا۔ اور انسان خدا اور رسول ﷺ کی تعلیمات کے سامنے گردن خم کرنے کی بجائے دیگر لوگوں کو معیار بنانے کو ترجیح دے گا۔

جب انسان کے من میں یہ بات راسخ ہو جائے گی کہ اللہ وہ ہے جو کائنات کی ہر چھوٹی بڑی اشیاء حتیٰ کہ دل کے خیالات تک سے ہر وقت آگاہ ہے اور اسے میرے وجود سمیت پوری کائنات پر مکمل قدرت و تصرف حاصل ہے اور اگر ساری کائنات مل کر بھی اسکی مرضی کے خلاف کرنا چاہے تو کبھی نہ کر سکے۔ اسکا خوف و خشیت نصیب ہونے سے لوگوں کا خوف دل سے نکل جائے گا اور حقیقی توکل نصیب ہو گا۔ جراءت اور قربانی کا جذبہ پیدا ہو گا۔ چنانچہ جب انسان توحید کے جملہ تقاضوں کو پورا

کرے گا تو دین کے دیگر احکامات محض اسی کی خوشنودی کے لئے اسکے پیارے رسول ﷺ کی سنت کے مطابق کرے گا اور حقیقی مراد کو حاصل کرنے والا بن جائے گا۔ بصورت دیگر تعلیمات وحی کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا نصیب نہ ہوگا بلکہ طبیعت تعلیمات وحی کے سامنے جھکنے کی بجائے لوگوں کی تعلیمات کے سامنے جھکنے پر ہی مائل ہوگی۔

(6) عقیدہ آخرت توحید کا ثمرہ

محاسبہ آخرت بھی درحقیقت ایک اللہ کے تصور حقیقی کا ہی ثمرہ ہے۔ عقیدہ معاد و قیامت بھی دراصل عقیدہ توحید میں پنہاں ہے۔ جب یہ یقین حاصل ہو جائے کہ میری زندگی اسکے ہاتھ ہے، مرنے کے بعد وہ مجھے دوبارہ زندہ کر کے حساب لے گا۔ یوم آخرت کا مطلق اختیار ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ اسکے پاس ہے۔ اسکی منشاء کے خلاف کسی کی شفاعت و بخشش ممکن نہیں۔ تبھی جزا و سزا کی فکر میں زندگی کو از سرِ نو متعین کرنے کا جذبہ پیدا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی صحیح شناخت اور معرفت کے ضمن میں ہر درست عقیدہ اور ہر سچائی آجاتی ہے۔ اسی لئے پیارے رسول ﷺ نے فرمایا:

((قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا)). (لوگو ''لا الہ الا اللہ'' کہہ دو فلاح پا جاؤ گے)

(7) اتحادِ امۃ

وہ سب سے طاقتور مصالحہ (Binder) جو منتشر انسانوں کو جوڑ کر ایک لڑی میں پرو سکتا ہے وہ توحید ہے۔ اسی کی برکت سے تمام انبیاء کرام علیہم لسلام کی دعوت ایک ہے، اسی کی برکت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کفار کے مقابلے میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاتے تھے۔ آج اگر ہم کلمہ توحید کو سمجھ کر اسے خوش دلی سے تسلیم کر لیں تو اس کی مدد سے ہم ایک امت ہی نہیں، ایک عظیم امت بن سکتے ہیں۔

توجہ طلب! جو کچھ بیان کیا گیا اگر یہ حقیقت ہے جو کہ واقعتاً ہے تو یہ سچائی پھر اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ سب سے بڑھ کر اسی ایک پروردگار کا احسان مند ہوا جائے۔ سب سے بڑھ کر اس سے محبت کی جائے کہ جیسا کہ اس نے فرمایا: ﴿وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾ (سورۃ البقرہ۔ آیت: 165)

"جو ایمان والے ہیں وہ اللہ ﷻ سے شدید ترین محبت رکھتے ہیں۔"

اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے۔اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔سب سے بڑھ کر اسکا ذکر کیا جائے جیسا کہ انبیاء کرام علیہم السلام نے کیا۔اسی کے تصور میں زندگی بسر کی جائے۔دیگر مخلوقات کے ساتھ اللہ کی وجہ سے دوستی اور دشمنی رکھی جائے۔توحید کی دعوت لوگوں تک پہنچانے میں فخر محسوس کیا جائے۔اسی پر بھروسہ کیا جائے۔اس کے ساتھ منسوب ہونے میں راحت وخوشی محسوس کی جائے۔توحید کے جملہ پہلوؤں کو سمجھنے،ان پر عمل کرنے سے محبت وآمادگی ہو۔شرک کی نجاست سے شدید نفرت ہو اس نجاست کو سمجھنے کے لیے سب سے زیادہ آمادگی ہو۔یہی وہ مقصد تھا جسکی خاطر سرور دو عالم ﷺ نے لڑائیاں لڑیں، چنانچہ: ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے، حتیٰ کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں، جب انکا یہ طرز عمل ہوگا تو انھوں نے حدود اسلام کے علاوہ اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو مجھ سے بچالیا اور انکا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔" (بخاری، کتاب الایمان)

اگر ایسا نہیں! اگر خدانخواستہ صورت حال اس کے برعکس ہے تو پھر احسان فراموشی ہے اس کی جس نے ہمیں وجود بخشا، آنکھ، کان، دل، ہاتھ، پاؤں بنائے اور دنیا جہان کی نعمتیں عطا کیں۔

باب ۵

توحید کے یقینی نتائج وثمرات

ضروری نوٹ

''اس باب میں ہم شرک سے دامن بچا لینے اور دولتِ توحید سے آراستہ ہو جانے کے نتیجے میں زندگی پر مرتب ہونے والے عظیم یقینی نتائج و اثرات کی نشاندہی کریں گے۔ جبکہ اگلے ابواب میں توحید کی مختلف شکلوں کی وضاحت پیش کریں گے۔ تاکہ نورِ توحید کے نتیجے میں ملنے والے ان عظیم ثمرات سے آگاہی کے بعد ہمیں توحید کو سمجھنے اور اسے تسلیم کرنے کا شوق وجذبہ پیدا ہو سکے۔''

توحید محض صرف کسی عقیدے یا اصطلاح کا ہی نام نہیں بلکہ یہ زندگی کی وہ سب سے بڑی حقیقت ہے جو انسان کا اپنے خالق سے شرک سے پاک حقیقی تعلق بنا کر عملی زندگی پر ایسے عظیم اثرات مرتب کرتی ہے جس سے انسان قابل رشک بن جاتا ہے۔ توحید کا مقصود یہ تھا کہ ہر ایک کا اسکے خالق سے مضبوط تعلق بنے جس کی زندگی بھر انبیاء علیہم السلام محنت کرتے رہے۔ لیکن رسالت سے دوری اور آبا پرستی کی بنا پر اکثریت اس عظیم دولت سے محروم ہو کر سب سے بڑی بدبختی کا شکار ہو گئی ہے۔

توحید کی عظیم سعادت سے انسان کو اپنے پالنہار کے ساتھ شدید محبت و وابستگی، خالق کی ہمہ تن بندگی و یاد نصیب ہوتی ہے، جو انسان کو مخلوق کی غلامی و پرستش سے نجات دلا کر اللہ کو اپنا حقیقی کارساز، مشکل کشا، داتا، حاجت روا اور لجپال بنانے کی عظیم سعادت سے بہرہ مند کر کے اللہ پر توکل وتفویض کی دولت سے مالا مال کرنے کا باعث بنتی ہے۔ توحید کے زیور سے آراستہ خوش نصیب اپنے

پروردگار کی ہمہ تن بندگی و یاد سے قلبی اطمینان وسکون کی بہاریں پاتا ہے جبکہ نورِ توحید سے دور غلاظت شرک میں ملوث بدنصیبوں کو خدائے واحد کی ہمہ تن بندگی و یاد راس نہیں آتی۔ جو دنیا میں آ کر توحید کی عظیم سعادت سے محروم رہ گیا، وہ بدنصیب ابدی تباہی کا شکار ہو کر سب کچھ کھو بیٹھا۔ دین کے باقی تمام اجزاء صرف اسی صورت کارآمد ہوں گے اگر اللہ سے تعلق اور توحید درست ہوئی، ورنہ سب کچھ اکارت ہو جائے گا۔

زیورِ توحید سے آراستہ ہونے پر توحید عملی کے درج ذیل یقینی نتائج وثمرات نصیب ہوتے ہیں جو دنیا و آخرت کی کل متاع ہیں:

(1)۔کمر توڑ دنیوی صدمات میں عظیم سہارہ وحوصلہ / غلامی سے نجات

(2)۔ایمان وعمل کی مظبوطی کی فولادی قوت اور قربِ الٰہی کی بہاریں

(3)۔یکسوئی (حنیفا) والی زندگی: ایک انسان کروڑوں پر بھاری

(4)۔منعم حقیقی کی شکرگزاری

(5)۔عظیم لافانی اخروی فلاح کی نوید

یہی دنیا و آخرت کی سب سے بڑی بلکہ کل متاع ہے۔ ان عظیم ثمرات کو پانے کیلئے شرک سے دامن بچانے اور پختہ توحید کو اپنانے کا امتحان پاس کرنا ہے، جس کا مطلب ہے:

(۱)۔اللہ کے سوا کسی کو معبود کی صفات کا حامل ٹھرانے سے بچنا

(۲)۔اللہ پر توکل وتفویض اختیار کرنا

(۳)۔اللہ کے کارساز ہونے کا صحیح تصور ہونا

(۴)۔ہمہ تن اسکی یاد اور بندگی اختیار کرنا

(۵)۔اللہ سے شدید محبت وابستگی ہونا

اس امتحان کو پاس کرنا کوئی آسان نہیں کیونکہ اس راہ میں ابلیس پوری قوت سے حملہ آور ہو کر انسانیت

کوا چک لینے کے درپے ہے۔ انشاءاللہ اہل طلب کیلئے ان پانچ نکات کی وضاحت اگلے ابواب میں پیش کی جائے گی۔

اب ہم نورِ توحید کے نتیجے میں ملنے والے یقینی نتائج وثمرات کی مختصر وضاحت پیش کریں گے:

(1)۔ کمر توڑ دنیوی صدمات میں عظیم سہارہ وحوصلہ / غلامی سے نجات

اِس عارضی وفانی ناپائیدار زندگی میں انسان کو جگہ جگہ صدمات سے پالا پڑتا رہتا ہے۔ انسان اندیشہ جان ومال میں مبتلا رہتا ہے: آفات وبلیات، حادثات، بیماریاں، مال وثمرات میں کمی، قریبی عزیز و اقارب کی موت.......... ان کمر توڑ صدمات میں اگر خالق کے ساتھ پختہ توحید پر مبنی تعلق نہ ہو تو انسان کا ان صدمات کے نتیجے میں ثابت قدم رہنا اور نفس اور مخلوق کی غلامی سے نجات پانا ممکن نہیں۔ جبکہ شرک سے پاک تعلق باللہ ان کمر توڑ صدمات میں انسان کیلئے مرہم اور عظیم سہارے اور حوصلے کا باعث بنتا ہے تو اللہ اسے اپنی رحمت کی آغوش میں لے کر گرنے سے بچا کر ایمان وسلامتی اور ذلت سے نجات دیتا ہے۔

مذکورہ خوش نصیبی اللہ سے محبت ووابستگی، اس پر توکل وتفویض کی بدولت نصیب ہوتی ہے۔ بات کو سمجھنے کیلئے چند دلائل ملاحظ کریں:

محبت ووابستگی: اہل ایمان کی شدید ترین محبت اپنے رب سے ہوتی ہے:

☆ ﴿وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ﴾ (سورۃ البقرہ:2:165)

’’اور جو اہل ایمان ہیں وہ شدید ترین محبت کرتے ہیں اللہ کے ساتھ۔‘‘

یعنی جو حقیقی اہل ایمان ہیں انکی سب سے بڑھ کر محبت اللہ سے ہوگی۔ باقی ہر ایک سے محبت اللہ کی وجہ سے ہوگی۔ جیسے اللہ کے بعد محبت کے اولین حقدار نبی کریم ﷺ، اسکے بعد والدین پھر دیگر لوگ۔

☆ ﴿فَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَ اعۡتَصِمُوۡا بِاللّٰہِ ؕ هُوَ مَوۡلٰىکُمۡ ۚ فَنِعۡمَ الۡمَوۡلٰی وَ

نِعۡمَ النَّصِیۡرُ o﴾(سورۃ الحج:78)

''پس نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کو مظبوط تھام لو، وہی تمھارا مولیٰ (جگری دوست) ہے، تو وہ کتنا خوب دوست اور کتنا خوب مددگار ہے۔''

اللہ کے دامن کرم کو مظبوطی سے تھامنے اسے ہی اپنا مولیٰ و ملجا بنانے کی تلقین کی گئی اور ساتھ ہی یہ حقیقت بھی اجاگر کر دی گئی کہ اس سے بہتر نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار۔

<u>توکل:</u> توحید کی بدولت اہل ایمان اپنے رب پر توکل (بھروسہ) اختیار کرتے ہیں جو کمر توڑ صدمات میں عظیم سہارہ وحوصلہ کا باعث بن جاتا ہے:

☆ ﴿وَتَوَکَّلۡ عَلَی الۡحَیِّ الَّذِیۡ لَا یَمُوۡتُ﴾(سورۃ الفرقان:58)

''اور توکل اختیار کرو اس ذات پر جو زندہ ہے جسے موت نہیں آئے گی۔''

☆ ﴿ وَ عَلَی اللّٰہِ فَتَوَکَّلُوۡۤا اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ o﴾(سورۃ المائدہ:23)

''اور اللہ پر توکل اختیار کرو اگر تم (واقعتاً) مومن ہو۔''

☆ ﴿وَمَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسۡبُہٗ﴾(سورۃ الطلاق:2-3)

''اور جو اللہ پر توکل اختیار کرے گا تو اللہ اسے کافی ہو جائے گا۔''

توکل کا مطلب:

(ا)۔جائز ذرائع واسباب کے استعمال میں بھی نظر مسبب الاسباب پر ہونا توکل ہے۔

(۲)۔درست راہ وعمل اختیار کر کے خوف وخدشات کی پروانہ کرنا توکل کہلاتا ہے۔

<u>تفویض:</u> حرص ولالچ سے بچتے ہوئے جائز ذرائع واسباب کی کاوش میں نتائج اللہ کی سپرد کر کے خوف وخطرات سے آزاد ہو جانا تفویض کہلاتا ہے، جیسا کہ ایک بندہ مومن جس نے اللہ کی خاطر اپنی جان کی پروانہ کی اسکی بابت فرمایا:

﴿ فَسَتَذۡکُرُوۡنَ مَاۤ اَقُوۡلُ لَکُمۡ ؕ وَ اُفَوِّضُ اَمۡرِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیۡرٌۢ بِالۡعِبَادِ

o﴾ (سورۃ المومن:40: آیت:44)

’’جو بات میں تم سے کہتا ہوں۔ آگے چل کر یاد کرو گے، اور میں اپنا کام اللہ کی سپرد کرتا ہوں، یقیناً اللہ بندوں کو دیکھنے والا ہے۔

اور اللہ سے بڑا کوئی سہارہ نہیں، شرک سے اجتناب اور پختہ توحید ایسا مظبوط کڑا ہے جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں:

﴿فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ o﴾ (سورۃ البقرہ:2: آیت:256)

’’پس جو طاغوت کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے، اس نے ایسا مظبوط کڑا تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔‘‘

اس ضمن میں نبی کریم ﷺ کا اپنے رب کے ساتھ تعلق کیسا تھا، ملاحظہ کیجئے:

’’اے اللہ میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کر دیا۔ میں تجھ پر ایمان لایا۔ میں نے تجھ پر ہی بھروسہ کیا۔ تیری ہی طرف میں نے رجوع کیا اور تیری وجہ سے ہی میں نے (دین کے دشمنوں) سے جھگڑا کیا۔ اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تیرے غلبے کے ذریعے سے میں پناہ مانگتا ہوں، اس بات سے کہ تو مجھے سیدھے راستے سے بھٹکا دے۔ تو زندہ ہے جسے موت نہیں آئے گی جبکہ تمام جن وانس مر جائیں گے۔‘‘ (بخاری:7383، مسلم)

یہ محض الفاظ نہیں بلکہ یقین وعمل کا نمونہ ہے جس کا ایک ایک لفظ قابل غور ہے۔

جب نبی کریم ﷺ اہل طائف کو اللہ پر ایمان کی دعوت دینے کیلئے گئے تو ان بدبختوں نے شہر کے شریر لڑکوں کو آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیا تاکہ مذاق اڑائیں، تالیاں پیٹیں اور پتھر مارے حتّٰی کہ آپ ﷺ کے دونوں جوتے مبارک خون کے جاری ہونے سے رنگین ہوگئے۔ آپ ﷺ اسی مشکل حالت میں واپس ہوئے۔ اس شدید ترین مشکل حالت میں بھی آپ ﷺ نے جس طرح آپ نے اپنے رب

کے دامن کرم کو تھاما قابل رشک ہے۔ جب ان شریروں سے کچھ اطمینان ہوا تو اپنے پروردگار سے یوں دعا کی!

اللھم الیک اشکو ضعف قوتی و قلة حیلتی وھوانی علی النا س یا ارحم الرحمین انت رب المستضعفین وانت ربی الی من تکلنی الی بعید یتجھمنی ام الی عدو ملکته امری ان لم یکن بک علی غضب فلا ابالی ولکن عافیتک ھی اوسع لی اعوذ بنور وجھک الذی اشر قت له الظلمات وصلح علیه امر الدنیا والاخرة من ان تنزل بی غضبک او یحل علی سخطک لک العتبی حتی تر ضی ولا حول ولا قوة الا بک کذا فی سیرة ابن ھشام قلت واختلف الروایات فی الفاظ الدعاء کما فی قره العیو ن.

اے اللہ تجھی سے شکایت کرتا ہوں میں اپنی کمزوری اور بیکسی کی اور لوگوں میں ذلت اور رسوائی کی اے ارحم الراحمین تو ہی ضعفاء کا رب ہے اور تو ہی میرا پروردگار ہے تو مجھے کس کے حوالے کرتا ہے۔ کسی اجنبی بیگانہ کے جو مجھے دیکھ کر ترش رو ہو جاتا ہے اور منہ چڑھاتا ہے یا کہ کسی دشمن کے جس کو تو نے مجھ پر قابو دے دیا۔ اے اللہ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں تو مجھے کسی کی بھی پروا نہیں ہے۔ تیری حفاظت مجھے کافی ہے میں تیرے چہرہ کے اس نور کے طفیل جس سے تمام اندھیریاں روشن ہو گئیں اور جس سے دنیا اور آخرت کے سارے کام درست ہو جاتے ہیں۔ اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ مجھ پر تیرا غصہ ہو یا تو مجھ سے ناراض ہو تیری ناراضگی کا اس وقت تک دور کرنا ضروری ہے جب تک تو راضی نہ ہو، نہ تیرے سوا کوئی طاقت ہے نہ قوت۔

اس دردناک صورت حال میں مالک الملک کی شان قہاری کو جوش آیا اور ملک الجبال نے آپ ﷺ کو سلام کیا اور عرض کیا کہ جو ارشاد ہو اس کی تعمیل کردوں، اگر ارشاد ہو تو دونوں جانب کے پہاڑوں کو

ملا دوں جس سے یہ سب درمیان میں کچل جائیں۔قربان جائیں۔آنحضور ﷺ کے صبر و استقلال اور انسانی ہمدردی اور خیر خواہی پر فرمایا: میں اللہ ؐ سے اس کی اُمید رکھتا ہوں کہ اگر یہ مسلمان نہیں ہوئے تو ان کی اولاد میں سے ایسے لوگ پیدا ہوں جو اللہ کی پرستش کریں۔

مزید یہ کہ آپ ﷺ کی اللہ تعالیٰ سے محبت و وابستگی کیسی تھی اس کا اندازہ درج ذیل روایت سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے:

”اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے، میری خواہش ہے کہ میں اللہ کی راہ میں شہید ہو جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل ہو جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر اللہ کی راہ میں شہید ہو جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر اللہ کی راہ میں قتل ہو جاؤں“

(صحیح بخاری، کتاب الجہاد، مسلم، نمبر:4864)

مذکورہ عظیم نتائج، شرک سے بچے اور پختہ توحید پر آئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے۔تعلق باللہ کے تناظر میں مذکورہ تین عظیم چیزیں (محبت و وابستگی، توکل اور تفویض) زندگی میں لاتے ہی عظیم رفعتیں نصیب ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔انسان کا نصیب بہت بلند ہو جاتا ہے۔ہر قسم کے صدمات یہاں تک کہ سب سے بڑا صدمہ یعنی موت کیلئے بھی شرک سے پاک تعلق باللہ انسان کیلئے مرہم بن جاتا ہے۔اس عظیم سعادت کو پانا ہے یا نہیں.........؟اب فیصلہ آپ نے کرنا ہے۔؟

(2)۔ایمان و عمل کی مظبوطی کی فولادی قوت اور قرب الٰہی کی بہاریں

شرک سے نجات پا کر صدق دل سے اللہ کی توحید پر ڈٹ جانے سے انسان کو ایمان و عمل کی مظبوطی اور فولادی قوت نصیب ہوتی ہے جو قرب الٰہی کی بہاروں کا باعث بنتی ہے، جسکی عظیم خوشخبری دی گئی:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا

تَدَّعُوْنَ ٥ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ٥﴾ (سورہ حٰم السجدہ: 41:30-32)

''یقیناً وہ لوگ جنہوں کہا ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اس کلمے پر ڈٹ گئے۔ ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں، جو کہتے ہیں تم خوف نہ کرو اور غم نہ کرو اور بشارت سن لو اس جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ ہم تمھارے رفیق تھے دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے۔۔ جس چیز کو تمھارا جی چاہے اور جو کچھ تم مانگو وہ سب تمھارے لئے (جنت میں) موجود ہوگا۔ یہ سب کچھ بطور مہمانی ہے تمھارے رب غفور رحیم کی طرف سے۔''

یہ عظیم ترین رفعت اور معراج کی سعادت ملنے کی بنیادی وجہ یہی بیان ہوئی کہ اللہ کی توحید کا اقرار اور اس کلمے پر ڈٹ جانا۔ یعنی امتحان و آزمائش کے طرح طرح کے جھٹکوں میں متزلزل نہ ہونا بلکہ ہر خوف وخطر کو بالائے طاق رکھ کر اللہ کی توحید پر جمے رہنا۔ اللہ کی توحید پر جمے رہنے والوں کا ہاتھ ایسے مظبوط فولادی کڑے کو ڈل گیا جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتا:

﴿وَ مَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى وَ اِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ٥﴾ (سورہ لقمٰن :22)

''اور جس نے اپنا چہرہ جھکا دیا (یعنی اللہ کا مطیع وفرمانبردار ہوگیا) اللہ کے سامنے اور وہ نیکوکار بھی ہو تو اس نے تھام لیا بہت مظبوط کڑا اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کی طرف ہے۔''

یعنی وہ سہارہ، وہ کڑا جو انسان کو اس کے ایمان میں، عمل میں، حوادث زمانہ میں ڈولنے سے، ڈوبنے سے، گرنے سے بچاتا ہے، وہ تعلق باللہ ہے جو پختہ توحید کے نتیجے میں اہل ایمان کو نصیب ہوتا ہے۔

(3)۔ یکسوئی (حنیفا) والی زندگی: ایک انسان کروڑوں پر بھاری

جب انسان کا دامن ہر نوع کے شرک سے پاک ہوجاتا ہے، اسے شرک سے شدید نفرت جبکہ اللہ کی

توحید سے شدید محبت ہو جاتی ہے اور وحدانیت اس میں راسخ ہو جاتی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ مخلوقات اور نفس کی غلامی سے نجات دلا کر اپنے ساتھ ہمہ تن وابستگی و یکسوئی والی قابل رشک زندگی عطا فرماتے ہیں۔ یہ بہت عظیم مقام ہے جس کا حقیقی مصداق انبیاء علیہم السلام بنتے ہیں۔ اس مقام کو پانے والا ایک فرد لاکھوں کروڑوں پر بھاری ہو جاتا ہے۔ چنانچہ پروردگار نے سیدنا ابراہیم (علیہ السلام) کو اس بنیادی وصف کی بنا پر اکیلے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت کو پوری امت قرار دیا:

☆ ﴿ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا وَ لَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ (سورۃ النحل: 120)

''یقیناً ابراہیم (اپنی ذات) میں ایک امت تھا، اللہ کا مطیع و فرمانبردار، یکسو اور وہ مشرکین میں سے نہ تھا۔''

☆ ﴿ وَ مَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَ اتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًاo ﴾ (سورۃ النساء۔ آیت: 125)

''اور کس کا دین اس سے بہتر؟ جس نے اپنے آپ کو اللہ کے سامنے جھکا دیا ہو اور وہ نیکو کار بھی ہو اور یکسو ہو کر پیروی کر رہا ہو ابراہیم (علیہ السلام) کے طریقے کی اور ابراہیم کو اللہ نے اپنا خلیل چن لیا ہے۔''

ہر نبی کے کچھ امتیازی اوصاف ہوتے ہیں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا وہ طرہ امتیاز جسے قرآن مجید میں جگہ جگہ بیان کیا گیا وہ:

''شرک کی ہر شکل سے شدید نفرت اور توحید سے محبت یعنی یکسوئی (حنیفاً) ہر طرف سے رخ پھیر کر صرف ایک ذات کی طرف رخ کر لینا۔ صرف اسے ہی اپنا مشکل کشا، داتا، حاجت روا...... لینا۔''

انکی اس امتیازی خصوصیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے پیارے رسول ﷺ کے دین کا بنیادی وصف ہی

یہی بیان فرمایا ہے کہ آپ (ﷺ) ابراہیم علیہ اسلام کی ملت (طریقے) پر ہیں۔ بلکہ قرآن مجید میں تکرار کے ساتھ آپ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ (ﷺ) بھی ابراہیم (علیہ السلام) کی ملت کی پیروی کریں، ارشاد ہوا:

﴿قُلۡ اِنَّنِیۡ هَدٰىنِیۡ رَبِّیۡۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ دِیۡنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبۡرٰهِیۡمَ حَنِیۡفًا وَ مَا کَانَ مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ﴾ (سورۃ الانعام، آیت۔161)

''اے رسول! فرما دیجیئے، میرے رب نے مجھے سیدھی راہ دکھا دی ہے یعنی راست دین (جس میں کوئی ٹیڑھ نہیں) جو طریقہ ہے ابراہیم کا جو یکسو (ایک اللہ کی طرف متوجہ) ہو گئے تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔''

سیدنا ابراہیم علیہ السلام اللہ کی واحدانیت کا اقرار اور شرک سے بیزاری کا ڈنکے کی چوٹ پر اعلان کرتے تھے۔

﴿وَ کَیۡفَ اَخَافُ مَاۤ اَشۡرَکۡتُمۡ وَ لَا تَخَافُوۡنَ اَنَّکُمۡ اَشۡرَکۡتُمۡ بِاللّٰهِ مَا لَمۡ یُنَزِّلۡ بِهٖ عَلَیۡکُمۡ سُلۡطٰنًا﴾ (سورۃ الاانعام، آیت:81)

''اور آخر میں ان سے کس طرح ڈر سکتا ہوں جنہیں تم اللہ کا شریک ٹھراتے ہو، جبکہ تم اللہ کے ساتھ انہیں شریک بناتے ہوئے نہیں ڈرتے جنکے (الوہیت و ربوبیت میں) شریک ہونے کی تمھارے پاس اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی۔''

دیکھا گیا ہے کہ انسان حق اور سچ پر ہونے کے باوجود لوگوں کے خوف سے حق بات کے اظہار سے ڈرتا رہتا ہے جبکہ اسوہ ابراہیمی (علیہ السلام) یہ ہے کہ نڈر ہو کر حق اور سچ کا اظہار کیا جائے۔

چنانچہ آنحضور ﷺ کو بھی حکم ہوا کہ آپ بھی پیروی کریں ابراہیم علیہ السلام کے طریقے کی، ارشاد ہوا:

﴿ ثُمَّ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّةَ اِبۡرٰهِیۡمَ حَنِیۡفًا وَ مَا کَانَ مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ۝﴾ (سورۃ النحل:123)

''پھر ہم نے وحی فرمائی (اے رسول) آپکی طرف کہ پیروی کر ملت ابراہیم کی جو یکسو تھا اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا۔''

اللہ کے ساتھ وابستگی، شرک سے بیزاری، اسکی توحید و یکسوئی کے درج ذیل وہ کلمات جو نماز سے قبل بھی پڑھے جاتے ہیں، وہ بھی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے الفاظ تھے جن میں وہ ہر نوع کے شرک سے بیزار ہوکر ایک اللہ کے ساتھ توحید و یکسوئی کا اعادہ کرتے تھے:

﴿اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ O﴾ (سورۃ الانعام:6: آیت:79)

''بے شک میں نے یکسو ہوکر اپنے تئیں اسی ذات کی طرف متوجہ کرلیا ہے جس نے پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمین کو اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اسوہ کے برعکس اب حالات یہ ہو چکے ہیں کہ جو اللہ کے لئے یکسوئی اختیار کرے: مصائب و اآلام میں صرف اللہ کو پکارے، اسے ہی اپنا مشکل کشا، داتا، حاجت روا..... سمجھے اسے تنقید کا نشانا بنا کر اولیاء کا منکر قرار دے دیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہی انسانیت کی عظمت اور معراج تھی جو انسان سے مطلوب تھی۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی طرح دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی اللہ کے یکسوئی کا تذکرہ یوں کیا گیا:

﴿ اِنَّھُمْ کَانُوْا یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَ یَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ رَھَبًا وَ کَانُوْا لَنَا خٰشِعِیْنَ O﴾ (سورۃ الانبیاء۔ آیت:90)

''بے شک وہ لوگ (انبیاء کرام) بھلائی کے کاموں کی طرف سبقت کرتے تھے اور اُمید اور خوف کی حالت میں ہمیں پکارتے تھے اور ہمارے لیے خشوع و خضوع اختیار کرتے تھے۔''

چنانچہ اس ضمن میں نبی کریم ﷺ کا اسوہ مبارک کے چند نمونے ملاحظہ کیجئے:

☆ ایک آدمی نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ آپ کی دعوت کیا ہے؟ فرمایا:

﴿ادعو الی اللہ وحدہ الذی ان مسک ضر فدعوتہ کشف عنک والذی ان ضللت بارض قفر دعوتہ رد علیک والذی ان اصابتک سنة فدعوتہ أنبت علیک﴾۔ (مسند احمد، 64/5، صحیح الجامع الحدیث نمبر 98)

''صرف ایک اللہ کی طرف بلاتا ہوں، اگر تجھے تکلیف پہنچے اور تو اس کو پکارے تو وہی تیری تکلیف دور کردے گا، اگر ویران زمین میں گم ہو جائے اور تو اس کو بلائے تو واپس لا دے گا، اگر تجھے قحط سالی پہنچے اور تو اس کو پکارے تو وہ تیرے لیے اُگائے گا۔''

☆ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں رسولُ اللہ ﷺ کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے لڑکے! تو اللہ جل جلالہ کے احکام کی حفاظت کر اللہ جل جلالہ تیری حفاظت فرمائے گا۔ اللہ جل جلالہ کے حقوق کا خیال رکھ تو اُسے اپنے سامنے پائے گا۔ ﴿و اذا سئلت فسئل اللہ و اذا ستعنت فاستعذ باللہ﴾ (اور جب تو سوال کرے تو صرف اللہ سے کرنا اور جب تو مدد طلب کرے تو صرف اللہ ہی سے مدد طلب کرنا) اور جان لے کہ اگر پوری اُمت بھی جمع ہو کر تجھے کوئی فائدہ پہنچانا چاہے تو نہیں پہنچا سکے گی مگر جو اللہ چاہے۔ اور اگر وہ تجھے کوئی نقصان پہچانا چاہے تو نہیں پہنچا سکے گی مگر جو اللہ چاہے۔ قلم اٹھ گئے اور صحیفے خشک ہو گئے۔

☆ شرعی دم وغیرہ اگرچہ جائز ہے اس کے باوجود آپ ﷺ نے بغیر حساب کتاب جنت میں جانے والوں کے متعلق ارشاد فرمایا: عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

''میری اُمت سے ستر ہزار افراد بلاحساب جنت میں جائیں گے، یہ وہ لوگ ہیں جو نہ دم جھاڑ کرتے ہیں اور نہ بدشگونی لیتے تھے اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے تھے۔''

(صحیح بُخاری ''کتاب الرقاق'' رقم: 6541 ، صحیح مسلم ''کتاب الایمان'' رقم: 522)

پروردگار موت سے قبل ہمیں بھی اپنے ساتھ ''یکسوئی'' کی عظیم سعادت کا کچھ نہ کچھ حصہ عطا فرمائے۔(آمین)

نوٹ: یکسوئی کا مطلب مخلوقات سے تعلق کی نفی نہیں۔قانون وضابطے کے تحت مخلوقات کے ساتھ وابستگی ہونی چاہیے جس کی تفصیل انشاء اللہ اگلے ابواب میں پیش کی جائے گی۔تاہم مخلوقات کی بجائے اللہ پر انحصار جس قدر زیادہ ہوگا اسی قدر تعلق باللہ مظبوط ہوگا اور رفعت و بلندی نصیب ہوگی جس کی وضاحت اس مضمون میں پیش کی گئی ہے۔

(4)۔منعم حقیقی کی شکر گزاری

انسان خالق کی عنایت کردہ ان گنت نعمتوں میں ڈوبا ہوا ہے،اسکے احسانات کے سائے تلے جی رہا ہے۔اللہ نے ہماری پیدائش اور نشونما کیلئے والدین اور ہدایت ورہنمائی کیلئے انبیاء ورسل علیہم السلام کا انتظام کیا؟ ہمارے وجود کو بنایا اور بقا کیلئے ضروری اعضا(ہاتھ، پاؤں، آنکھیں، دل، دماغ، جگر، پھیپھڑے، گردے، منہ، زبان، معدہ.......) بنائے تا کہ ہم اس دنیا میں جی سکیں اور ہماری پہچان ہو۔ہمارے وجود کی بقا کیلئے ہوا جسے ہم مسلسل کھا رہے ہیں وسیع پیمانے پر دستیاب کی۔سورج جس سے زندگی وابستہ ہے اسے بنایا اور چلایا؟ پانی کے بغیر ہم چند روز میں مر جائیں وافر مقدار میں مہیا کیا؟ زمین پر موزوں کششِ ثقل، درجہ حرارت سمیت ضروریاتِ زندگی کی ہر شے کہ ہم زمین پر بس سکیں مہیا کیں؟ غذا کیلئے طرح طرح کی اجناس، سبزیاں، پھل زمین کی مٹی سے اگائیں؟ بیماریوں کے علاج کیلئے جڑی بوٹیاں اور مختلف عناصر مہیا کئے؟ انہیں مختلف انداز سے استعمال کرنے کی ذہانت دی؟ پرندے جانور اور مچھلیاں غذا اور دیگر فوائد کیلئے بنائے اور انسان کے تابع کیا؟ درختوں سمیت دھاتیں: سونا، چاندی، تانبا، پیتل، لوہا...... جن کے استعمال سے روز مرہ کی بے شمار چیزیں: فرنیچر، گاڑیاں، گھر........ ہم بناتے ہیں دستیاب کیں۔اللہ کے بغیر زندگی کا کوئی تصور نہیں۔اللہ کے بغیر ہم ایک لمحہ نہیں جی سکتے۔اللہ کی عطا کردہ ان نعمتوں کا شمار نہیں کیا جا سکتا:

﴿وَ اِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ۝﴾

(سورۃ النحل:16: آیت:18)

''اور اگر تم شمار کرنا چاہو اللہ کی نعمتوں کو تو شمار نہیں کر سکتے یقیناً اللہ بہت بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔''

منعم حقیقی کی شکر گزاری صرف اسے ہی نصیب ہو سکتی ہے جس کا دامن شرک سے پاک ہو اور شجر توحید توانا ہو۔ منعم حقیقی کی شکر گزاری کی جھلک کیلئے ملاحظہ کیجئے نبی کریم ﷺ کے درج ذیل الفاظ جن کا اعادہ آپ ﷺ فرض نماز کا سلام پھیرنے کے بعد کرتے:

((لا الہ الا للہ وحدہ لا شریک لہ، الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیءٍ قدیر، لا حول ولا قوۃ الا باللہ، لا الہ الا للہ ولا نعبد الا ایاہ، لہ النعمۃ ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن، لا الہ الا للہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکا فرون)) (صحیح مسلم، ۴۱۰/۱)

''نہیں کوئی عبادت کے لائق مگر ایک اللہ جسکا کوئی شریک نہیں۔ بادشاہی اسی کی، حمد اسی کی، ہر چیز پر کامل قدرت وہی رکھنے والا، نہ کوئی زور نہ کوئی طاقت سوائے اک اللہ کے سہارے، کوئی نہیں بندگی کے لائق سوائے اس اللہ کے، اس ایک کے سوا ہم نہیں کسی کو پوجنے والے، نعمت اسکی، فضل اسی کا، خوب سے خوب ستائش بس اسی کی، اسکے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں، اطاعت و بندگی کو ہم صرف اسی کے لئے خالص کئے رہیں چاہے کافروں کو اس سے کتنی ہی تکلیف ہو۔''

لیکن جب انسان غلاظت شرک میں ملوث ہوتا ہے تو زیور توحید سے محرومی کی بنا پر اپنے پیدا کرنے والے کے ساتھ شدید محبت ووابستگی اور اسکی شکر گزاری کی سعادت سے ابلیس اسے دور کر دیتا ہے اور اسکی نظر میں اللہ کی قدر نہیں رہتی جسے یوں واضح کیا گیا:

﴿مَا لَكُمْ لاَ تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ٥ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا٥﴾

(سورہ نوح:71: آیت:13-14)

''تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تمھیں اللہ کی قدر و برتری کا عقیدہ نہیں رکھتے حالانکہ اس نے تمھیں طرح طرح (کی حالتوں) میں پیدا کیا ہے۔''

جب انسان توحید کے حقیقی تصور سے دور ہو جاتا ہے تو پھر تعلق و وابستگی، اسکی شکر گزاری، قدر، شدید محبت.... جو خالق کے ساتھ ہونی چاہئے، اس مقام پر وہ مخلوقات کو فائز کرتا ہے:

﴿وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾ (البقرہ۔آیت:165)

'' اور لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ کے علاوہ اور ہستیوں کو اللہ کے مدمقابل ٹھہرا کر اُن سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی محبت اللہ سے کرنی چاہیے اور (اُنکے برعکس) جو (حقیقی) ایمان والے ہیں وہ اللہ سے شدید ترین محبت رکھتے ہیں۔''

اللہ کی شکر گزاری کرنا تو بڑی دور کی بات ہے، شرک کے مرض میں ملوث لوگ تو اکیلے اللہ کا تذکرہ برداشت نہیں کر سکتے۔ یا تو صرف مخلوقات کے تذکرے سے خوش ہوتے ہیں یا اللہ کے تذکرے کے ساتھ ساتھ مخلوقات کے تذکرے سے۔ صرف اکیلے اللہ کی بات انہیں گوارا نہیں، حالانکہ انکے وہ کان جنہیں بات سننے کیلئے استعمال کرتے ہیں، وہ آنکھیں جن سے دیکھتے ہیں، وہ ذہن جس سے بات کو سمجھتے ہیں............ انکے پورے وجود سمیت کائنات کی تمام چیزیں اللہ وحدہ لاشریک نے بنائیں۔ انسان کے بدبختی کے اخیر مقام کو یوں واضح کیا گیا:

﴿وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لاَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ٥﴾ (سورہ زمر:45)

’’اور جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے اکیلے تو وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان دل (وحدانیت کے تذکرے سے) بیٹھنے لگ جاتے ہیں۔ اور جب اللہ کے ساتھ دیگر لوگوں کا ذکر کیا جاتا ہے تو انکے چہرے کھل اٹھتے ہیں۔‘‘

مذکورہ کیفیت یعنی خدائے واحد کے تذکرے سے ناگواری ہونا، جبکہ اللہ کے ذکر کے ساتھ مخلوق کو شامل کرنے سے کھل اٹھنا...... یہ آخرت پر ایمان کے اقرار کے ساتھ ہو یا آخرت پر ایمان کے بغیر، بیماری تو لگ چکی۔ جس کا شرک سے پاک اخروی محاسبے پر ایمان ہو کہ اسے اکیلا اللہ کی بارگاہ پیش ہونا اور نجات کیلئے صرف اللہ کے رحم و کرم پر ہونا ہے، اسکا آخرت پر حقیقی ایمان ہوگا جو شرک کے مرض سے نجات کا باعث بنے گا۔

یاد رکھیں! بلندی اللہ کی یاد اور اسکے ساتھ تعلق سے ملتی ہے نہ کہ اللہ کو پس پشت ڈال کر مخلوقات کے ساتھ تمسک میں۔ ولی اللہ تو وہ ہوتے ہیں جو اللہ کے ساتھ جوڑتے ہیں نہ کہ اللہ سے ہٹا کر اپنے ساتھ۔!

(5)۔ عظیم لافانی اخروی فلاح کی نوید

اخروی نجات کا اولین دارومدار بھی شرک سے بچنے اور دولت توحید سے آراستہ ہونے پر ہے۔ بروز قیامت باقی ہر گناہ سے معافی کا امکان موجود ہے لیکن شرک کا نہیں۔ جو خوش نصیب غلاظت شرک سے اپنا دامن بچا کر اللہ کی توحید کو اپنائیں گے، انشاء اللہ فلاح و کامرانی سے ہمکنار ہوں گے، بطور نوید چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

☆ جو کوئی بھی اللہ کی توحید کو پا گیا اور شرک سے اپنا دامن بچا گیا، وہ بالآخر ضرور بخشا جائے گا:

﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدِ افْتَرٰٓی اِثْمًا عَظِیْمًا﴾ (سورۃ النساء:48)

’’یقیناً اللہ جل جلالہ شرک کو معاف نہیں کرے گا اور اسکے علاوہ جس گناہ کو چاہے گا معاف

فرمائے گا اور جو اللہ کے ساتھ شریک مقرر کرے اُس نے بہت بڑا گناہ اور بہتان باندھا“۔

☆ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اسعد الناس بشفاعتی من قال لا الہ الا للہ خالصاً من قلبہ او نفسہ))

”میری شفاعت کا حقدار وہ خوش نصیب شخص ہے جو خلوص دل، خلوص نفس کے ساتھ یہ شہادت دے کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں۔“ (بخاری بشرح الفتح: ۱/۱۹۳ح ۹۹)

☆ صدق دل سے کلمہ توحید کو جاننے اور ماننے والا جنت میں ضرور داخل ہوگا:

((من مات و هو یعلم انہ لا الہ الا للہ دخل الجنۃ))

”جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ اس بات کی (حقیقت) جانتا ہو کہ نہیں کوئی عبادت کے لائق مگر اللہ تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔“

☆ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص سنوار کر وضو کرے پھر کہے:

((اشهد ان لا الہ الا للہ و اشهد ان محمدا عبدہ و رسولہ))

(سنن نسائی، کتاب الطھارہ، سندہ صحیح)

”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔“

تو اسکے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

☆ توحید کے بیان کی وجہ سے سورہ اخلاص کو ایک تہائی قرآن قرار دیا گیا۔ بعض صحابہ (رضی اللہ عنہم) نماز کی ہر رکعت میں دیگر صورتوں کے ساتھ اسے بھی ضرور پڑھتے تھے، جس پر نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا:

''تمھاری اس صورت کے ساتھ محبت تمھیں جنت میں داخل کردے گی۔''

(صحیح بخاری کتاب التوحید)

☆ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق: ﴿ لا الــه الا لــلـه ﴾ زمین و آسمان (کے خلا) کو (نیکیوں) سے بھر دیتا ہے۔(السلسلة الصحيحه للبانی،رقم:1316)

<u>کل سرمایہ/ متاع:</u> شرک سے نجات اور زیورتوحید کے نتیجے میں نصیب ہونے والے مذکورہ عظیم ثمرات انسان کا دنیا و آخرت کا کل سرمایہ ہیں۔ جو ان عظیم ثمرات سے محروم رہ گیا وہ بہت کچھ پا کر بھی سب کچھ کھو بیٹھا۔لیکن افسوس کہ مکار ابلیس نے زبردست چالوں میں پھنسا کر انسان کی یہ کل متاع اکثریت سے چھین لی ہے۔

کاش ہمیں یہ دولت نصیب ہو جائے۔(آمین)

۞۞۞۞۞

باب ٦

توحید سے دوری کی ابلیسی چالیں

شرک کی دلدل میں پھنسانے اور توحید کی عظیم سعادت سے دور کرنے کیلئے ابلیس سے جو کچھ ہوسکتا ہے وہ کرے گا۔ وہ اپنے سب حربوں اور چالوں کے ذریعے سر دھڑ کی بازی لگا دے گا۔ اسکے حربوں میں سے چند بنیادی حربوں سے آگاہی پیش خدمت ہے۔

(1)۔ غیر سنجیدگی۔ شدید ترین قرآنی تنبیہات کو ہلکا جاننا

(2)۔ توحید و شرک کی اصطلاحات کو لوگوں کی نظروں میں بُرا بنانا

(3)۔ کلمہ گو شرک کا ارتکاب کر ہی نہیں سکتا اسلئے فکر کی ضرورت نہیں

(4)۔ خالق پس پشت جبکہ مخلوق میں گم ہو جانا

(5)۔ خوش فہمیاں۔ اصل کو نظر انداز کر دینا جبکہ جواز کو اصل بنا لینا

(6)۔ بخشش اور رحمت الٰہی کی بے جا امید

(7)۔ فہم قرآن سے دوری۔ بغیر سمجھے رسمی تلاوت پر اکتفا

ان سب چالوں سے بچاؤ کیلئے کثرت سے آیات وارد ہوئیں لیکن اسکے باوجود بھی مکار ابلیس اکثریت کو اچک گیا ہے۔ آگاہی کیلئے ان چالوں کی مختصر وضاحت پیش خدمت ہے۔

(1)۔شدید ترین قرآنی تنبیہات کو ہلکا جاننا

انسان کو عظیم ہلاکت سے بچانے کیلئے خالق نے شرک سے نجات اور توحید کی سعادت پر لانے کیلئے قرآن میں شدید ترین تنبیہات نازل فرمائیں۔لیکن ابلیسی گرفت کی وجہ سے اکثریت غیر سنجیدہ ہے۔یہ وعیدیں سر کے اوپر سے گزر جاتی ہیں۔انسان ٹس سے مس نہیں ہوتا۔حالانکہ مذکورہ آگاہی پر مبنی ایک آدھی آیت ہی سلیم الفطرت انسان کو چوکنا کر دینے کیلئے کافی ہے۔ان تنبیہات کا خلاصہ کچھ یوں ہے:

(۱)۔خالق نے اپنا قانون واضح کر دیا ہے کہ بروز قیامت جو کوئی بھی شرک کی آمیزش کے ساتھ آئے گا،اس پر بخشش کے دروازے بند ہوں گے،دیکھئے:(سورہ نساء،آیت:48)

(۲)۔شرک کے ساتھ آنے والے بدنصیبوں کیلئے نبی کریم ﷺ نے شفاعت سے اعلان براءت فرمالیا ہے(من مات من امتی لا یشرک باللہ شیئا)۔یعنی میری شفاعت کا حقدار وہ ہوگا(جو میری امت میں اس حالت میں مرا کہ وہ اللہ کے ساتھ شرک نہیں کرتا تھا)۔

(مسلم،رقم:491،بخاری:6304)

(۳)۔اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو شرک کا ارتکاب کرنے والوں کیلئے دعائے مغفرت سے روک دیا۔حتیٰ کہ ایسے لوگ آپ ﷺ کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔(سورہ توبہ:آیت:13)

(۴)۔غلاظت شرک کی سنگینی واضح کرنے کیلئے پروردگار نے مثال دی کہ جس نے شرک کا ارتکاب کیا وہ ایسے ہے گویا،آسمان سے نیچے گر گیا،اسکے چیتھڑے ہو گئے،اسکا گوشت ہواؤں میں بکھر گیا اور پرندے اسے اچک لے گئے۔(سورہ الحج،آیت:31)

(۵)۔توحید سے بے رغبتی اور شرک کے مرتکب کو بے وقوف و پاگل قرار دیا گیا۔(البقرہ:آیت:130)

(۶)۔قرآن مجید میں شرک اور بدکاری کو ایک جیسی غیر اخلاقی جنس سے تعبیر کیا گیا۔

(سورۃ النور،آیت۔3)

(۷)۔شرک کے ارتکاب پر زندگی بھر کے کئے ہوئے نیک اعمال: عبادات، نماز روزہ، قربانی، صدقہ وخیرات، دعوت دین سمیت تمام کاوش اکارت۔بات کو سمجھانے کیلئے انبیاء علیہم السلام بلکہ امام الانبیاء علیہ السلام کی مثال بھی دے دی گئی کہ بالفرض یہ عظیم لوگ بھی شرک کرتے تو ان کے زندگی بھر کے اعمال بھی اکارت ہو جاتے۔

(سورہ انعام، آیت:88، سورہ زمر، آیت:65)

انبیاء علیہم السلام سے تو نعوذ باللہ اس بات کا امکان نہیں یہ تو محض ہمیں سمجھانے کیلئے آیات نازل کی گئیں کہ ہم ہوش کے ناخن لیں۔لیکن اسکے باوجود بھی ہم نیند سے بیدار ہونے کیلئے آمادہ نہیں۔

(۸)۔ اہل عقل ودانش کو مکار شیطان کے دھوکے سے بچانے کیلئے پروردگار نے بہت زوردار انداز سے تنبیہ فرمادی شاید انسانیت بچ جائے:

﴿ وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَ اُمِّیَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِیْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِیْ بِحَقٍّ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَ لَآ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ٥ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِیْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبَّكُمْ وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِيْدٌ ٥ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ٥ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ٥ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا فِيْهِنَّ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ٥ ﴾ (سورۃ المائدہ: 116-120)

’’اور (اس وقت کو یاد رکھو) جب اللہ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ بن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری والدہ کو معبود بنا لو؟ وہ عرض کریں گے تو پاک ہے مجھے کب شایاں تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کا مجھے کچھ حق نہیں۔ اگر میں نے ایسا کیا ہوگا تو وہ تیرے علم میں ہے۔ جو بات میرے من میں ہے تو اسے جانتا ہے اور جو تیرے من میں ہے میں اسے نہیں جانتا، بے شک تو غیبوں کو جاننے والا ہے۔ میں نے انہیں کچھ نہیں کہا سوائے اسکے جس کا تو نے مجھے حکم دیا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمھارا سب کا پروردگار ہے۔ اور میں جب تک ان میں رہا ان پر گواہ تھا۔ اور جب تو نے مجھے دنیا سے اٹھا لیا تو تو ہی ان کا نگراں تھا اور تو ہر چیز سے باخبر ہے۔ اگر تو انہیں عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو تو غالب اور حکمت والا ہے۔ اللہ فرمائے گا کہ آج وہ دن ہے کہ سچوں کو انکی سچائی ہی فائدہ دے گی۔ ان کیلئے باغات ہیں جن کے دامن میں نہریں بہہ رہی ہیں۔ وہ رہیں گے ان میں ہمیشہ ہمیش۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔ زمین اور آسمان میں اور ان دونوں کے مابین جو کچھ ہے، سب پر اللہ ہی کی بادشاہی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔‘‘

ابلیس کی مکاریوں اور بہت سے غلط نظریات سے بچانے کیلئے یہ ایک آیت کریمہ ہی کافی ہے۔ اس پر جتنا غور کیا جائے کم ہے۔

(۹)۔سخت ترین تنبیہ: انسانیت کو ہلاکت سے بچانے کیلئے شرک فی الذات پر آخری حد تک تنبیہ کر دی گئی:

﴿ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ اُمَّهٗ وَ مَنْ فِى الْاَرْضِ

جَمِيْعًا وَ لِـلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ○﴾(سورۃ المائدہ: 17)

''یقیناً کافر ہو گئے وہ لوگ جنہوں کہا عیسیٰ بن مریم اللہ ہیں۔(ان سے) کہہ دیجئے کہ اگر اللہ،عیسیٰ بن مریم اور انکی والدہ کو اور جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کو ہلاک کرنا چاہے تو اسکے آگے کس کی پیش چل سکتی ہے؟ آسمان اور زمین اور جو کچھ ان دونوں کے مابین ہے سب پر اللہ کی ہی بادشاہی ہے۔وہ جو چاہتا ہے تخلیق کرتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

یہ غضب درحقیقت لوگوں پر ہے تاکہ وہ شرک سے بچ سکیں لیکن افسوس کہ لوگ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔

(۱۰)۔آگ کا ایندھن: نبی کریم ﷺ نے تنبیہ فرمائی:

((من مات وهو يدعو من دون الله ندا دخل النار))(بخاری،رقم:449)

''جو شخص اس حال میں مرا کہ اللہ کے علاوہ کسی کو مدمقابل پکارتا تھا(مصائب و آلام میں بلا اسباب پکارنا جو کہ عبادت ہے) تو وہ آگ میں داخل ہوگا۔''

(۱۱)۔حضرت معاذؓ کو تاکید: نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ (رضی اللہ عنہ) کو دس باتوں کی تاکید فرمائی جن میں سے پہلی یہ تھی:

''اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، خواہ تمھیں قتل کر دیا جائے یا آگ میں جلا دیا جائے۔''

(مسند احمد:2157)

یعنی قتل ہونا اور آگ میں جلنا منظور کر لینا لیکن شرک کرنا برداشت نہ کرنا۔

ان قرآنی وعیدوں کی تفصیل کیلئے دیکھئے ہماری تحریر:

(ظلم عظیم پر جامع رہنمائی، باب ۱)

پیارے بھائیو! ہوش کے ناخن لیں، نفس و شیطان اور لوگوں کے پیچھے لگ کر اپنے جسم کے ساتھ

تو زیادتی نہ کریں۔فوراً فہم توحید وشرک کو سنجیدہ لیں اور اپنے آپ کو ہلاکت سے بچالیں۔

ایک شبہ اور اُس کا ازالہ

درج ذیل روایت سے استدلال کیا جاتا ہے کہ مسلمان شرک کا ارتکاب نہیں کر سکتا لہٰذا شرک کے ضمن میں مسلمانوں کو زیرِ موضوع نہیں بنانا چاہیئے:

''سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے تم پر اُس آدمی کا بڑا خوف ہے جو قرآن پڑھے گا یہاں تک کہ اُس کی تازگی اُس کے چہرے پر ظاہر ہوگی اور وہ (بظاہر) اسلام کی مدد کرنے والا ہوگا جس قدر اللہ چاہے گا اُسے متغیر کر دے گا پھر وہ دینِ اسلام سے نکل جائے گا اور دین کو اپنی پیٹھ پیچھے پھینک دے گا۔اپنے مسلم پڑوسی پر تلوار کے وار کرے گا اور اُس پر شرک کی تہمت لگائے گا۔حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی شرک کی تہمت لگانے والا شرک کے قریب ہوگا یا جس پر شرک کی تہمت لگائی جائے گی وہ شرک کے قریب ہوگا۔فرمایا بلکہ شرک کی تہمت لگانے والا خود شرک کے قریب ہوگا۔''

(صحیح ابن حبان 81، مجمع الزوائد)

وضاحت: اس روایت کے غلط مفہوم اور دیگر حقائق کو پس پشت ڈالنے کی بنا پر ابلیس کو کھیلنے کے لئے کھلا میدان مل گیا ہے کہ جیسے چاہے مسلمانوں کو ورغلا کر انکی ابدی ہلاکت کرے۔اِس روایت کے مطابق: مذکورہ آدمی اسلام میں ہوگا پھر اسلام کو چھوڑ دے گا اور اپنے مسلم پڑوسی پر تلوار چلائے گا اور شرک کا بہتان لگائے گا یعنی جو شرک میں ملوث نہیں اُس پر جھوٹ باندھے گا۔یعنی حقیقتاً اُس کا پڑوسی شرک سے محفوظ اور بری ہوگا۔یقیناً بے گناہ پر تہمت اور بہتان بازی بہت بڑا گناہ ہے۔لیکن اگر کسی کو واقعتاً کینسر کے مرض نے گھیر لیا ہو تو اسکی نشاندہی اور اس سے بچاؤ کی فکر نہ کرنا بے عقلی و ہلاکت کے سوا کچھ نہیں۔مزید یہ کہ اسی حدیث کی ایک اور روایت میں ''شرک'' کی بجائے ''کفر'' کے الفاظ

ہیں یعنی کفر کی تہمت لگانے پر وعید ہے۔اور کفر پر اس قسم کی وعید موجود ہے کہ اگر کسی پر کفر کا اطلاق کیا جائے تو کفر دونوں یعنی (کفر کی تہمت لگانے والے یا جس پر لگائی جا رہی ہے) میں سے کسی ایک پر لوٹے گا۔بہرکیف تطبیق کی بنا پر اگر درج ذیل دیگر دلائل کو بھی پیشِ نظر رکھا جاتا تو بچت ہو جاتی:

(۱)۔ لٰہذا شرک کی شدید سنگینی پر درجنوں آیات اور درجہ اول کی صحیح درجے کی احادیث کو نظر انداز کرکے،صرف اس ایک روایت (اور روایت بھی تیسرے چوتھے درجے کی کتاب) سے استدلال کرکے توحید وشرک کو سمجھنے اور اس سے بچنے سے صرف نظر کرنے کا نتیجہ ابدی ہلاکت کے سوا کچھ نہیں۔

(۲)۔ قرآن مجید اور درجہ اوّل کی کتبِ احادیث بخاری و مسلم وغیرہ میں خود آنحضور ﷺ نے صراحت کے ساتھ یہ بات واضح فرمائی ہے کہ اُمت مسلمہ بہت بُری طرح یہود و نصاریٰ کی پیروی کرے گی اور شرک میں مبتلا ہوگی۔اور اِس سے بچنے کی سخت تلقین فرمائی اور ایسے لوگوں کی شفاعت سے بھی دستبرداری فرمالی۔آنحضور ﷺ نے خود فرمایا کہ میری اُمت کے کچھ قبائل بتوں کو پوجیں گے اور قیامت سے پہلے لات وعزیٰ کی پوجا دوبارہ سے شروع ہو جائے گی وغیرہ۔اِس لیے کسی ایک ہی روایت سے فیصلہ نہیں ہوتا بلکہ تمام دلائل کو سامنے رکھ کر تطبیق پیدا کرنی چاہیے۔

(۳)۔ جس نے شرکیہ افعال وعقائد کو سمجھنے میں غفلت کی اُس نے اپنا بہت بڑا نقصان کیا۔ابلیس دھاک لگائے بیٹھا ہے کہ کسی طرح لوگوں کو شرک میں مبتلا کردے اور اپنا ہمیشہ کا ساتھی بنا لے۔

(2)۔ توحید وشرک کی اصطلاحات کو لوگوں کی نظروں میں بُرا بنانا

قرآن گواہ ہے کہ جو کوئی بھی تفہیمِ توحید اور شرک سے بچنے کی بات کرے گا اسکے خلاف ابلیس پوری

قوت سے حملہ آور ہوگا اور جو کچھ اس سے ہوسکتا ہے وہ کرے گا ایسے لوگوں کو کذاب، جادوگر، منکر، مردود قرار دے کر گالیاں نکلوائے گا۔

نبی کریم ﷺ نے جب قریش کو دعوتِ توحید دی تو شیطان نے قریش کو آپ ﷺ کے خلاف یوں آگ بگولہ کیا:

﴿وَعَجِبُوۡۤا اَنۡ جَآءَهُمۡ مُّنۡذِرٌ مِّنۡهُمۡ وَقَالَ الۡكٰفِرُوۡنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝ اَجَعَلَ الۡاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَىۡءٌ عُجَابٌ ۝﴾ (سورہ ص، آیت:5-4)

''اور وہ انہوں نے تعجب کیا کہ ان کے پاس انہیں میں سے ڈرانے والا آیا اور (ان) کافروں نے کہا یہ تو جادوگر ہے بڑا کذاب ہے۔ اس نے تو سب معبودوں کا ایک ہی معبود بنا ڈالا۔ بلاشبہ یہ بڑی عجیب بات ہے۔''

ایک روز رسول اکرم ﷺ حطیم مین نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط نے آپ ﷺ کی گردن میں کپڑا ڈال کر نہایت سختی سے گلا گھونٹنا شروع کیا۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ دوڑے آئے اور دھکا دے کر دشمن کو ہٹایا اور سورہ مومن کی درج ذیل آیت پڑھی:

﴿اَتَقۡتُلُوۡنَ رَجُلًا اَنۡ يَّقُوۡلَ رَبِّىَ اللّٰهُ﴾ (سورہ مومن:28)

''کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے۔''

جب حضرت شعیب علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو اللہ کی وحدانیت (اعراف، آیت:۸۵) کی دعوت دی تو قوم کو شیطان نے یوں بھڑکایا:

﴿قَالُوۡا يٰشُعَيۡبُ مَا نَفۡقَهُ كَثِيۡرًا مِّمَّا تَقُوۡلُ وَاِنَّا لَنَرٰٮكَ فِيۡنَا ضَعِيۡفًا ۚ وَلَوۡلَا رَهۡطُكَ لَرَجَمۡنٰكَ وَمَاۤ اَنۡتَ عَلَيۡنَا بِعَزِيۡزٍ ۝﴾ (سورہ ھود:91)

''وہ بولے اے شعیب! جو باتیں تم ہمیں کہتے ہو ان میں سے اکثر باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور بلاشبہ ہم دیکھتے ہیں تجھے کہ تو ہم میں بہت کمزور ہے اور اگر تمھارے کنبہ کا

لحاظ نہ ہوتا تو ہم نے تمھیں سنگسار کر دیا ہوتا اور تم ہم پر غالب نہیں۔‘‘

حضرت ھود علیہ السلام کی دعوت توحید (اعراف، آیت: ۶۵۔۷۰) پر لوگوں نے کہا جو باتیں تم کرتے ہو اسکی وجہ یہ ہے کہ تمھیں ہمارے کسی معبود کی بد دعا لگی ہے:

﴿قَالُوْا یٰھُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَیِّنَةٍ وَّ مَا نَحْنُ بِتَارِکِیْٓ اٰلِھَتِنَا عَنْ قَوْلِکَ وَ مَا نَحْنُ لَکَ بِمُؤْمِنِیْنَ ٥ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰکَ بَعْضُ اٰلِھَتِنَا بِسُوْٓءٍ قَالَ اِنِّیْٓ اُشْھِدُ اللّٰہَ وَ اشْھَدُوْٓا اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ ٥﴾ (سورہ ھود:54-53)

’’انہوں نے کہا اے ھود! تو ہمارے پاس کوئی دلیل تو لا یا نہیں اور ہم صرف تیرے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں اور نہ ہم تجھ پر ایمان لانے والے ہیں، بلکہ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ تمھیں ہمارے کسی معبود نے خرابی میں مبتلا کر دیا ہے۔آپ نے فرمایا کہ میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں تو اللہ کے سوا ان سب سے بیزار ہوں جنہیں تم شریک بناتے ہو۔‘‘

شیطان نے ایک بد بخت قوم سے رسولوں (علیہم السلام) کو انکی دعوت کی بنا پر معاذ اللہ منحوس قرار دلوا دیا:

﴿قَالُوْٓا اِنَّا تَطَیَّرْنَا بِکُمْ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَھُوْا لَنَرْجُمَنَّکُمْ وَ لَیَمَسَّنَّکُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ٥﴾ (سورہ یس:18)

’’ان لوگوں نے کہا ہم تو تمہیں منحوس سمجھتے ہیں، اگر تم (اپنی دعوت سے) باز نہ آئے تو ہم تمھیں سنگسار کر دیں گے یا دردناک عذاب دیں گے۔‘‘

جب اس دعوت کی آواز اٹھانے والے دنیا کے عظیم لوگ انبیاء کرام علیہم السلام کے حوالے سے انکی قوم کے لوگوں کو ابلیس نے نہیں چھوڑا تو ہماری کیا حیثیت ہے؟ شیطان چونکہ آج بھی موجود ہے اور اسی قوت سے حملہ آور ہے اسلئے اہل توحید کو دعوت توحید پر آج بھی ایسی ہی مزاحمت کا سامنا کرنا

پڑے گا۔

لیکن ڈرنا بالکل نہیں، ایمان کی سلامتی، اللہ کی محبت، آخرت اور انسانی درد کی خاطر اپنا حصہ ضرور ڈالنا ہے۔ ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ پوری حفاظت فرمائے گا۔

(3)۔ کلمہ گو شرک کا ارتکاب کر ہی نہیں سکتا اسلئے فکر کی ضرورت نہیں

ایک حدیث کے ادھورے مفہوم کی بنا پر ابلیس نے اگلا طاقتور فریب یہ دیا ہے کہ: امت مسلمہ سے قیامت تک شرک ختم ہو چکا ہے، ایک کلمہ گو مسلمان شرک کا ارتکاب کر ہی نہیں سکتا .... وغیرہ وغیرہ۔ لہٰذا فہم شرک و توحید کے باب کو لپیٹ کر سائیڈ پر رکھ دیں۔ اگر واقعتاً ایسا ہی ہو تو ہمارے لئے اس سے بڑی کوئی خوشخبری نہیں، لیکن ایسا ہے نہیں بلکہ یہ ایک بہت بڑا دھوکہ ہے۔ ظاہر ہے اس فریب کا شکار ہو جانے کے بعد:

- نہ شرک کی سمجھ بوجھ حاصل کرنے کی ضرورت رہی اور نہ ہی اس سے بچنے کی فکر۔
- توحید جو مومن کا اصل سرمایہ، خزانہ اور قوت و طاقت، دولت اور لذت تھی، اس سے بھی محرومی ہو گئی۔

چلیں اس دھوکے کی بنا پر شرک تو ختم ہو گیا سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا توحید کی ضرورت بھی ختم ہو گئی ہے کہ اب توحید کو سمجھنے اور اسے پانے کی ضرورت نہیں رہی.........؟ یاد رکھیں! جب تک شیطان موجود ہے وہ بلا تخصیص کلمہ گو یا غیر کلمہ گو سب کو پوری طاقت سے توحید سے دور اور شرک میں ملوث کرنے کی بھرپور کاشش کرتا رہے گا۔ بچے گا صرف وہی جو قرآن حکیم پر مظبوطی سے جم جائے گا۔

چنانچہ وہ روایت جس کے ادھورے مفہوم کی بنا پر لوگ اس بڑے دھوکے کا شکار ہو کر توحید کی عظیم سعادت سے دور ہوئے ہیں وہ یوں ہے:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

’’میں تمہارے متعلق اس بات سے خائف نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے لیکن مجھے ڈر ہے کہ تم ایک دوسرے کے مقابلے میں دنیا میں رغبت کرو گے‘‘۔ (بُخاری، رقم:1344، مُسلم)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری (211/3) میں لکھتے ہیں کہ:

’’....... معنی یہ ہے کہ اُمت مجموعی طور پر مشرک نہیں ہوگی۔ لہٰذا اُمت مسلمہ میں سے بعض (افراد و قبائل) کی طرف سے شرک کا وقوع ہوا ہے۔‘‘

اب بطور تطبیق کچھ دیگر روایات پر بھی غور فکر فرمالیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿**لا تقوم الساعت حتیٰ تلحق قبائل من اُمتی بالمشرکین و حتی تعبد قبائل من اُمتی الاوثان**﴾ (سُنن ابی داوٗد ’’کتابُ الفتن‘‘، رقم:4252)

’’اُس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک میری اُمت میں سے کچھ قبائل مشرکین کیساتھ نہ مل جائیں اور یہاں تک کہ میری اُمت کے کچھ قبائل بتوں کی پرستش کریں گے۔‘‘

نبی کریم ﷺ نے امت مسلمہ کے بارے میں انتہائی خوفناک خبر دی کہ:

’’یقیناً تم بھی پہلے لوگوں کے طریقوں کے پیچھے چل پڑو گے جس طرح بالشت، بالشت کے ساتھ اور ہاتھ، ہاتھ کے ساتھ (برابر ہوتا ہے) حتیٰ کہ اگر پہلے لوگوں نے کسی گوہ کے سوراخ میں داخل ہونے کا (بے ہودہ اور فضول) کام کیا تو تم بھی اُن کے پیچھے چلو گے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ اُن پہلے لوگوں سے مراد کیا یہودی اور نصرانی (عیسائی) ہیں؟ تو نے فرمایا: ’’اگر وہ مراد نہیں تو اور کون مراد ہیں۔ ؟‘‘

(بُخاری:3456، مسلم)

ہم سب جانتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کی اولین بڑی خرابی شرک تھی اسکے علاوہ دیگر بے شمار

خرابیاں تھیں۔کیااب بھی ہم شیطان کے فریب کا شکار ہوں گے۔؟

مذکورہ موضوع پر تفصیلی آگاہی کیلیئے دیکھئے ہماری تحریر:

(ظلم عظیم پر جامع رہنمائی، باب۲)

(4)۔ خالق پس پشت جبکہ مخلوق میں گم ہو جانا

توحید مخلوق کی نفی کا تقاضا نہیں کرتی مخلوق کے ساتھ محبت وابستگی بھی ہونی چاہئے۔مخلوق کی یاد، اسکا تزکرہ بھی ہو لیکن قانون و قاعدے اور تناسب کا خیال رکھتے ہوئے، یعنی:

(۱)۔ جائز اسباب اختیار کئے جائیں لیکن اسباب کے پیچھے موجود طاقت یعنی اللہ رب العالمین کو حقیقی کارساز سمجھا جائے۔

(۲)۔ مخلوق کو عارضی سہارہ جبکہ خالق کو ابدی و حقیقی سہارہ سمجھا جائے۔

(۳)۔ اسباب کو حرف آخر سمجھنے کی بجائے نظر مسبب الاسباب پر ہو۔اسباب میں کھونے کی بجائے مسبب الاسباب پر نظریں جمائی جائیں۔

(۴)۔ مخلوق کے پیچھے پڑ جانے، بار بار سوال کرنے اور حریص ہونے سے بچا جائے۔ایک دفعہ دو دفعہ، حد تین دفعہ سوال کرلیں، پھر کوئی کام نہیں کرتا تو اسکے بعد اللہ پر تکیہ کرلیں، انشاءاللہ وہ کوئی اور بہتر سبیل پیدا کردے گا۔بات کو سمجھنے کیلیئے چند روایات کا مفہوم ملاحظہ فرمائیں:

☆ ”جو سوال سے بچنا چاہے، اللہ اسے بچا لیتا ہے اور جو لوگوں سے بے نیازی اختیار کرے، اللہ اسے بے نیاز کردیتا ہے۔“ (بخاری:1427، مسلم)

☆”سوال پر سوال کرنے کی وجہ سے بروز قیامت چہرے پر گوشت نہ ہوگا۔“

(بخاری:1474، مسلم)

☆ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو مجھے اس چیز کی ضمانت دے کہ وہ کسی سے سوال نہیں کرے گا تو

میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں‘‘ .....اسی بنا پر حضرت ثوبانؓ کسی سے سوال نہیں کرتے تھے۔‘‘ (ابوداوٗد:1643،صحیح)

بہر کیف ضرورت کے تحت لوگوں سے کیا جا سکتا ہے لیکن بہت حریص نہ ہوا جائے۔

مخلوقات کو جو خوبیاں خالق نے دی ہیں : فضیلت، حسن و جمال، علم و دانش، فہم و فراست، ....انکے بیان کا بھی جواز ہے۔ یہ بھی بیان ہوں۔لیکن مخلوق میں ہی گم ہو جانا اور جس نے مخلوق کو پیدا کیا، سارے اوصاف دیئے اسے بھول جانا نا انصافی ہے۔خالق کی حمد و ثنا اسکی ستائش سب سے بڑھ کر ہونی چاہیئے ،اور مخلوق کی ہر خوبی بھی خالق کی نسبت سے بیان ہوتا کہ خالق کی معرفت نصیب ہو لیکن معاملہ الٹ ہو چکا ہے۔مخلوق کی یاد کا بھی جواز ہے لیکن جواز (یعنی مخلوق کی یاد) کو اصل جبکہ اصل (یعنی پروردگار کے تذکرے) کو کم اہمیت پر لایا جا چکا ہے۔جسکی وجہ سے ہم خالق سے کٹتے جا رہے ہیں۔کیونکہ جتنا جسے یاد کیا جائے گا اس سے تعلق بھی اسی قدر بنے گا۔مخلوق اور خالق میں نسبت تناسب کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔ ہمارے جلسوں محفلوں کے موضوعات الا ماشاء اللہ کم ہی اللہ پر مرکوز ہوتے ہیں۔حالانکہ جس نے مخلوق بنائی ،جس نے مخلوقات کو خوبیاں دیں،اس سے تعلق،اسکی یاد،اسکا تذکرہ سب پر غالب ہونا چاہیئے۔ورنہ شرک سے بچنا اور توحید پر آنا بہت مشکل ہے۔

قرآن مجید کو کھول کر دیکھیں، جو صفحہ بھی کھولیں گے،’’گفتگو کا مرکز و محور اللہ ہی ہوگا۔بات اللہ سے شروع اور اللہ پر ہی ختم ہوگی‘‘۔

حقیقت حال سے آگاہی کیلئے قرآن میں سے چند آیات پر غور فرمائیں:

☆ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝﴾ (سورۃ الاحزاب:21)

’’یقیناً تمھارے لئے رسول اللہ کی ہستی بہترین نمونہ ہے،اسکے لئے جسے اللہ سے ملنے اور روز قیامت آنے کی امید ہو اور وہ اللہ کی یاد (تذکرہ) کثرت سے کرتا ہو۔‘‘

یعنی آپ ﷺ کو حقیقی معنوں میں نمونہ ومعیار صرف وہی بنا سکے گا جسے اللہ سے ملنے اور روز قیامت آنے کی امید ہو اور وہ اللہ کی یاد (تذکرہ) کثرت سے کرتا ہو۔

☆ ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا ۝ وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا ۝ ﴾ (سورۃ الاحزاب: 41-42)

''اے اہل ایمان اللہ کی یاد کرو کثرت کے ساتھ اور صبح وشام اسکی پاکی بیان کرو۔''

یعنی کثرت سے اسکی یاد، ہر نصیب ہونے والے وقت میں (صبح بھی، شام بھی) اسے شرک سمیت دیگر عیوب سے پاک قرار دیا جائے۔

☆ ﴿ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِیْرًا وَّ سَبِّحْ بِالْعَشِیِّ وَ الْاِبْكَارِ ۝ ﴾ (سورہ آل عمران: 41)

''اپنے رب کو یاد کرو کثرت کے ساتھ اور صبح وشام اسکی تسبیح بیان کرو۔''

☆ ﴿ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّهٖ سَبِیْلًا ۝ ﴾ (سورہ مزمل: 19)

'یہ قرآن ایک نصیحت نامہ ہے، تو (مقصود یہ ہے کہ) تم میں سے جو چاہے اپنے رب کی طرف راستہ پکڑ لے۔''

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی خصوصیت یوں بیان فرمائی گئی:

☆ ﴿ اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِیْفًا وَ لَمْ یَكُ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴾

(سورۃ النحل، آیت: 120)

''یقیناً ابراہیم (اکیلے ہی) ایک امت تھے، اللہ کے مطیع وفرمانبردار، اسی کی طرف یکسو تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔''

☆ ﴿ وَالَّذِیْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ یَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْۤا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰی فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝ ﴾ (سورہ زمر: 17)

''وہ لوگ جنہوں نے طاغوت کی عبادت سے اجتناب کیا (اسکے برعکس وہ) اللہ ہی کی طرف رجوع لائے، ان کیلئے بشارت ہے تو (میرے ایسے بندوں کو) بشارت دے دو۔''

☆ ﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَ بِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ o﴾ (سورۃ الانعام، آیت: 162-163)

''اے نبی (ﷺ) فرما دیجئے یقیناً میری نماز، میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کیلئے ہے جو پالنے والا ہے تمام جہانوں کا۔ جس کا کوئی شریک نہیں، اور مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے اسکا فرمانبردار بنوں۔''

سبحان اللہ ایک ایک لفظ موتیوں کی طرح نکھری ہوئی وحدانیت کا درس دے رہا ہے اور یہی مومن کا نصب العین ہے۔

☆ ﴿اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ اعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَ اَخْلَصُوْا دِیْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ سَوْفَ یُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا﴾ (سورہ نساء: 146)

''سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کر لی اور اللہ کے ساتھ چمٹ گئے (یعنی قرآن کے ذریعے سے)، اور اپنے دین کو اللہ کیلئے خالص کر لیا۔ ایسے لوگ (ہی درحقیقت) مومنوں کے زمرے میں آتے ہیں اور اللہ مومنوں کو بڑا اجر دے گا۔''

☆ ﴿وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَهُمْ کَحُبِّ اللّٰهِ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾ (سورۃ البقرہ: 165)

''لوگوں میں سے کچھ ایسے لوگ بھی ہیں، جنہوں نے اللہ کے سوا شریک کھڑے کئے ہیں، ان سے اس طرح کی محبت کرتے ہیں جیسی محبت کا حقدار اللہ ہے۔ جبکہ (اسکے برعکس) جو (حقیقی) مومن ہیں وہ تو شدید ترین محبت کرتے ہیں اللہ کے ساتھ۔''

یہاں بہت واضح انداز سے شرک کی بیماری میں مبتلا ہونے کی علامت بیان کی گئی ہے

☆ بڑی غلط فہمی: یہ کہ لوگوں کو ولایت کے درجے پر فائز کر کے ان کی غلامی اختیار کرنا، بڑے بڑے القابات سے نوازنا، انہیں کے ساتھ اپنی نسبت جوڑنا....... جبکہ اللہ کو بیچ میں نکال کر پس پشت ڈال دینا۔ جبکہ قرآن نے خبردار کر دیا کہ ایسا تعلق تو میرے پیغمبر کے ساتھ بھی شایاں نہیں، چہ جائے کہ غیر نبی کے ساتھ ایسا تعلق بنایا جائے، اسکا حق دار تو صرف خالق ہے جس نے سب مخلوقات کو بنایا ہے، ارشاد ہوا:

﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ٥﴾ (سورہ آل عمران:79)

''کسی بشر کو بھی شایاں نہیں کہ ہم اسے کتاب، احکامات اور نبوت دیں تو وہ لوگوں سے یہ کہے کہ تم اللہ کے سوا میرے بندے بن جاؤ، بلکہ وہ تو یہی کہے گا کہ تم ربانی (یعنی رب والے) بن جاؤ کتاب کی تعلیم وتدریس کے تقاضے کی بنا پر۔''

بہت بڑی خرابی تو پرودگار نے بالکل واضح کر دی ہے لیکن اسے تسلیم کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ ہم نے ولایت کے کئی خودساختہ پیمانے بنا لئے ہیں جبکہ خالق نے ولی کی تعریف یوں کی ہے:

﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ٥ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ٥﴾ (سورہ یونس:63-62)

''خبردار یقیناً اولیاء اللہ کو نہ خوف ہوگا نہ غم۔ یہ (ولی) وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا۔''

قرآن نے ولی کے لئے دو شرائط بیان کر دی ہیں کہ: (۱)۔ ایمان لانا اور (۲)۔ تقویٰ پر کاربند ہونا۔ لہٰذا قرآن کی رو سے ان دو شرائط کا حامل ہر شخص ولی اللہ ہے۔ ظاہر ہے خود

ساختہ نظریات کے خلاف اس بات کو کون مانتا ہے۔!

☆ اصحاب کہف: کہا جاتا ہے کہ سورہ کہف ولیوں کی صورت ہے، جو ولیوں کے ساتھ چمٹنے کی ترغیب دیتی ہے۔ حقیقت سے آگاہی کیلئے غور کیجئے:

سورہ کہف (آیت: ۱۰۔۱۶) میں اصحاب کہف نے اللہ کو پکارا (جبکہ فی زمانہ کلمہ گو کی اکثریت دفع حاجات کیلئے اللہ کے سوا مخلوقات کو پکارتی ہے)...... رب نے فرمایا.... میں نے انکے دل مظبوط کر دیئے..... پھر انہوں نے کہا ہم آسمانوں اور زمین کے مالک کے سوا کسی کو نہ پکاریں گے..... ہماری قوم نے اللہ کے سوا معبود بنائے ہیں.... ان سے زیادہ ظالم کوئی اور نہیں۔

﴿ وَ اِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْلَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَ يُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ۝﴾ (سورہ کہف:16)

”اور جب تم ان مشرکوں سے اور جن کی اللہ کے سوا عبادت کرتے ہیں ان سے کنارہ کر لیا ہے تو غار میں چل رہو۔ تمھارا پروردگار تمھارے لئے اپنی رحمت وسیع کر دے گا اور تمھارے کاموں میں آسانی کے سامان مہیا کرے گا۔“

شرک کی بیماری کی علامت اور بدبختی کے اخیر مقام کو یوں واضح کیا گیا:

☆ ﴿وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝﴾ (سورہ زمر:45)

”اور جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے اکیلے تو وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان دل (وحدانیت کے تذکرے سے) بیٹھنے لگ جاتے ہیں۔ اور جب اللہ کے ساتھ دیگر لوگوں کا ذکر کیا جاتا ہے تو انکے چہرے کھل اٹھتے ہیں۔“

مذکورہ کیفیت یعنی خدائے واحد کے تذکرے سے ناگواری ہونا، جبکہ اللہ کے ذکر کے ساتھ مخلوق کو

شامل کرنے سے کھل اٹھنا...... یہ آخرت پر ایمان کے اقرار کے ساتھ ہو یا بغیر بیماری تو لگ چکی۔ اگر واقعتاً حقیقی ایمان ہو تو زندگی کی اولین ترجیح ہی شرک کو سمجھنا اور اس سے بچنا ہو جاتی ہے۔

یاد رکھیں! بلندی اللہ کی یاد اور اسکے ساتھ تعلق سے ملتی ہے نہ کہ اللہ کو پس پشت ڈال کر مخلوقات کے ساتھ تمسک میں۔ ولی اللہ تو وہ ہوتے ہیں جو اللہ کے ساتھ جوڑتے ہیں نہ کہ اللہ سے ہٹا کر اپنے ساتھ۔!

تاہم

مخلوقات کے ساتھ شرک سے پاک درج ذیل درست تعلق ہونا چاہیئے:

(۱)۔ اللہ کی خاطر دوستی، محبت، (۲)۔ اعتدال کے ساتھ انکی یاد، تذکرہ، (۳)۔ انکا ادب واحترام، (۴)۔ خدمت وتعاون۔

مزید یقین کیلئے اس ضمن میں درج ذیل احادیث بھی ملاحظہ کرلیں:

نبی کریم ﷺ ہر موقع پر اپنے رب کو یاد کرتے: صبح وشام، نماز میں، نماز کے علاوہ، گھر میں داخل ہوتے وقت، باہر نکلتے وقت، سفر میں، بازار میں، کھانا کھاتے وقت، لباس اتارتے، پہنتے وقت....... ہر جگہ رب کی یاد سے تروتازہ رہتے، آپ ﷺ نے فرمایا:

(۱)۔ ''جو شخص اپنے رب کی یاد کرتا ہے وہ زندہ کی مانند ہے اور جو ذکر نہیں کرتا وہ مردہ کی مانند ہے۔'' (بخاری:6407، مسلم)

(۲)۔ ''شیطان ابن آدم کے دل کے ساتھ چمٹا رہتا ہے، جب وہ اللہ کی یاد کرتا ہے تو وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب وہ غافل ہوتا ہے تو وسوسہ اندازی کرتا ہے۔'' (بخاری:4977)

(۳)۔ ''جن مجلسوں میں اللہ کا ذکر نہ ہوگا وہ مجلسیں بروز قیامت باعث حسرت ہوں گی۔''

(ابوداؤد:4855)

(۴)۔ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو ایک موقع پر فرمایا: ہر نماز کے بعد یہ کلمات ترک نہ کرنا:
(الھم اعنی علی ذکرک و شکرک وحسن عبادتک)(ابوداؤد:1522)
''اے اللہ میری مدد فرما اپنی یاد اپنے شکر پر اور بہترین خالص عبادت پر۔''

(۵)۔ ''حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت کرتے...... ایک دن آپ ﷺ نے فرمایا: جو مانگنا چاہتے ہو مجھ سے مانگ لو، حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: جنت میں آپ ﷺ کے ساتھ کا سوال کرتا ہوں کسی اور چیز کا مطالبہ نہیں، بس یہی، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: تو اپنی ذات کیلئے کثرت سجود سے میری مدد کر۔'' (مسلم:489)
یعنی اس مقام کو پانے کیلئے اللہ کی بارگاہ میں کثرت سے سجدے کر۔

(۶)۔ ''سب سے افضل مال ذکر کرنے والی زبان، قلب شاکر اور مومنہ شریک حیات جو اسکے ایمان کی بابت معاونت کرے۔'' (ترمذی:3094)

(۷)۔ ''چار کلمے (سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر) کہنا (یعنی انکا اقرار کرنا) مجھے پوری کائنات سے زیادہ محبوب ہیں۔'' (مسلم:6847)

(۸)۔ ''اے اللہ ہم نے تیری ہی توفیق سے صبح کی اور تیری ہی توفیق سے شام کی، تیری ہی توفیق سے زندہ ہیں اور، تیری ہی توفیق سے مریں گے اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔۔۔ یہی شام کے وقت۔'' (ترمذی:3391)

(۹)۔ ''اے اللہ میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کر دیا۔ میں تجھ پر ایمان لایا۔ میں نے تجھ پر ہی بھروسہ کیا۔ تیری ہی طرف میں نے رجوع کیا اور تیری وجہ سے ہی میں نے (دین کے دشمنوں) سے جھگڑا کیا۔ اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تیرے غلبے کے ذریعے سے میں پناہ مانگتا ہوں، اس بات سے کہ تو مجھے سیدھے راستے سے بھٹکا دے۔ تو زندہ ہے جسے موت نہیں آئے گی، جبکہ تمام جن وانس مر جائیں گے۔'' (بخاری:7383، مسلم)

<u>ذرا سوچئے!</u> توحید یعنی خدائے واحد کے ساتھ شدید محبت و وابستگی، ہمہ تن اسکی یاد پر ابلیس فوراً یہ کہتا ہے کہ ولیوں سے دوری بدنصیبی ہے۔سوچنے کی بات ہے کہ وہ خالق جس نے ولیوں سمیت ارض وسماوات کو پیدا کیا اور کائنات کو چلایا، اس سے دور ہونا کیا بدنصیبی نہ ہوگا۔!

انبیاء علیہم السلام کا اسوہ مبارک تو اسی حقیقت کی عکاسی کرتا ہے کہ جس خوش نصیب کو دولت توحید نصیب ہوجائے اسکے قلب وزبان پر منعم حقیقی کی یاد جاری ہوجاتی ہے۔اسکی سانسوں، اسکی زبان سے تو یہی کلمات نکلتے ہیں:

"**الله اکبر** (اللہ ہی سب سے بڑا ہے)، **الحمد لله** (شکر اور تعریف ہے اللہ کیلئے)، **سبحان الله** (اللہ ہر قسم کے شرک اور عیوب سے پاک ہے)، **ماشاء الله** (جو اللہ چاہے)، **انشاء الله** (جو اللہ چاہے)، **استغفر الله** (میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں)، **لاحول ولا قوۃ الا باللہ** (نہیں ہے بھلائی پانے اور برائی سے بچنے کی طاقت مگر صرف اللہ کی بدولت)، **حسبنا الله ونعم الوكيل** (ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ کیا خوب کارساز ہے)، **سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم** (اللہ ہر قسم کے شرک اور عیوب سے پاک ہے اور اپنی تعریف کے ساتھ، اللہ پاک ہے اور وہ عظمت والا ہے)، **سبحان الملکِ القدوس** (اللہ پاک ہے، وہ بادشاہ ہے، نہایت مقدس ہے)..............................!"

اور اسی طرز عمل میں انسان کی دنیا وآخرت کی نجات ہے کہ اُس ذات کے ساتھ وابستہ ہوجائے جو سب سے بلند و برتر ہے، سب سے بڑھ کر توانا و طاقتور ہے، نہ کبھی سوتا ہے، نہ اونگھتا ہے، نہ غافل ہوتا ہے۔خود سے زندہ وجاوید، سب کو زندگیاں دینے والا اور سب کی زندگیوں کو چلانے والا، ازلی ابدی جس نے کبھی فوت نہیں ہونا....... اسی لئے ہر مشکل، ہر مصیبت میں نبی کریم ﷺ کے یہ کلمات ہوتے:

((یاحی یاقیومُ برحمتک استغیث))۔''اے خود سے زندہ، اے سب کو تھامنے والے، تیری رحمت کے ساتھ تیری مدد کا سوال ہے۔''

آپ ﷺ پر اللہ کی کروڑوں رحمتیں اور درود و سلام ہو جنہوں نے انسانیت کی سب سے بڑی طاقت یعنی ''توحید'' کی راہ میں آنے والی تمام رکاوٹوں اور شدید مشکلات کی پروا کئے بغیر نورِ توحید سے انسانیت کو سیراب کیا۔

دوسری طرف مخلوقات میں سے سب سے زیادہ پکارے جانے والی شخصیت (شیخ عبدالقادر جیلانیؒ) کی اپنی تعلیم یہ ہے:

<u>فتوح الغیب۔مقالہ-62:</u> ''تو اس کی طرف دیکھ جو تجھے دیکھتا ہے، اس کی طرف متوجہ ہو جو تیری طرف متوجہ ہے، اپنا ہاتھ اسے دے جو تجھے گرنے سے بچاتا ہے...... یہ عادت کب تک، مخلوق کب تک، خواہش کب تک، سرکشی کب تک، اللہ جل جلالہ کے غیر کب تک؟ اشیاء کے خالق سے کدھر منہ اٹھا کر جاتا ہے؟

<u>الفتح الربانی:13</u> ''بہادر وہی ہے جس نے اپنے قلب کو ماسوا اللہ جل جلالہ سے پاک کر لیا اور قلب کے دروازے پر توحید کی تلوار اور شریعت کی شمشیر لے کر کھڑا ہو گیا کہ مخلوقات میں سے کسی کو بھی اس میں داخل نہیں ہونے دیتا......شریعت اس کے ظاہر کو مہذب کرتی ہے اور توحید اس کے باطن کو۔''

<u>تورات سے ایمان کی تازگی:</u>

اس ضمن میں تورات میں درج ذیل ایمان افروز کلمات موجود ہیں:

''(موسیٰ نے کہا) اے بنی اسرائیل غور سے سن! خدا ہمارا خدا صرف ایک خدا ہے۔ تُو اپنے خدا سے اپنے پورے دل، پوری جان اور پوری چاہت سے محبت رکھ۔ یہ باتیں تیرے دل میں ہمیشہ نقش رہیں۔ اور یہ توحید تُو اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، گھر آتے، گھر

سے جاتے، ہر وقت اپنے بچوں کو سکھا تارہ تا کہ ان کے دلوں پہ بھی نقش رہیں۔''

(کتاب الاستثناء، باب:5-6)

اللہ تعالیٰ ہمیں موت سے قبل جلد از جلد حقیقت تسلیم کر کے قابل رشک بننے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

(5)۔ خوش فہمیاں۔اصل کو نظر انداز کر دینا جبکہ جواز کو اصل بنا لینا

اس ضمن میں انسان کی ہلاکت دو طرح سے ہوتی ہے:

(ا)۔ اللہ نے اپنی کتاب میں ہر خطرے سے مکمل آگاہی فرمائی ہے لیکن جب انسان اپنے خود ساختہ نظریات کے خلاف حقائق کو تسلیم نہیں کرنا چاہتا تو پھر وہ آیات کے غلط معنی و مفہوم، تاویل و تحریف کے سہارے اللہ کی بات کو اس انداز سے پھیرتا ہے کہ اسکی اپنی سوچ، اپنا پسندیدہ مسلک بچ جائے اور بات اسکے مطابق ہو جائے۔یوں انسان خود فریبی کے ذریعے خود بھی خوش فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور دوسروں کو بھی لے ڈوبتا ہے۔

پروردگار نے انسانیت کو اس تباہی سے بچانے کیلئے یوں تنبیہات نازل فرمائیں:

☆ ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا اَفَمَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْٓ اٰمِنًا یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ﴾ (سورہ حم السجدہ، آیت:40)

''بے شک وہ لوگ جو ہماری آیات میں تحریف کرتے ہیں (اصل معنی سے ہٹاتے ہیں) وہ ہم سے مخفی نہیں، بھلا جو شخص آگ میں ڈالا جانے والا ہے اچھا ہے یا وہ جو قیامت کے دن امن کے ساتھ آنے والا ہے؟ تم جو چاہو کرو (لیکن یاد رکھو) جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اسے یقیناً دیکھنے والا ہے''۔

☆ ﴿وَ الَّذِیْنَ سَعَوْ فِیْٓ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ اُولٰٓئِکَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِیْمٌ٥﴾

(سورہ سبا، آیت:5)

''اور جنہوں نے ہماری آیتوں میں ہمیں ہرانے کی کوشش کی انکے لئے عذاب
ہے دردناک عذاب میں سے۔''

افسوس کہ فرقہ پرست علماء حضرات شدومد سے اس کام میں ملوث ہیں جس کی نشاندہی علامہ اقبال رحمہ اللہ نے بھی فرمائی:

ہوئے کس قدر بے توفیق پاسبانِ حرم — خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں
احکام تیرے حق ہیں مگر اپنے مفسر — تاویل سے بنا سکتے ہیں قرآن کو پازند

پازند: پارسی مذہب کی کتاب

(۲)۔گمراہی کی دوسری شکل یہ ہے کہ دین میں کچھ چیزیں دین کی اصل اور بنیاد ہوتی ہیں جو اصلاً مطلوب ومقصود ہوتی ہیں اورانہیں چیزوں پر کچھ جواز بھی موجود ہوتا ہے جیسے:

اللہ کی یاد، اسکا تذکرہ، اسکی بندگی اصلاً مطلوب ہے جبکہ دیگرمخلوقات کی یاد، انکے تذکرے کا بھی جواز ہے۔اسی طرح رسولوں علیہم السلام کی پیروی اصلاً مطلوب ہے جبکہ دیگرلوگوں علماء حضرات، ائمہ کرام ... کی مشروط پیروی کا بھی جواز رکھا گیا ہے۔اسی طرح بہت اور مثالیں بھی ہیں۔

ابلیس یہ کرتا ہے کہ دین کی اصل کونظر انداز کرا کے ساری توجہ جواز پر مرکوز کرکرا دیتا ہے۔جسکی وجہ سے جواز اصل کی جگہ لے لیتا ہے، جبکہ اصل نظر انداز ہو جاتا ہے۔یہی نقب لگایا ہے ابلیس نے توحید وشرک کے حوالے سے۔وہ خالق جس نے ہر چیز کو وجود دیا۔سرتاپا جس کی نعمتوں اور احسانات میں ہم ڈوبے ہوئے ہیں اور جسکی وجہ سے کارخانہ حیات چل رہا ہے، اسکی یاد، اسکا تذکرہ، اسکی شکرگزاری، اس سے وابستگی جواز کی شکل اختیار کرگئی ہے جبکہ مخلوقات کواصل کی جگہ دے دی گئی ہے۔جسکا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ خالق سے ہمارا تعلق کمزور جبکہ مخلوقات سے مظبوط ہوگیا ہے۔نسبت تناسب کے اعتبار سے ہر چیز کواسکے مقام پر رکھیں گے

تو بچ سکیں گے۔

(6)۔ بخشش اور رحمت الٰہی کی غلط امید

ابلیس نے توبہ کے غلط تصور اور اللہ کی بخشش کی غلط امید کی بنا پر بہت بڑا دھوکہ دے کر لوگوں کو شرک سمیت دیگر بہت سے گناہوں سے آلودہ کر کے بے عملی کی راہ پر مطمئن کر دیا ہے۔اس غلط فہمی کا شکار ہونے کی وجہ سے دنیا میں وقتی تسلی تو مل جائے گی لیکن ہمیشہ کی زندگی ہاتھ سے نکل جائے گی۔اگر کبوتر یہ خیال کرے کہ آنکھیں بند کرنے سے وہ بلی سے بچ جائے گا،تو یہ محض اسکی خام خیالی ہوگی۔

جب انسان صرف ایک پہلو کو مدنظر رکھتا ہے کہ اللہ کی رحمت بڑی وسیع ہے،وہ ۱۰۰۔ماؤں سے بھی زیادہ پیار کرنے والا ہے،وہ مجھے کیونکر سزا دے گا۔اسکے برعکس اس بات کو نظرانداز کر دیتا ہے کہ اللہ کے عدل کا یہ تقاضا ہے کہ نافرمانوں کو سزا اور فرمانبرداروں کو جزا دے۔جس کے تذکرے سے قرآن بھرا پڑا ہے........ تو اس صورت حال کا نتیجہ غفلت و بے عملی ہی نکلتا ہے۔بلاشبہ اللہ کی رحمت بڑی وسیع ہے،وہ بہت معاف فرمانے والا ہے،لیکن دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ وہ نافرمانوں کو بہت سخت سزا دینے والا بھی ہے۔شیطان سے بچنے کیلئے دونوں پہلو ذہن نشین رکھنا ضروری ہیں۔حقیقت حال جاننے کیلئے دیکھئے ہماری تحریر:

(طاقتور ابلیسی دھوکے: باب ۷)

(7)۔ فہم قرآن سے دوری۔بغیر سمجھے رسمی تلاوت پر اکتفا

انسان کی حقیقی رہنمائی کا اولین سرچشمہ قرآن حکیم ہے۔اس رہنمائی کے بغیر تاریکیاں ہی تاریکیاں ہیں۔توحید و شرک کے حوالے سے حقائق کیا ہیں؟ان کا مفصل بیان قرآن حکیم میں ہے۔جو فہم قرآن سے دور ہے وہ شیطانی مکاریوں سے بچ نہیں سکتا۔لہٰذا مسلمانوں کی اکثریت کا فہم توحید و شرک کو اولین اہمیت نہ دینے کی بڑی وجہ فہم قرآن سے دوری بھی ہے۔جو مخلص لوگ قرآن سے وابستہ ہیں وہ

فہم توحید وشرک کو اولین ترجیح پر لائے بغیر نہیں رہ سکتے۔

توحید پر بنیادی وابتدائی معلومات کے بعد اب ہم اللہ کے فضل سے توحید کی وضاحت بیان کرتے ہیں۔

✡✡✡✡✡

باب ۷

توحید کی تفہیم

توحید پر بنیادی معلومات کے بعد اب توحید کی تفہیم اسکی مختلف شکلیں اور انکی وضاحت پیش کی جائے گی تا کہ اصل جوہر کی پہچان کر کے اسے زندگی کا حصہ بنایا جا سکے۔

’’توحید اللہ تعالیٰ کو ایک اور یکتا ماننا ہے،توحید لغوی طور پر ایک بنانا یا اکائی پر اصرار کرنا ہے۔ یہ عربی لفظ ’وحد‘ سے لیا گیا ہے جسکا معنی ایک کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور حقوق کو ہر طرح کی دوئی اور شرک سے پاک تسلیم کرنا توحید ہے۔ توحید کی ضد شرک ہے۔ شرک کی جملہ آلائشوں سے اپنا دامن بچا لینا توحید کی راہ ہے‘۔ جو ابلیسی دھوکوں میں آکر کہ کلمہ گو شرک کر ہی نہیں سکتا اور وہ توحید کو سمجھنے اور شرک سے بچنے سے دور ہو گیا وہ سب کچھ کھو بیٹھا۔‘‘

توحید کے حوالے سے قرآن وسنت میں درج ذیل بنیادی شکلوں کا بیان آیا ہے۔

(1) توحید ذات (2) توحید ربوبیت (3) توحید الوہیت (انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا محور) (4) توحید اسماء وصفات

(1) توحید ذات

اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں واحد اور بے مثل ہے۔ نہ اس کی بیوی ہے، نہ اولاد، نہ ماں ہے نہ باپ۔ وہ خالق ہے اس کے سوا ہر چیز مخلوق ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا یعنی ازلی، ابدی ہے باقی سب چیزیں مخلوق ہیں۔ توحید ذات میں شراکت گھناؤنا ترین جرم ہے جس میں ابلیس نے بہت سے لوگوں کو ملوث کیا۔ بعض مشرکین نے اللہ کے بعض بندوں (فرشتوں وغیرہ) کو اللہ کا جزو (Part)

،اللہ کی اولاد قرار دیا۔اللہ نے انکے اس شرک کی یوں تردید کی:

﴿وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ o﴾ (سورۃ الزخرف:15)

''اور لوگوں نے اللہ کے بعض بندوں کو اللہ کا جزو (Part) بنا ڈالا، حقیقت یہ ہے کہ انسان کھلا احسان فراموش ہے۔''

چنانچہ یہود و نصاریٰ نے انبیاء کرام (علیہم السلام) جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ جل جلالہ کا بیٹا قرار دیا بلکہ بعض نے تو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو خدا قرار دیا:

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ﴾ (سورۃ المائدہ: 17)

''یقیناً کافر ہو گئے وہ لوگ جنہوں کہا عیسیٰ بن مریم اللہ ہیں۔''

توحید فی الذات کے حوالے سے مسلمان اہل علم عموماً جلی شرک: مخلوق کو خدا ماننا، خدا کے بیٹے، بیٹیاں قرار دینے سے تو بچے ہوئے ہیں لیکن بعض غالی شعرا نے حد سے تجاوز کیا ہے۔ چنانچہ محمد یار گڑھی اپنے بارے میں لکھتے ہیں:

گر محمد نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خدا مان لیا
تو سمجھو مسلماں ہے دغا باز نہیں

غیر مسلم مفکرین میں سے بعض نے کہا خدا نے مادے کی شکل اختیار کر لی ہے لہذا ہر شے خدا ہے (معاذ اللہ)۔ پھر وسیع پیمانے پر نظریہ اوتار پھیلا جیسا کہ ہندوؤں میں کہ خدا انسانی شکل میں بھی ظاہر ہو سکتا ہے۔ اِسی طرح کی کچھ شکلیں ہندو درویشوں اور جوگیوں میں آئیں جیسے وہ کہتے! ''ہر میں ہر ہے'' ''ماس ماس سب ایک ہے کیا سؤر کیا گائے'' وغیرہ۔ (نعوذ باللہ)۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان اشکالات سے بچتے ہوئے خالق ومخلوق کے بنیادی فرق کے ساتھ زندگی بسر کی جائے۔ اللہ خالق ہے باقی سب مخلوقات، جنہیں اس نے تخلیق کیا۔ تو جسکو اس نے تخلیق کیا وہ خالق کی طرح کیسے ہو سکتی ہے؟ ((لیس کمثلہ شیء))۔ توحید کی مذکورہ شکل کا مفصل بیان سورہ اخلاص میں ہوا ہے۔

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ o اَللّٰهُ الصَّمَدُ o لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ o وَلَمْ يَكُنْ لَّـهٗ كُفُوًا اَحَدٌ o﴾ (سورہ اخلاص)

''فرما دیجئے کہ وہ (ذات پاک جس کا نام) اللہ (ہے وہ) ایک ہے۔اللہ بے نیاز ہے(یعنی وہ کسی کا محتاج نہیں بلکہ سب اسکے محتاج ہیں)۔نہ کسی کا باپ اور نہ کسی کا بیٹا۔اور اسکا کوئی ہمسر نہیں (نہ ذات میں، نہ صفات میں، نہ افعال میں اور نہ حقوق میں)۔''

۞۞۞۞۞

باب ۸

(2) توحید ربوبیت

اللہ کا تنہا پوری کائنات کا خالق ہونا، مالکِ (حقیقی)، رازقِ (حقیقی) اور مدبر کائنات ہونا، صاحب اقتدار، بادشاہ ہونا اور مخلوقات کی دیکھ بھال کرنا، خبر گیری، پرورش اور تربیت کا ذمے دار ہونا توحید ربوبیت کہلاتا ہے۔ خلق کرنے کی صلاحیت کسی مخلوق میں نہیں۔ کائنات میں موجود جاندار و بے جان سب کو پیدا کرنے والا اللہ کے سوا اور کوئی نہیں۔ اللہ کے علاوہ کسی اور کو خالق، مالکِ (حقیقی)، رازقِ (حقیقی) اور مدبر کائنات (پوری کائنات کا مدبر) تسلیم کرنا بہت بڑا شرک اور جھوٹ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت ربوبیت کو یوں بیان فرمایا:

☆ حقیقی رب کا مفہوم: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حقیقی رب کا مفہوم ان الفاظ میں بیان کیا:

﴿قَالَ رَبُّنَا الَّذِیٓ اَعۡطٰی کُلَّ شَیۡءٍ خَلۡقَهٗ ثُمَّ هَدٰیo﴾ (سورہ طٰہٰ، آیت:50)

”فرمایا ہمارا رب تو وہ ہے جس نے عطا کی ہر چیز کو (موزوں) صورت پھر ہر چیز کو (اسکے لئے ضروری) رہنمائی عطا کی۔“

☆ خلق کی صفت اللہ کے ساتھ مخصوص: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت خلق کو یوں بیان فرمایا:

﴿قُلۡ هَلۡ مِنۡ شُرَکَآئِکُمۡ مَّنۡ یَّبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ یُعِیۡدُهٗ قُلِ اللّٰهُ یَبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ یُعِیۡدُهٗ فَاَنّٰی تُؤۡفَکُوۡنَ o﴾ (سورہ یونس، آیت:34)

”(اے نبی!) آپ پوچھئے کیا تمھارے معبودوں میں سے کوئی ہے جو تخلیق کی ابتدا کرے پھر (فنا کے بعد) اسکا اعادہ کردے۔ آپ فرمایئے: اللہ ہی ہے جو تخلیق کی ابتدا کرتا ہے اور

اسے لوٹا تا بھی ہے۔ پس (ہوش کرو) تم کدھر پھرے جاتے ہو۔“

☆ ﴿ افَرَایْتُم مَّا تَحرُثُونَ o ءَ انْتُم تَزرَعُونَہٗٓ امْ نَحنُ الزّٰرِعُوْنَ o لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰہُ حُطَامًا فَظَلْتُم تَفَکَّھُوْنَ o ﴾ (سورۃ الواقعہ، آیت: 65-63)

”کبھی تم نے سوچا، یہ بیج جو تم بوتے ہو ان سے کھیتیاں تم اگاتے ہو یا ان کے اگانے والے ہم ہیں؟ ہم چاہیں تو ان کھیتوں کو بھس بنا کر رکھ دیں اور تم طرح طرح کی باتیں بناتے رہ جاؤ۔

☆ ایک جگہ فرمایا: ﴿نَحنُ خَلَقْنٰکُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ o ﴾

(سورۃ الواقعہ: 56، آیت: 57)

”ہم نے ہی تم سب کو پیدا کیا ہے پھر تم کیوں (اس حقیقت کی) تصدیق نہیں کرتے؟“

جملہ صفات ربوبیت کو صراحتاً یوں واضح کر دیا گیا:

﴿اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ ثُمَّ رَزَقَکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ ھَلْ مِنْ شُرَکَآئِکُمْ مَّنْ یَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِکُمْ مِّنْ شَیْءٍ سُبْحٰنَہٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ o ﴾

(سورہ روم، آیت: 40)

”اللہ تو وہ ہے جس نے تمھیں پیدا کیا، پھر تمھیں رزق دیا، پھر وہ تمھیں موت دیتا ہے، پھر تمھیں زندہ کرے گا۔ کیا کوئی ہے تمھارے ٹھرائے ہوئے شریکوں میں سے جو ان کاموں میں سے کچھ بھی کر سکتا ہو؟، پاک ہے اسکی ذات اور بلند و برتر اس شرک سے جو یہ کرتے ہیں۔“

یہاں پروردگارِ عالم نے صراحت کے ساتھ اپنی ربوبیت کی صفات بیان کرتے ہوئے توحید و شرک کو بالکل واضح کر دیا ہے۔ اس نے واضح اعلان کر دیا ہے کہ، اللہ وہ ہے جو:

☆ خالق ہے، یعنی ذرہ بھر تخلیق کی قدرت و طاقت اللہ کے سوا کسی میں نہیں۔

☆ رازق ہے، ہر شے کے لئے جس نوع کے رزق (روشنی، حرارت، ہوا، پانی، اناج وغیرہ) کی ضرورت تھی، اسے آسمانوں سے اتارا اور کائنات میں مہیا کیا، اور مخلوقات کو رزق کو کھانے اور جزو بدن بنانے کی صلاحیتیں دیں تا کہ مخلوق زندہ رہ سکے۔اس کام میں کوئی بھی اس کا شریک نہیں۔

☆ موت اور زندگی یعنی روح کو جسم سے جدا کرنے اور دوبارہ واپس ڈالنے کی طاقت اس کے سوا کسی کو نہیں۔

پھر سوالیہ انداز اختیار کر کے کہ ان کاموں میں کون اس کا شریک ہے.........؟ شرک کے حوالے سے تمام شکوک وشبہات کو دور کر دیا ہے۔اس کے باوجود بھی کوئی ان صفات میں اللہ کے ساتھ کسی کو شرک کرے، تو اللہ نے اپنے بلند و بالا اور اس شراکت سے پاک ہونے کا اعلان کر دیا ہے۔

پیارے رسول ﷺ نے انسانیت پر واضح کر دیا:

﴿قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّ هُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ﴾ (سورۃ الانعام، آیت:164)

''فرما دیجئے کہ کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں، حالانکہ ہر چیز کا رب تو وہی ہے۔''

اللہ ہمیں ایسی ہی خالص توحید سے محبت اور شرک سے نفرت عطا فرمائے۔(آمین)

توحید ربوبیت اور مشرکین مکہ:

جہاں تک ربوبیت کا معاملہ ہے تو مشرکین مکہ بھی بہت حد تک اللہ کی ربوبیت کے قائل تھے، جیسا کہ قرآن نے واضح کیا:

☆ ﴿قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ مَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ مَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ o﴾ (سورہ یونس۔آیت:31)

''(ان سے) پوچھیے کون رزق دیتا ہے تم کو آسمان سے اور زمین سے؟ کون مالک ہے تمہارے سننے اور دیکھنے کی ''قوتوں'' کا؟ اور کون نکالتا ہے جاندار کو بے جان سے اور بے جان کو جاندار سے اور کون تدبیر کرتا ہے اُمور کی تو وہ ضرور کہیں گے اللہ، پھر ان سے پوچھیے تم ڈرتے کیوں نہیں؟''

☆ ﴿قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ○سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ○﴾(سورۃ المومنون۔آیت:88)

''ان سے پوچھو کون ہے وہ جس کے ہاتھ میں ہے اقتدار ہر چیز کا اور وہ پناہ دیتا ہے اور کوئی پناہ نہیں دے سکتا اس کے مقابلے میں، اگر تم جانتے ہو؟ وہ ضرور کہیں گے اللہ، پوچھیے پھر کہاں سے جادو کر دیئے جاتے ہو۔؟''

☆ ﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ○﴾

(سورہ زخرف۔آیت:87)

''اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے پیدا کیا ہے انھیں، تو ضرور کہیں گے کہ اللہ نے، پھر یہ کہاں سے دھوکہ کھا رہے ہیں؟''

یعنی ان سے سوال کیا گیا ہے کہ جب اس حقیقت کو مانتے ہو تو عبادت بھی صرف اسی کی کرو، الٰہ صرف اسی کو مانو، دوسروں کو اللہ کی عبادت میں شریک کیوں کرتے ہو.....؟

مشرکین مکہ حج اور طواف بھی کرتے تھے (جس سے بعد میں منع کر دیا گیا)، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مشرکین دوران طواف یہ تلبیہ پڑھتے:

((قالو لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریک لک اِلا شریکا ھو لک تملکه وما ملک)) (مُسلم ''کتاب الحج''، رقم:2815)

''کہتے اَے اللہ ہم حاضر ہیں، حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں سوائے اس شریک

کے جو تیری ملکیت میں ہے تو اس کا بھی مالک ہے اور اس کے اختیارات بھی تیرے قبضے میں ہیں''۔

یعنی وہ اپنے معبودوں کے اختیارات ذاتی نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے عطائی طور پر مانتے تھے۔ ہمارے لیے نصیحت وعبرت کی بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ تسلیم کرنے کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں مشرک قرار کیوں دیا؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ توحید ربوبیت کا تو اقرار کرتے تھے لیکن الوہیت میں شرک کرتے تھے۔ یعنی جہاں عبادت کی بات آتی تو اللہ کے ساتھ اور بہت سوں کی عبادت بھی کرتے تھے۔ لہٰذا الوہیت یعنی صرف ایک اللہ کی عبادت انہیں گوارہ نہیں تھی۔ جیسا کہ الوہیت کی دعوت پر قریش نے کہا:

﴿وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۝﴾ (سورہ ص، آیت:5-4)

''اور وہ انہوں نے تعجب کیا کہ ان کے پاس انہیں میں سے ڈرانے والا آیا اور (ان) کافروں نے کہا یہ تو جادوگر ہے بڑا کذاب ہے۔ اس نے تو سب معبودوں کا ایک ہی معبود بنا ڈالا، بلاشبہ یہ بڑی عجیب بات ہے۔''

مشرکین اپنے معبودوں کو اللہ جل جلالہ کے قرب کا ذریعہ سمجھ کر ان کی عبادت کرتے تھے:

﴿وَ يَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ (سورہ یونس: آیت:18)

''اور کہتے یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔''

﴿وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ (سورہ زمر:3)

''اور جن لوگوں نے بنا لیے ہیں اللہ جل جلالہ کے سوا کارساز، وہ کہتے ہیں ہم تو ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ جل جلالہ کے نزدیک کردیں۔''

یادرہے مخلوق خدا کی خدمت اللہ ﷻ کے قرب کا ذریعہ ہے۔ یہ وعید انکی عبادت سمیت دیگر غلط نظریات پر ہے۔

اہل تشیع کے جید عالم دین شیخ محمد حسین ربوبیت کی بابت فرماتے ہیں:

''ہر ہوش مند کا عقلی فریضہ ہے کہ وہ اپنے آفریدگار کو پہچانے، اسکی معرفت حاصل کرے اور اسکی وحدانیت والوہیت کا معتقد ہو۔ ربوبیت میں کسی کو اسکا شریک قرار نہ دے، اس کا یقین رکھے کہ خلق ورزق، موت وحیات اور ایجاد واعدام اسی کی ذات سے متعلق ہے۔ بلکہ اس عالم ہست و بود میں صرف اسی کی قدرت کاملہ کا عمل دخل ہے۔ اگر رزق وخلق یا موت وحیات کو کوئی شخص خدا کے علاوہ کسی اور سے منسوب کرے تو اسے کافر ومشرک اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جائے گا۔''

(پاکستان کے دینی مسالک، صفحہ: 267، ناشر البصیرہ، اپریل 2011)

مشرکین مکہ کے عقائد واعمال کا خلاصہ: قرآن وسنت کے واضح دلائل اس پر گواہ ہیں کہ مشرکین مکہ یہ تسلیم کرتے تھے کہ ساری کائنات کا خالق، مالک، رازق، مدبر امور (یعنی کائنات کے کاموں کی تدبیر کرنے والا)، شہنشاہ کل، قادر مطلق، اقتدار اعلیٰ، دافع البلا، کاشف العذاب، موت وحیات پر قابض، عزت وذلت اور جزاء وسزا دینے والا صرف اللہ ہے۔ اسی لیے بڑی مشکلات میں صرف اللہ کو پکارتے تھے اور عام حالات میں اللہ کے ساتھ دوسرے معبودوں کو پکارتے، انکی عبادت کرتے، انکے لئے نذر ومنت کرتے، انکے لئے قربانی کرتے۔ یہ بات معلوم ہوگئی کہ اہل عرب کو اپنی عبدیت اور خدا کی خالقیت اور ربوبیت سے انکار نہیں تھا۔ وہ خدا کو سب سے بڑا مانتے تھے لیکن خدا کے نیچے انہوں نے اور بھی بہت سے چھوٹے معبود بنا رکھے تھے جنہیں خدا کی مختلف صفات اور حقوق میں شریک ٹھہراتے تھے۔ جیسے صفت علم غیب، قدرت وتصرف، بندگی اور اطاعت وغیرہ میں۔ وہ یہ خیال کرتے تھے کہ اس سے اللہ کی بندگی میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر

متنبہ کیا کہ عبادت کا مستحق صرف اور صرف خدائے واحد ہے۔خالص بندگی صرف اور صرف اسی کی ہونی چاہیئے:

﴿اِنَّآ اَنۡزَلۡنَا اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ فَاعۡبُدِ اللّٰہَ مُخۡلِصًا لَّہُ الدِّیۡنَ o اَلَا لِلّٰہِ الدِّیۡنُ الۡخَالِصُ﴾ (سورۃ الزمر،آیت:3-2)

''بے شک ہم نے یہ کتاب آپ کی طرف حق کے ساتھ اتاری ہے پس صرف اسی کی بندگی کرو اپنے دین (اطاعت یا طریقے) کو خالص کرتے ہوئے صرف اسی کے لیے۔آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ ہی کیلئے ہے خالص دین''

ربوبیت اور موجودہ مسلمان: مشرکین مکہ اللہ کی ربوبیت کے تو بہت حد تک قائل تھے۔لیکن افسوس کہ معاملہ ربوبیت کا ہو یا الوہیت کا،موجودہ مسلمانوں پر اللہ رحم فرمائے،انہیں شیطان نے دھوکے میں مبتلا کر دیا ہے۔حدود و قیود کے تحت اولیاء کرام کی شان سے تو انکار نہیں لیکن بات کو سمجھنے کیلئے،حد سے تجاوز کی صورت حال کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

(۲)۔ آسمان کو زمین پر مارنا: شیخ صلاح الدین فرماتے ہیں:

''مجھ کو رب نے قدرت دی ہے کہ میں آسمان کو زمین پر گرا دوں،اگر میں چاہوں تو تمام دنیا والوں کو ہلاک کر دوں اللہ کی قدرت سے لیکن ہم اصلاح کی دعا کرتے ہیں۔'' (جاءالحق،پہلا باب غیر اللہ سے مدد مانگنے کے ثبوت میں)

سوچنے کی بات ہے،اتنا بڑا دعویٰ تو اللہ کے اذن سے کسی نبی نے بھی نہیں کیا،بلکہ انبیاء علیہم السلام تو عجز و نیاز کرنے والے تھے نہ اس طرح کے شرکیہ بلند و بانگ دعوے۔اسی سے ملتے جلتے بہت سے حد سے تجاوز پر مبنی عین شرکیہ اشعار آج مسلمانوں کی مساجد سے سنائی دیتے ہیں جیسے:

چاہیں تو اشاروں سے اپنے کایا ہی پلٹ دیں دنیا کی
یہ شان ہے انکے غلاموں کی سرکار کا عالم کیا ہوگا

یہاں الفاظ ہیں چاہیں تو اشاروں سے اپنے....... حالانکہ قرآن مجید میں انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنے معجزوں کو اپنا کارنامہ بتلانے کی بجائے تکرار کے ساتھ 'باذن اللہ' یعنی اللہ کے امر یا اذن کا ذکر فرمایا ہے:

﴿اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِیْ عَلَیْكَ وَ عَلٰی وَالِدَتِكَ ۘ.......... وَ اِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ بِاِذْنِیْ فَتَنْفُخُ فِیْهَا فَتَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِیْ﴾ (سورۃ المائدہ-آیت:110)

''جب کہ اللّٰہ جل جلالہ ارشاد فرمائے گا کہ اے عیسیٰ بن مریم! میرا انعام یاد کرو جو تم پر اور تمھاری والدہ پر ہوا ہے،.......... جبکہ تم میرے حکم سے گارے سے ایک شکل بناتے تھے جیسے پرندہ کی شکل ہوتی ہے، پھر تم اس کے اندر پھونک مار دیتے تھے جس سے وہ پرندہ بن جاتا تھا میرے حکم سے''..........الخ

پیچھے بیان کردہ دعویٰ اتنا بڑا دعویٰ ہے جو کسی نبی نے بھی نہیں کیا، بلکہ امام الانبیاء ﷺ کی صورت حال تو یہ تھی:

ابو یسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دعا کیا کرتے تھے:

﴿اللھم انی اعوذبک من العدم و اعوذبک من التردی و من الغرقِ و الحرم﴾

''اے اللّٰہ جل جلالہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ کوئی عمارت مجھ پر گر پڑے، میں کسی اونچی جگہ سے گرنے، ڈوب جانے، جل جانے اور بڑھاپے سے تیری پناہ چاہتا ہوں''۔

(سُنن ابی داود ''کتاب الصلوۃ'' 1552 ، سُنن نسائی ''کتاب الاستعاذہ'' حدیث 5533)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں ایک دن ایک شخص نے سلسلۂ کلام میں آپ ﷺ سے کہہ دیا: ((مَا شَآءَ اللّٰهُ وَ شِئْتَ)) ''جو اللّٰہ جل جلالہ چاہے اور جو آپ چاہیں''۔

آپ ﷺ نے فوراً اس سے منع فرمایا اور کہا:

((جعلتنی للّٰہ ندا، قل بل ما شاء اللّٰہ وحدہ)) (مسند احمد، رقم: 2611)

"تو نے مجھے اللہ جل جلالہ کا ہمسر اور مقابل ٹھہرا دیا، پس یوں کہو جو صرف اکیلا اللہ چاہے۔"

(ا)۔ غوث، قطب اور ابدال کے متعلق مسلمانوں کا یہ عقیدہ بن چکا ہے کہ انکے بغیر زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کو خبر دار کیا:

﴿اِنَّ اللّٰہَ یُمۡسِکُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ اَنۡ تَزُوۡلَا ۬ۚ وَ لَئِنۡ زَالَتَاۤ اِنۡ اَمۡسَکَہُمَا مِنۡ اَحَدٍ مِّنۡۢ بَعۡدِہٖ ؕ اِنَّہٗ کَانَ حَلِیۡمًا غَفُوۡرًا﴿۴۱﴾﴾

(سورہ فاطر، آیت: 41)

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ تھامے ہوئے ہے زمین و آسمان کو کہ وہ اپنی جگہ سے سرک نہ جائیں۔ اور اگر وہ سرکنے لگیں تو کوئی نہیں روک سکتا انہیں اس اکیلے اللہ کے بعد، بے شک وہ بڑا حلیم اور بخشنے والا ہے۔"

(۳)۔ مشرکین مکہ تو صرف اللہ کو مدبر مانتے تھے، جبکہ مسلمانوں کو اس میں بھی غلط فہمی ہوئی ہے:

ذی تصرف بھی ہے، ماذون بھی ہے، مختار بھی ہے
کارِ عالم کا مدبر بھی ہے عبدالقادر

کارِ عالم کے مدبر ہونے کا دعویٰ تو کسی نبی بھی نہیں کیا۔ انبیاء علیہم السلام تو صرف اور صرف اللہ وحدہ لاشریک کو ہی مدبر کائنات مانتے تھے۔

قابل غور! درج ذیل شعر:

چاہیں تو اشاروں سے اپنے کایا ہی پلٹ دیں دنیا کی
یہ شان ہے انکے غلاموں کی سرکار کا عالم کیا ہوگا

اس میں جو خدائی دعوے کئے گئے ہیں انکے حوالے سے سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا دنیا میں کوئی ایک

بھی ایسا بزرگ موجود نہیں جو پوری کائنات کی کایا پلٹنا تو دور کی بات ہے،صرف کفار کی جانب سے مسلمانوں پر جاری بے شمار مظالم کو ہی روک سکے یا بدلہ لے سکے، ڈرون کو ہی تباہ کر دے، مساجد، مزارات ،امام بارگاہوں، گاڑیوں، سکولوں، مارکیٹوں، اسٹیشنوں پر جاری بم دھماکوں کو ہی رکوا دے........؟ یا کم از کم وہ خبیث کفار جو نبی کریم ﷺ پر گستاخانہ پرنٹنگ کر رہے ہیں انہیں ہی پکڑ یں اور نیست و نابود کر دیں۔ ویب سائیٹ سے نبی کریم ﷺ کی گستاخیوں پر مبنی ویڈیوز کو ڈیلیٹ کریں۔ ایسے ظالم وخبیث لوگوں کے کمپیوٹرز جام کریں،ان خبیثوں کو نگاہ کے ذریعے جلا کر راکھ کریں............؟ آجکل کرونا وائرس، ڈینگی نے انسانیت کا جینا دوبھر کر دیا ہے۔ کفار اور مسلمان سب اسکی لپیٹ میں ہیں۔ کئی مسلمان ڈاکٹرز لوگوں کا علاج کرتے ہوئے اسکا شکار ہو چکے ہیں......اس مشکل وقت میں تو بزرگوں کو ضرور مشکل کشائی کرنی چاہیئے اور اس جان لیوا وائرس کا خاتمہ کرنا چاہیئے۔ اگر اب انہوں نے کام نہیں آنا تو پھر کب کام آئیں گے............؟

مذکورہ خدائی دعویٰ کرنے والوں کو تو شاید اس بات کا اندازہ ہی نہیں کہ وہ کائنات جسے تلپٹ کرنے کی وہ بات کر رہے ہیں وہ کتنی وسیع ہے۔؟ فلکیات کے مطالعہ سے کائنات کی وسعتوں کا جو اندازہ لگایا گیا ہے وہ انسان کو حیران و ششدر کر دیتا ہے۔ ماہرین فلکیات کے اندازے کے مطابق کائنات کے نظر آنے والے حصے(Visible Universe) میں 300ارب سے زائد کہکشاؤں (Glaxies) کا اندازہ لگایا گیا ہے جبکہ نظر آنے والی کائنات کل(Overall) کائنات کا چھوٹا سا حصہ ہے۔ یہ کہکشاں آسمان پر چمکتے ہوئے کسی ستارے کا نام نہیں بلکہ کہکشاں بذات خود اتنی بڑی ہے کہ اس میں 250ارب سے زائد ستاروں (Stars) کا اندازہ لگایا گیا ہے۔ علمائے فلکیات نے بات کو عام فہم کرنے کے لئے تمثیلاً یہ بات بیان کی ہے کہ دنیا کے تمام سمندروں کے کنارے ریت کے جتنے ذرات ہیں،شاید اسی قدر آسمان میں ستاروں کی تعداد ہے۔ ان ستاروں کے باہمی فاصلے اسقدر زیادہ ہیں کہ انسانی ذہن حیرانی و پریشانی میں سوچتا ہی رہ جاتا ہے۔ زمین کے

سب سے قریب چاند ہے، جو کہ زمین سے 2 لاکھ، 40 ہزار میل دور ہے۔ (سورج بذات خود اتنا بڑا ہے کہ اس کا سائز (قطر) 8 لاکھ، 65 ہزار میل ہے جی ہاں ایسا ہی ہے !!)، ان میں بعض کے باہمی فاصلے ہزاروں اور لاکھوں نوری سالوں میں ہیں جو کہ اور ہی نہ سمجھ آنے والی بات ہے۔ ہماری اپنی کہکشاں جسے ہم رات کو سفید دھاری (Milky way) کی شکل میں دیکھتے ہیں اس کا سائز ایک لاکھ نوری سال ہے۔ یاد رہے کہ ایک نوری سال کا مطلب ہے روشنی جو کہ ایک لاکھ چھیاسی ہزار کلومیٹر فی سیکنڈ سے حرکت کرتی ہے وہ ایک سال میں جتنا فاصلہ طے کرے گی وہ ایک نوری سال ہوگا جو کہ 10 ٹریلین کلومیٹر (1.0 Light year = 10 Trillian Km) کے برابر ہے۔ پھر یہ کہکشاں ایک اور بڑی کہکشاؤں کے جھرمٹ کا حصہ ہے جس میں اسی طرح کی 17۔ کہکشائیں حرکت کر رہی ہیں اور پورے مجموعے کا سائز (قطر) 20 لاکھ نوری سال سے زائد ہے..........
کاش کائنات کو تلپٹ کرنے والوں کو کائنات کی وسعت کا اندازہ ہوتا تو سوچ سمجھ کر اتنے بڑے بڑے دعوے کرتے.........!

خلاصہ (توحید ربوبیت)

(۱)۔ خالق یعنی ہر شے کو پیدا کرنے والا اللہ کے سوا اور کوئی نہیں، (۲)۔ حقیقی مالک صرف اللہ ہی ہے باقی سب کی ملکیتیں اسکی عطا کردہ اور عارضی ہیں، (۳)۔ حقیقی رازق صرف وہی ہے، باقی سب عارضی طور پر رزق کی تقسیم کرنے والے ہیں۔ (۴)۔ ماتحت الاسباب میں اپنے اپنے دائرہ کار میں ہر کوئی مدبر ہوسکتا ہے لیکن مدبر کائنات اللہ کے سوا اور کوئی نہیں۔ (۴)۔ مشرکین مکہ توحید ربوبیت کے تو قائل تھے لیکن الوہیت میں شرک کرتے تھے۔ (۵)۔ موجودہ دور میں منکرین خدا (Atheist) نے توحید ربوبیت کا انکار کیا ہے۔ (۶)۔ فی زمانہ مسلمانوں میں سے بھی بعض نے حد سے تجاوز کی بنا پر توحید ربوبیت میں شراکت کی ہے۔

باب ۹

توحید الوہیت

(انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا محور)

دنیا میں مبعوث ہونے والے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت کا محور 'توحید الوہیت' ہی تھا۔ فلاح کو پانے کی راہ میں یہ انسانیت پر سب سے بڑا امتحان ہے۔ جو اس امتحان کو پاس کر گیا وہ مراد کو پہنچ گیا اور جو نا کام ہو گیا وہ سب کچھ کھو بیٹھا۔ تمام انبیاء علیہم السلام کی دعوت کی بنیاد ''توحید الوہیت'' ہی تھی۔ توحید الوہیت یہ ہے کہ:

''اللہ کے سوا کسی اور کو الٰہ (معبود) کے درجے پر فائز نہ کیا جائے۔ یعنی اللہ کے سوا کسی اور کی پوجا و پرستش نہ کی جائے۔ پوجا و پرستش کی تمام شکلیں صرف اور صرف اللہ وحدہٗ لاشریک کیلئے مختص ہوں''۔

گہرائی سے دیکھا جائے تو توحید الوہیت ہی توحید کی دیگر شکلوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے، اور یہی بنیاد ہے۔

الوہیت کے اس اہم ترین امتحان کو پاس کرنے کیلئے تین چیزوں کو جاننا اور ماننا ہے:

(1)۔ الٰہ کی صفات؟ (2)۔ کارساز کا ادراک، (3)۔ عبادت کا معنی و مفہوم

ربوبیت اور الوہیت میں فرق! تمام انبیاء علیہم السلام کی دعوت الوہیت پر مبنی ہونا اس بہت بڑی حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ رب کے مفہوم کا تعلق خدائی افعال اور اسکی صفات کے ساتھ ہے کہ وہ لامحدود قدرت و تصرف کا حامل ہے: پیدا کرنے والا، حقیقی پالنہار، موت و حیات پر قابض،

کائنات کو تھامنے والا، سبزہ و اناج اگانے والا، سورج کو چلانے والا، کائنات کے تمام امور کا انتظام و انصرام کرنے والا...... جبکہ لفظ الہٰ کا تعلق بندگانہ افعال کے ساتھ ہے۔ یہ لفظ محض عقیدہ و نظریہ سے بڑھ کر انسان سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ وہ اپنے اعضائے بدن کو سوائے اللہ وحدہٗ لاشریک کی پرستش کے کسی اور کی پوجا کے لئے نہ جھکائے۔

ربوبیت اور الوہیت کا باہمی ربط: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صفتِ ربوبیت کی بنا پر الوہیت کا تقاضا کیا ہے۔ یعنی وہ ہستی جس نے انسان سمیت ساری کائنات کو عدم سے وجود بخشا اور زندہ رہنے کیلئے تمام وسائل (جنکی لامتناہی فہرست ہے) پیدا کئے........ تو عبودیت بھی اسی کا استحقاق ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰهِ یَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ٥﴾ (سورہ فاطر، آیت:3)

''اے لوگو تم پر اللہ کا جو احسان ہے اسکا خیال کرو۔ کیا اللہ کے سوا کوئی دوسرا خالق ہے جو تمھیں آسمان اور زمین میں سے رزق دیتا ہو؟ اسکے سوا کوئی الہٰ نہیں ہے، پھر تم کدھر بھٹکائے جا رہے ہو''

مزید دیکھئے: البقرہ:۲۱-۲۲۔ اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرنا، کسی اور کو معبود کے درجے پر فائز کرنا احسان فراموشی اور کھلا شرک ہے۔ سابقہ اقوام خدا کی توحید ربوبیت تو کسی حد تک قبول کر لیتی تھیں لیکن نیک لوگوں سے جذباتی عقیدت کی بنا پر الوہیت کے تقاضے پر غضبناک ہو جاتیں اور انبیاء کرام علیہم السلام جیسی عظیم ہستیوں کو قتل کرنے کے درپے ہو جاتیں۔ کیونکہ اس کلمے کے اقرار سے انکے تمام معبودان باطلہ کی نفی ہو جاتی تھی۔ جس نے الوہیت میں شراکت کی وہ بدنصیب توحید سے دور ہو کر برباد ہو گیا:

﴿لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ٥ وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا

تَعۡبُدُوۡٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَ بِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا﴾ (سورہ بنی اسرائیل، آیت:23-22)

''اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ بنانا ورنہ بیٹھا رہ جائے گا تو ملامت زدہ اور بے یارومدد گار ہو کر۔ اور فیصلہ کر دیا ہے تیرے رب نے کہ نہ عبادت کرو تم مگر صرف اسی کی اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔''

اس ظلم سے بچانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے انتہائی سخت تنبیہ یوں فرمائی:

﴿ الَّذِىۡ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلۡقِيٰهُ فِى الۡعَذَابِ الشَّدِيۡدِ ۝﴾

(سورہ ق:50: آیت:26)

''جس نے اللہ کے ساتھ اور معبود بنا رکھے تھے، پس اسکو ڈال دو شدید ترین عذاب میں۔''

افسوس کہ اتنی شدید سختی کے باوجود بھی فی زمانہ مسلمانوں کی آنکھیں نہیں کھلتیں کہ مسئلہ'' الہ'' کو سب سے بڑھ کر سنجیدہ لیں.....!

اس ضمن میں تورات میں ایمان افروز کلمات یوں آئے:

''(رب العالمین فرماتا ہے!) تُو میرے علاوہ کسی دوسرے معبود کو مت ماننا۔ تُو کوئی تراشی ہوئی مورتی یا کوئی تصویر (عبادت کیلئے) مت بنانا، چاہے وہ اوپر آسمان کی یا زمین کی یا پانی کی کسی مخلوق کی ہو۔ تُو ان کے آگے سجدہ نہ کرنا اور غیر اللہ کی عبادت مت کرنا کیونکہ میں تیرا رب شرک سے بیزار خدا ہوں۔'' (کتاب الاستثناء، باب:5-6)

عام لوگوں کی عبادت تو درکنار کسی نبی نے بھی اللہ کے سوا اپنی یا کسی اور کی بندگی کی دعوت نہیں دی، بطورِ عبرت ملاحظہ کریں:

﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنۡ يُّؤۡتِيَهُ اللّٰهُ الۡكِتٰبَ وَ الۡحُكۡمَ وَ النُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوۡلَ لِلنَّاسِ كُوۡنُوۡا عِبَادًا لِّىۡ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنۡ كُوۡنُوۡا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنۡتُمۡ تُعَلِّمُوۡنَ

الْکِتٰبَ وَ بِمَا کُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿ (سورہ آل عمران، آیت:79)

''کسی انسان کو یہ لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے کتاب، حکمت اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کے بجائے تم میرے بندے بن جاؤ (یعنی میری بندگی کرو)۔ وہ تو یہی فرمائے گا کہ سچے ربانی بنو (صرف رب کی پرستش کرنے والے) جیسا کہ اس کتاب کی تعلیم کا تقاضا ہے، جسے تم پڑھتے ہو اور پڑھاتے ہو۔''

یہ تو انبیاء کرام علیہم السلام کی صورت حال ہے، پھر دیگر لوگ جو عوام سے اپنی پوجا کروا رہے ہیں، انکے لئے کے لئے گنجائش کہاں..........؟ انسان اسی توحید (لا الہٰ الا اللہ) کے اقرار کی بدولت کفر سے اسلام میں داخل ہوتا ہے۔ یہ عظیم کلمہ زبان سے ادا کرنے کے لحاظ سے تو بہت آسان ہے ۔لیکن اسے حقیقی طور پر سمجھنا اور اسے عمل میں لے کر آنا جان جوکھوں کا کام ہے۔ اگر اسے تسلیم کرنا آسان ہوتا تو لوگ اس کلمہ پر انبیاءؑ کے دشمن بن کر ان کی جانوں کے درپے نہ ہوتے۔ ہم عجمی تو چونکہ اسکی حقیقت سے نا آشنا ہیں اسلئے زبان سے اسکا ورد بھی کرتے جاتے ہیں اور عملاً اس کلمہ کی دھجیاں بھی اڑاتے جاتے ہیں۔ توحید الوہیت بڑی مشکل گھاٹی ہے۔ کوئی خوش نصیب ہی اسے سر کرے گا۔ کوئی مانے نہ مانے، ہم انشاءاللہ اسکا مفہوم واضح کرنے کی کوشش ضرور کریں گے۔

<u>توحید الوہیت:</u> ''لا الٰــہٰ الا اللہ'' ہے جسکا آسان سا معنی ہے ''نہیں کوئی **معبود** سوائے اللہ کے''

کلمے کے سارے الفاظ بہت آسان اور عام فہم ہیں سوائے ایک لفظ یعنی **معبود** کے۔ ظالم شیطان نہ تو اس لفظ کو سمجھنے دے گا، اگر سمجھ آ گیا تو عمل پیرا نہ ہونے دے گا، سوائے چند خوش نصیبوں کے۔ الوہیت کے اس اہم ترین امتحان کے تناظر میں اب ہم تین درج ذیل بنیادی چیزوں کی وضاحت بیان کریں گے:

(1)۔ الٰہ کی صفات/ معنی و مفہوم؟ (2)۔ کارساز کا ادراک، (3)۔ عبادت کا معنی و مفہوم

الٰہ (معبود) کی صفات/ معنی ومفہوم

صفتِ ''الٰہ'' کا تعلق اتھارٹی (Authority) کے ساتھ ہے یعنی ایسی ہستی جو سُپر پاور (Super Power) ہو۔ جو مختارِ کُل اور قادر مطلق ہو۔ جس کا کامل علم، اختیار واقتدار، قبضہ، قدرت وتصرف کائنات کی ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہو۔ جو سب پر غالب ہو، جس پر کوئی غالب نہ آسکتا ہو۔ جس کا فیصلہ، جس کا حکم ہر صورت نافذ ہونے والا ہو۔ جس کے فیصلوں کو کوئی ٹال نہ سکے، جسکی راہ میں کوئی رکاوٹ نہ بن سکے۔ جو حقیقی مشکل کشا، حاجت روا، لجپال اور دستگیر ہو۔ جسے مخلوقات اپنا کارساز، اپنا حتمی سہارہ، پناہ دہندہ سمجھیں اور اس کے دامن سے وابستہ ہو کر، اسے مسجود بنا کر، زندگی اسکے قانون کے تابع کر کے، اسکی عبادت اختیار کر کے دنیا وآخرت کے ہر خوف واندیشے سے آزاد ہو کر قابل رشک ہو جائیں۔ اسی حقیقت کا اقرار بندہ ''لا الٰہ الا اللہ'' کے الفاظ کے ساتھ کرتا ہے کہ ان صفات کے لائق اللہ کے سوا وہ کسی اور کو نہیں سمجھتا۔ لہٰذا وہ اسکے سوا کسی کے سامنے نہیں جھکے گا، اسکے سوا کسی کی عبادت، پوجا وپرستش نہیں کرے گا۔ یوں وہ اپنے بندے کیلئے جو بہتر سمجھے اسکے لئے فیصلہ کرے، اگر وہ بہتر سمجھے تو دشمنوں سے بچالے یا قربانی قبول کرلے، دونوں کا نتیجہ خیر ہی خیر ہے۔

مذکورہ صلاحیتوں کی حامل ہستی کیلئے کامل علم (عالم الغیب) اور کامل اختیار (مختارِ کُل) ہونا ناگزیر ہے۔ اس بنیادی وضاحت کے بعد اب ہم قرآن حکیم سے ''الٰہ'' کی صفات سے آگاہی حاصل کرتے ہیں:

تین بنیادی صفات

قرآن حکیم میں ''اللہ'' کی درج ذیل تین بنیادی صفات بیان ہوئی ہیں جن کی تفصیل آگے بیان کی جائے گی:

(۱)۔ خالق (ہر شے کو امر کن سے تخلیق کرنے والا، زندہ سے مردہ اور مردہ سے زندہ کو نکالنے والا،

زندگی عطا کرنے والا، موت دینے والا اور موت کے بعد زندگی کا دوبارہ سے اعادہ کرنے والا)۔

اس صفت کا ذاتی وعطائی طور پر کسی لحاظ سے بھی مخلوق پر اطلاق نہیں ہوسکتا۔خالق صرف اور صرف اللہ ہے اسکے سوا کوئی اورنہیں۔

(۲)۔عالم الغیب(ما کان وما یکون :یعنی جو کچھ تھا اور جو کچھ ہونا تھا، کائنات کی ہر غیب اور پوشیدہ اشیاء کا تفصیلی وکلی علم رکھنے والا) صرف اللہ ہے اسکے سوا کوئی اورنہیں۔الٰہ وہ ہستی ہوتی ہے جس کی نظر میں مخلوق ہو۔جو ہر مخلوق (انسان،حیوانات وجمادات.....) کے ہر قسم کے حالات سے مکمل آگاہ ہو۔

ایسا علم کسی میں ماننا (ذاتی یا عطائی طور پر) اسے معبود کے درجے پر فائز کرنا تصور ہوگا۔

لٰہذا جتنا محدود علم مخلوق پر اللہ نے ظاہر کیا اسے عطائی طور پر مخلوق میں ماننے میں حرج نہیں۔لیکن حد سے تجاوز کرتے ہوئے اس محدود علم کو لاکھوں کروڑوں سے ضربین دے کر مخلوقات کو خالق کی صفات میں داخل کر کے مقام الوہیت میں داخل کرنے سے گریز کرنا ہے۔اسی طرح افراط و تفریط سے بچتے جتنا علم اللہ نے مخلوق پر ظاہر کیا ہے اس کی نفی سے بھی بچنا ہے۔

(۳)۔مختار کل: ساری کائنات کا مالک ومختار، ہر شے پر تصرف واختیار اور کامل قدرت رکھنے ہر قسم کے حالات کو تبدیل کرنے والا صرف اور صرف اللہ ہے اسکے سوا کوئی اورنہیں۔

مخلوقات کیلئے محدود اختیار جتنا کسی کو دیا گیا۔اللہ کے اذن کے تحت اسے حدود وقیود کے دائرہ میں رہ کر مخلوق پر طلاق کرنے مین حرج نہیں۔اس ضمن میں شرک سے بچنے کیلئے دو باتوں کا خیال کرنا ہے جن کی تفصیل انشاء اللہ آگے بیان ہوگی:

<u>اول:</u> مافوق امور کو ماتحت امور کی طرح مخلوق پر اطلاق کہ جب چاہیں جس طرح چاہیں تصرف کریں..... صفت الوہیت میں شراکت شمار ہوگا۔مگر اللہ کے اذن کے ساتھ حدود وقیود کا

لحاظ رکھتے ہوئے۔

دوم: مختار کل یعنی سارے اختیارات کا (ذاتی یا عطائی طور پر) مخلوق پر اطلاق بھی صفت الوہیت میں شراکت ہوگی۔

مذکورہ تینوں صفات کی تفہیم کیلئے قرآن پاک کی نوارانی آیات پر تدبر کرتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا وَ مَا تَحْتَ الثَّرٰی ۝﴾

(سورہ طٰہٰ:20،آیت:6)

''جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ ان دونوں کے مابین ہے اور جو کچھ مٹی کے نیچے ہے، سب اسی کا ہے۔''

مذکورہ آیت کریمہ میں کائنات میں موجود ہر شے کی ملکیت و اختیار یعنی صفت مختارِ کُل کو بیان کیا گیا ہے کہ کائنات کی ہر شے اسی کی ملکیت اور اسی کے اختیار میں ہے۔

﴿ وَ اِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَ اَخْفٰی ۝﴾(سورہ طٰہٰ:20،آیت:7)

''اور اگر تم پکار کر بات کہو تو وہ ہر ایک پوشیدہ بلکہ پوشیدہ سے پوشیدہ تر بات تک کو بھی جانتا ہے۔''

یہاں اسکے علم کا تذکرہ ہے کہ وہ پوشیدہ سے پوشیدہ تر ہر غیب سے آگاہ ہے۔یعنی صفتِ علم غیب کا بیان ہے۔

ان دو آیات کے بعد فرمایا:

﴿ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ۝﴾(سورہ طٰہٰ:20،آیت:8)

''(پس) اللہ ہی وہ معبود ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسکے سب نام اچھے ہیں۔''

یہاں ان دو صفات یعنی مالک و مختار اور علم غیب کی بنا پر یہ نتیجہ منطبق کیا گیا ہے کہ مذکورہ دو بنیادی

صفات (علم غیب اور مختار کُل) کی بنا پر معبود ہونے کا حق دار بھی صرف اور صرف اللہ ہے۔
یہی اسلوب سورۃ القصص کی بالترتیب تین آیات میں اختیار کیا گیا ہے:

﴿وَ رَبُّکَ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَ یَخْتَارُ مَا کَانَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۝﴾ (سورۃ القصص:28: آیت:68)

''اور تمھارا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔ان میں سے کسی کو بھی اختیار نہیں۔اللہ پاک ہے اور بلند و بالا ہے اس شرک سے جو لوگ کرتے ہیں۔''

یہاں اللہ نے اپنے مختار کُل ہونے کے ساتھ ساتھ مشرکین کے معبودان باطلہ کے مختار کل ہونے کی نفی کرتے ہوئے اس صفت (یعنی مختار کُل) کی بنیاد پر انہیں مشرک بھی قرار دیا ہے۔

﴿وَ رَبُّکَ یَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَ مَا یُعْلِنُوْنَ ۝﴾

(سورۃ القصص:28: آیت:69)

''انکے سینے جو کچھ ظاہر کرتے ہیں اور جو کچھ چھپاتے ہیں تمھارا رب اسکو جانتا ہے۔''

یہاں سینوں میں چھپے بھید جاننے کو اپنی صفتِ علم غیب کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔
ان دو صفات کی بنیاد پر پھر وہی نتیجہ نکالا گیا ہے:

﴿وَ هُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰی وَ الْاٰخِرَةِ وَ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝﴾ (سورۃ القصص:28: آیت:70)

''اور (پس) وہی اللہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔دنیا اور آخرت میں اسی کی تعریف ہے اور اسی کا حکم (نافذ) ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔''

یہاں پھر مذکورہ دو صفات (مختار کُل اور علم غیب) کی بنا پر یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ معبود ہونے کا حقدار وہی ہے جس میں یہ دو بنیادی صفات پائی جائیں۔بات کو ایک اور انداز سے مزید واضح کیا گیا:

﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ﴾ (سورۃ القصص،آیت:71)

"آپ فرما دیجئے بھلا اتنا تو سوچو اگر بنا دے اللہ تعالیٰ تم پر رات ہمیشہ کے لئے قیامت کے دن تک تو کون سا الہٰ ہے اللہ کے سوا جو لا دے تمھیں روشنی، کیا تم سنتے نہیں؟"

یہاں سوالیہ انداز میں قبضہ وقدرت کی صفت کو بیان کرکے بات سمجھائی گئی ہے، کہ ایسی خدائی صفات کا حامل اللہ کے سوا اور کون ہے کہ اسے معبود قرار دیا جائے۔؟

اگر کوئی حقیقت تسلیم کرنا چاہے تو مذکورہ آیات سے بات واضح ہو چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے :علم غیب، مختار کل، قبضہ وقدرت کی بنا پر الوہیت کا تقاضا کیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے 'معبود' کی جامع صفات کو سورہ نمل میں مفصل طور پر بیان کرکے، ابلیس کی رخنہ اندازی کو مکمل طور پر بند کر دیا ہے:

﴿اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ جَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّ جَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَ جَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ يَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ يَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ○ اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ مَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ○﴾ (سورہ نمل،آیت:65-60)

"(1) کیا وہ جس نے زمین کو قرار گاہ بنایا اور اسکے درمیان نہریں جاری کر دیں اور اس

کے لئے پہاڑ بنائے اور دو سمندروں کے مابین آڑ بنا دی۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور الٰہ بھی ہے۔؟ بلکہ ان میں سے اکثر کچھ جانتے ہی نہیں۔(2) بے کس کی پکار کو جب وہ پکارے کون قبول کر کے اسکی مشکل کو دور کر دیتا ہے؟ اور تمھیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور الٰہ ہے؟، تم بہت کم نصیحت وعبرت حاصل کرتے ہو۔(3) کیا وہ جو تمھیں خشکی اور تری کی تاریکیوں میں راہ دکھاتا ہے اور جو اپنی رحمت سے پہلے ہی خوش خبریاں دینے والی ہوئیں چلاتا ہے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟، جنہیں یہ شریک کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب سے بہت بلند و بالاتر ہے۔(4) کیا وہ جو مخلوق کی پہلی دفعہ پیدائیش کرتا ہے پھر اسے لوٹائے گا اور جو تمھیں آسمان اور زمین سے روزیاں دے رہا ہے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور الٰہ ہے؟، فرمادیجئے اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو۔ فرمادیجئے آسمانوں اور زمین والوں میں سے کوئی غیب نہیں جانتا، انہیں تو یہ بھی معلوم نہیں کہ (قبروں سے) کب اٹھا کھڑے کئے جائیں گے۔''

ان آیات کے مطالعہ سے بھی 'الٰہ' کی درج ذیل صفات کا علم ہوتا ہے:

(۱)۔زمین کی تخلیق اور اسے زندگی کیلئے موزوں بنانا یعنی صفت ربوبیت کی بنا پر الوہیت کا تقاضا۔

(۲)۔ہر فریاد رس کی فریاد سے آگاہی اور مشکل کو رفع کرنے کی قدرت یعنی عالم الغیب اور مختار کل ہونے کی بنا پر الوہیت کا دعویٰ۔

(۳)۔تخلیق کی ابتدا، اسکا اعادہ اور رازق ہونا۔یعنی صفت ربوبیت کی بنا پر الوہیت کا تقاضا۔

(۴)۔مخلوق کیلئے کائنات کے غیب جاننے کی نفی اور جن اہل قبور کی عبادت و پکار کی جاتی تھی انکی اپنے پجاریوں کی پوجا سے لاعلمی حتی کہ قبروں سے اٹھائے جانے کے وقت سے لاعلمی کا اظہار۔

نمبر (۱) اور نمبر (۳) میں بیان کردہ صفات (یعنی صفت ربوبیت) کو تو مشرکین مکہ مانتے تھے لیکن

نمبر (۲) اور نمبر (۴) یعنی علم غیب اور مختار کل میں شرک کرتے تھے۔

صفات الوہیت کا ایک اور زبردست مقام ملاحظہ فرمائیں:

﴿ اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّ لَا نَوْمٌ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَ مَا خَلْفَھُمْ وَ لَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ لَا یَؤُدُہٗ حِفْظُھُمَا وَ ھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ○﴾ (سورۃ البقرہ:2: آیت:255)

’’اللہ ہی معبود ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جو خود سے زندہ اور سب کو تھامنے والا ہے۔ جسے نہ اونگھ آئے نہ نیند۔ اسی کی مِلک ہیں زمین و آسمان کی ساری چیزیں۔ کون ہے جو اسکی اجازت کے بغیر اسکے سامنے شفاعت کر سکے۔ وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو انکے پیچھے ہے۔ اور وہ اسکے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ (خود) چاہے۔ اسکی کرسی کی وسعت نے زمین و آسمان کو گھیر رکھا ہے۔ اور (کائنات) کی حفاظت اسے نہیں تھکاتی۔ وہ بہت بلند اور بہت عظمت والا ہے۔‘‘

اس عظیم آیت میں ’الٰہ‘ کی درج ذیل صفات بیان ہوئی ہیں:

(۱)۔ خود سے زندہ اور کائنات کی زندگی اسکی بدولت۔

(۲)۔ لمحہ بھر کیلئے بھی جسے نہ کبھی نیند آئے نہ اونگھ۔ ساری کائنات کو تھامنے والا۔ نظامِ کائنات چلانے میں نہ جسے تھکن ہو نہ تھکاوٹ۔

(۳)۔ کائنات کا مالک و مختار، جسکی بادشاہت ساری کائنات پر۔

(۴)۔ عالم الغیب یعنی کائنات کا سارا غیب جس پر عیاں ہو۔ اور اسکے عطا کئے بغیر اسکے علم غیب سے کچھ بھی کوئی حاصل نہ کر سکے۔

(۵)۔ اس پر کسی کی کوئی زور زبردستی نہیں۔کس کی مجال ہے کہ اسکی اجازت کے بغیر اسکی بارگاہ میں کوئی سفارش کر سکے۔

یہ پانچوں صفات معبود کی بنیادی صفات ہیں۔ان میں سے کوئی صفت بھی معبود کے علاوہ کسی میں نہیں ہو سکتی۔مخلوق کو ان صفات (ذاتی یا عطائی طور) سے متصف کرنا اسے معبود کے درجے پر فائز کرنا یا اللہ پر جھوٹ باندھنا تصور ہوگا۔اللہ کے سوا کسی اور میں یہ صفات نہیں بلکہ قرآن نے یہ بات واضح کی کہ کوئی نبی بھی ایسا نہیں تھا جسے کھانے پینے کی حاجت نہ ہو۔

﴿وَ مَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ مَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ o﴾ (سورۃ الانبیاء:8)

"اور ہم نے انکے جسم ایسے نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ ہی وہ ہمیشہ رہنے والے تھے۔"

صفت نمبر:۲،۳،اور۴ کا مطلب ہے 'عالم الغیب اور مختار کُل' یعنی وہی دو بنیادی صفات جن کی بنیاد پر کئی آیات میں دعویٰ الوہیت کیا گیا ہے۔یہی وہ صفات ہیں جس میں مشرکین شرک کرتے تھے۔قرآن مجید میں جہاں بھی استحقاق عبادت و پکار کا ذکر آیا انہیں دو بنیادی صفات کو عبادت کی علت (Cause) قرار دیا گیا۔

مزید آیات

بات کو سمجھنے کیلئے 'الٰہ' کے ضمن میں مزید آیات ملاحظہ فرمائیں:

☆ ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَ اَبْصَارَكُمْ وَ خَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ o﴾

(سورۃ الانعام:6:آیت: 46)

"انہیں کہو کہ بھلا دیکھو تو اگر چھین لے اللہ تمھارے کان اور آنکھیں اور لگا دے تمھارے دلوں

پر مہر تو، اللہ کے سوا کون سا الہٰ ہے جو تمھیں یہ نعمتیں پھر سے بخش دے۔ دیکھو ہم کس کس طرح اپنی آیات بیان کرتے ہیں۔ پھر بھی یہ لوگ روگردانی کیئے جاتے ہیں۔''

یہاں ہمارے اعضا، صلاحیتوں، زندگی پر قبضہ واختیار اور کلی تصرف واختیار........ کی بنا الوہیت کا تقاضا کیا گیا ہے۔

☆ ﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ o رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ o﴾ (سورہ ص:38: آیت:65-66)

''کہہ دو میں تو صرف ڈرانے والا ہوں، اور کوئی الہٰ نہیں سوائے اللہ کے جو یکتا ہے اور غالب ہے۔ جو آسمانوں اور زمین اور جو انکے مابین ہے سب کا پروردگار ہے، وہ غالب اور بخشنے والا ہے۔''

کلی طور پر قبضہ واختیار اور خالق و مالک...... ہونے کی بنا پر الوہیت کا تقاضا کیا گیا ہے۔

☆ ﴿ هُوَ الَّذِىْ يُصَوِّرُكُمْ فِى الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ o﴾ (سورہ آل عمران:3: آیت:6)

''وہی تو ہے جو (ماں کے پیٹ میں) جیسی چاہتا ہے صورتیں بناتا ہے، کوئی معبود نہیں مگر صرف وہی۔ وہ غالب اور حکمت والا ہے۔''

صفت خلق اور اختیا واقتدار میں سب پر غالب ہونے کی بنا پر الوہیت کا تقاضا۔

☆ ﴿ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ وَ خَلَقَ كُلَّ شَىْءٍ وَ هُوَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ o ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَىْءٍ فَاعْبُدُوْهُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ وَّكِيْل o﴾

(سورۃ الانعام:6: آیت:101-102)

''وہی آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ اسکے اولاد کہاں سے ہو جب کہ اسکی بیوی ہی

نہیں، اور اس نے تخلیق کیا ہے ہر شے کو اور اسکے پاس علم ہے ہر شے کا۔ یہ ہے تمھارا رب۔ اسکے سوا کوئی معبود نہیں، ہر چیز کا تخلیق کرنے والا، پس اسی کی بندگی کرو، اور وہ ہر چیز پر نگراں ہے۔"

کائنات کا خالق و مالک، ہر شے کا علم غیب اور مختار کل ہونے کی بنا الوہیت کا تقاضا۔

☆ ﴿يَآيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝﴾ (سورہ فاطر:35: آیت:3)

"لوگو اللہ کے جو تم پر احسانات ہیں انہیں یاد رکھو، کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے جو تمھیں آسمان اور زمین سے رزق دے؟ اسکے سوا کوئی معبود نہیں، پس تم کہاں بھٹکے پھرتے ہو۔"

منعم حقیقی اور رازق ہونے کی بنا پر الوہیت کا تقاضا۔

☆ ﴿خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝﴾ (سورہ زمر:39: آیت:6)

"اسی نے تمھیں ایک شخص سے پیدا کیا، پھر اس سے اسکا جوڑا بنایا۔ اور اسی نے تمھارے لئے چار پایوں سے آٹھ جوڑے بنائے۔ وہی تمھیں تمھاری ماؤں کے پیٹ میں ایک طرح، پھر دوسری طرح تین اندھیروں میں بناتا ہے۔ یہی اللہ تمھارا پروردگار ہے، اسی کی بادشاہی ہے۔ اسکے سوا کوئی معبود نہیں، پھر تم کہاں پھرے جاتے ہو۔"

انسان وحیوان کی تخلیق، تدبیر و حکمت کی بنا پر الوہیت کا تقاضا............ افسوس کہ آج بھی مسلمان 'پیراں دتہ' نام رکھتے ہیں کہ یہ بچہ پیروں نے دیا ہے۔ اس سے بڑا شرک جلی اور کیا ہوگا کہ نام کے قرینے میں بھی بچت کوئی صورت نہیں.........؟

☆ ﴿اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝﴾

(سورہ طٰہٰ:20: آیت:98)

''تمھارا معبود اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی اور معبود نہیں، اسکا علم ہر چیز کو محیط ہے۔''

ہر چیز کے کلی علم کی بنا پر الوہیت کا تقاضا۔

☆ ﴿ هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ o هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ o هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ o ﴾ (سورۃ الحشر:59: آیت:22-24)

''وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا، وہ رحمٰن اور رحیم ہے۔ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہ، پاک، سلامتی، امن دینے والا، نگہبان، غالب، زبرست بڑائی والا۔ اللہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے۔ وہی اللہ خالق، ایجاد و اختراع کرنے والا، سورتیں بنانے والا، اسکے سب اچھے نام ہیں۔ زمین و آسمان کی ہر شے اسکی تسبیح بیان کرتی ہے۔ وہ غالب اور حکمت والا ہے۔''

پوشیدہ اور ظاہر کا کلی علم رکھنے والا، غالب، بادشاہ کائنات، مالک ومختار، اور خالق، باری (عدم سے وجود بخشنے والا)، کی بنا پر الوہیت کا تقاضا۔

☆ آسمانوں وزمین کا مالک ومختار اور زندگی اور موت پر قبضہ واختیار کی بنا پر الوہیت کا دعویٰ، دیکھئے: (سورۃ الاعراف:7: آیت:158)

☆ گردش لیل ونہار کی تخلیق کی، زمین وآسمان کی بقائے زندگی کیلئے تخلیق، انسانی شکل وصورت کے ڈیزائن اور پاکیزہ رزق کی عطا کی بنا پر الوہیت کا دعویٰ۔ (سورۃ المومن:40: آیت:61-65)

درج بالا تمام آیات سے بھی معبود کی درج ذیل صفات کا بیان ہے:

(۱)۔عالم الغیب وعالم الظاہر (یعنی کائنات کی ہر غیب اور پوشیدہ اشیاء کا تفصیلی وکلی علم رکھنے والا)

(۲)۔مختار کل (ساری کائنات کا مالک ومختار، ہر شے پر تصرف واختیار اور کامل قدرت)

(۳)۔مدبر کائنات (کائنات کے تمام امور کی تدبیر فرمانے والا)

(۴)۔خالق (ہر شے کو امر کن سے تخلیق کرنے، زندگی اور موت دینے والا)، مالکِ حقیقی، رازقِ حقیقی

معبود کی صفات کا خلاصہ

مذکورہ بالا تمام آیات سے "الٰہ" کی درج ذیل تین بنیادی صفات ہیں جو کثرت سے بیان ہوئیں:

(۱)۔خالق (ہر شے کو امر کن سے تخلیق کرنے والا، زندہ سے مردہ اور مردہ سے زندہ کو نکالنے والا، زندگی عطا کرنے والا، موت دینے والا اور موت کے بعد زندگی کا دوبارہ سے اعادہ کرنے والا)۔

(۲)۔عالم الغیب (ما کان وما یکون: یعنی جو کچھ تھا اور جو کچھ ہونا تھا، کائنات کی ہر غیب اور پوشیدہ اشیاء کا تفصیلی وکلی علم رکھنے والا)۔ جو ہر مخلوق (انسان، حیوانات و جمادات.....) کے ہر قسم کے حالات سے مکمل آگاہ ہو۔

(۳)۔مختار کل: ساری کائنات کا مالک ومختار، ہر شے پر تصرف واختیار اور کامل قدرت رکھنے ہر قسم کے حالات کو تبدیل کرنے والا صرف اور صرف اللہ ہے اسکے سوا کوئی اور نہیں۔ کسی بھی معاملے میں اس پر کسی کی کوئی زور زبردستی نہیں چل سکتی۔

اسکے علاوہ دیگر صفات:

(۴)۔مالکِ حقیقی، رازقِ حقیقی، (۵)۔مدبر کائنات (کائنات کے تمام امور کی تدبیر فرمانے والا)، (۶)۔ازلی ابدی (خود سے زندہ، ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، اسے کبھی موت نہیں آئے گی)، (۷)۔نہ نیند نہ اونگھ، نہ تھکن نہ تھکاوٹ، نہ کھانے پینے کی حاجت۔

سبحان اللہ! ایسی عظیم صفات کی حامل ہستی واقعتاً 'معبود' ہونے کے لائق ہے۔ انسان کی عظمت اور

خوش بختی ہے کہ ایسی عظیم ہستی کے سامنے سجدہ ریز ہو جائے، اسکے دامن سے وابستہ ہو جائے۔ اسے اپنا پناہ دہندہ، کارساز بنا کر ہر خوف وخطرہ سے نجات پا کر قابل رشک بن جائے۔

ان صفات کو ذاتی طور پر کسی میں ماننا اسے معبود بنانا جبکہ عطائی طور پر مخلوق میں ماننا شرک کے ساتھ ساتھ اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے (تدبیر، علم، تصرف و اختیار کے حوالے سے مخلوقات کا دائرہ کار کیا ہے، اسکی وضاحت آگے بیان ہوگی)۔

جیسا کہ آپ نے ربوبیت کے ضمن میں دیکھا کہ مشرکین مکہ ان میں سے کچھ صفات کو اللہ کیلئے بغیر شراکت مانتے تھے جبکہ کچھ صفات میں اپنے معبودوں کو بھی شریک کرتے تھے۔ اسی بنا پر اپنے معبودوں سے حاجت روائی اور مشکل کشائی کرتے اور انہیں اللہ کے ہاں اپنا سفارشی سمجھتے تھے۔ جہاں تک ہمارا مشاہدہ ہے، فی زمانہ مسلمان شاید ہی کسی صفت میں شراکت سے بچے ہوں۔ یہ شعر کئی واعظین کے خطاب میں بیان ہوتا ہے:

خدا جس کو پکڑے چُھڑا لے محمد (ﷺ)

محمد (ﷺ) کے پکڑے چھڑا کوئی نہ سکتا

نوٹ: قرآن مجید میں ایک مقام ایسا ہے جہاں امور کی تدبیر کا اطلاق مجازاً فرشتوں پر بھی کیا گیا ہے۔ امور تدبیر کے حوالے سے چونکہ اللہ تعالیٰ نے بطور خاص اسے اپنی صفت بیان کیا ہے، بلکہ مشرکین مکہ سے سوال کیا ہے کہ، امور کائنات کی تدبیر کون کرتا ہے، انہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ اللہ:

﴿..........وَ مَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ۝﴾

(سورہ یونس۔ آیت:31)

”..........(ان سے پوچھئے کہ) اور کون تدبیر کرتا ہے اُمور کی، تو وہ ضرور کہیں گے اللہ، پھر ان سے پوچھئے تم ڈرتے کیوں نہیں۔؟“

اب وہ آیات جہاں فرشتوں/ہواؤں پر اطلاق ہوا:

﴿فَالۡمُدَبِّرٰتِ اَمۡرًا ۘ﴾ (سورۃ النازعات:79: آیت:5)

''پھر کام کی تدبیر کرنے والوں کی قسم۔''

اللہ تعالیٰ جب اپنی حکمت بالغہ کے تحت فرشتوں کے ذریعے سے کام کرواتا ہے تو مجازاً انہیں بھی مدبر کہہ دیتا ہے۔ حقیقتاً مدبر تو اللہ تعالیٰ ہی ہے، فرشتے اسکے حکم کے مطابق کاموں کی تقسیم کرنے والے ہیں۔ کیونکہ فرشتے اپنی مرضی نہیں کرتے۔ وہ ذرہ برابر بھی اللہ کی مرضی کے خلاف نہیں کرتے مگر جیسے اور جو حکم انہیں دیا جائے اسے من وعن بجالاتے ہیں۔ مجازاً تو تدبیر کا لفظ استعمال ہوا ہے لیکن حقیقتاً یہ تقسیم ہے، جیسا کہ ایک اور مقام پر ہواؤں کے بارے میں آیا:

﴿فَالۡمُقَسِّمٰتِ اَمۡرًا﴾ (سورۃ الذٰریات:51: آیت:4)

''پھر کام کو تقسیم کرنے والیوں کی قسم۔''

بہرکیف کائنات میں فرشتے جو کچھ بھی کرتے ہیں، وہ اللہ کی مرضی ومنشا سے ذرہ بھر ادھر ادھر نہیں ہوتے۔ اُسی کی تدبیر اور اُسی کے حکموں کا اُس کی مرضی کے مطابق اطلاق کرتے ہیں۔ یعنی کائنات میں انکی کوئی شراکت نہیں، نہ تدبیر میں، نہ تقسیم میں۔

باب ۱۰

(2)۔کارساز کا ادراک

الہ کی صفات سے آگاہی کے بعد توحید الوہیت کے تناظر میں اگلی اہم سمجھنے والی حقیقت یہ ہے کہ کارساز سے کیا مراد ہے۔کیونکہ قرآن میں اللہ کے سوا کسی کو کارساز بنانے سے بچنے کا پرزور تقاضا کیا گیا ہے۔اللہ کے سوا کسی کو کارساز نہ بنانا انسانیت پر بہت بڑاامتحان بھی ہےاور بہت بڑی خوش نصیبی بھی۔جو اس میں فیل ہوگیاوہ دنیا میں بھی ہلاک ہوگیااور ہمیشہ کی زندگی میں بھی۔اس ضمن میں پرورگار نے انسانیت کوخبردار کیا:

☆ ﴿وَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ وَ کَفٰی بِاللّٰهِ وَکِیۡلًا ۝﴾

(سورہ نساء:4:آیت:132)

”اوراللہ ہی کی ملکیت ہے جوکچھ ہےآسمانوں اورزمین میں اوراللہ کارساز کافی ہے۔“

☆ حکم دیا گیا صرف اللہ ہی کارساز بنانے کا:

﴿رَبُّ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذۡهُ وَکِیۡلًا ۝﴾

(سورۃ المزمل:73:آیت:9)

”وہ رب ہے مشرق اورمغرب کا،کوئی معبودنہیں سوائے اسی کے پس اسے ہی اپنا کارساز بنالیجئے۔“

☆ اللہ کے سوا کسی اورکوکارساز بنانے سے منع بھی کردیا گیا:

﴿وَ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ وَ جَعَلۡنٰهُ هُدًی لِّبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اَلَّا تَتَّخِذُوۡا مِنۡ دُوۡنِیۡ وَکِیۡلًا ۝﴾ (سورہ بنی اسرائیل: آیت:2)

''اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اسے بنی اسرائیل کیلئے ہدایت بنا دیا کہ تم میرے سوا کسی کو کارساز نہ بنانا۔''

یعنی کتاب کا بنیادی تقاضا یہ بیان کیا گیا کہ اللہ کے سوا کسی اور کو کارساز نہ بنایا جائے۔

☆ اللہ کے سوا کارساز بنانے پر مکڑی کے گھر سے تشبیح دی گئی:

﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا وَ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ م☆ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ○﴾ (سورہ عنکبوت: 41)

''مثال ان لوگوں کی جنہوں اللہ کے سوا حمایتی بنائے ہیں، مکڑی کے گھر کی سی ہے۔ وہ بھی ایک گھر بناتی ہے اور سب گھروں میں سے سب سے کمزور اسی کا گھر ہے، کاش تم جان جاؤ۔''

اگر کسی نے بات سمجھنی ہو تو یہ آیت کریمہ آنکھیں کھولنے کیلئے کافی ہے۔

☆ انبیاء علیہم السلام سمیت حقیقی اہل ایمان کا ورد بھی یہی ہے کہ:

﴿حسبنا الله و نعم الوكيل ○﴾ (سورہ آل عمران: 173)

''ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ کیا خوب کارساز ہے۔''

اس آگاہی کے بعد اگلی اہم ترین بات یہی ہے کہ فوراً سمجھا جائے کہ ''کارساز'' سے مراد کیا ہے۔۔؟ تاکہ مخلوق کو اس درجے پر فائز کرنے سے بچا جا سکے۔

<u>لغوی معنی:</u> لغت کی رو سے کارساز کا مطلب ہے: ''وکیل، ذمے دار، بگڑی بنانے والا، سنبھالنے والا، پناہ دہندہ جس پر بھروسہ کیا جا سکے۔''

<u>شرعی معنی:</u> شریعت کے اعتبار سے کارساز وہ ہستی ہے جو تمام مخلوقات: انسان، جن، حیوانات، چرند پرند، جمادات .... کے تمام احوال سے ہر لمحہ آگاہ ہو اور ان کے ہر قسم کے حالات (بشمول ماتحت اور مافوق) تبدیل کرنے پر مکمل قادر ہو اور جس پر کامل بھروسہ کیا جا سکے..... وہ کارساز ہے اور وہ

صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکت ہے اسکے سوا کوئی اور نہیں۔

قرآن مجید کی کثیر آیات اور صحیح السند احادیث کی روشنی میں کارساز کی صفات کا خلاصہ کچھ یوں ہے:

(۱)۔حرف آخر صرف اللہ کو سمجھنا اس سے اوپر کوئی اور نہیں۔وہ اگر کسی کو کوئی نقصان دینا چاہے تو کوئی اس نقصان سے بچا نہیں سکتا۔اور اگر وہ کسی کو کوئی فائدہ دینا چاہے تو کوئی اس فائدے کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتا۔

(۲)۔دنیوی خطرات اور اندیشوں کی بنا پر دین پر عمل پیرا ہونے، اللہ کے حکم کی بجا آوری سے گریز کرنا نفس و شیطان کو کارساز بنانا تصور ہوگا۔

(۳)۔اللہ کو حقیقی کارساز سمجھتے ہوئے صرف جائز اسباب (اسباب کے تحت حقیقی کارساز اللہ کو سمجھتے ہوئے مستفید ہونا) تک محدود رہنا۔فائدے و نقصان کی خاطر ناجائز اسباب (شرکیہ تعویزات، دم جھاڑ، منکے، پٹے، بلا اسباب غائب سے پکار، اہل قبور سے فریاد رسی) کی طرف جانا نفس و شیطان کو کارساز بنانا قرار پائے گا۔

''نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کے ہاتھ میں تانبے کا چھلہ دیکھا تو فرمایا: یہ کیا ہے؟ آدمی نے جواب دیا ریاح (بیماری) کی وجہ سے پہن رکھا ہے آپ ﷺ نے فرمایا اسے نکال دو کیونکہ یہ بیماری کو زیادہ ہی کرے گا اور اگر تم اس حال میں مر گئے کہ یہ تمہارے جسم پر باقی رہا تو کبھی کامیاب نہ ہوگے۔(مسند احمد 445/4: امام حاکم اور ذہبی دونوں نے صحیح کہا)

مزید یہ کہ:

جائز اسباب سے مستفید ہوتے ہوئے بہت حریص ہو جانا، لوگوں سے بار بار سوال کرنا، لوگوں کے پیچھے پڑ جانا توکل کے منافی ہے۔تین دفعہ سے زیادہ سوال کرنے سے بچیں انشاء اللہ، پروردگار کوئی سبیل پیدا کر دے گا۔

نوٹ: اس ضمن میں اذن کے تحت مافوق امور سے مخلوق کا مستفید ہونا آگے بیان کیا جائے گا۔

(۴)۔قانون وقاعدے کے تحت عزت وقار کو قائم رکھتے ہوئے لوگوں کی طرف جھکاؤ، ان کی عزت انکا احترام درست ہے لیکن لوگوں کے سامنے حد درجہ ذلت وپستی اور خشوع اختیار کرنا۔ان کے روبرو اپنے آپ کو ذلیل کر لینا ان کے سامنے جھک جانا...... انہیں کارساز بنانا قرار پائے گا۔

(۵)۔ مافوق امور پر مخلوق کو قابض جاننا مخلوق کو اللہ کی قدرتوں کا حامل ٹھرانا کہ جس طرح ماتحت امور مخلوق کے اختیار میں دیئے گئے ہیں جیسے چاہیں انسان اس میں دسترس کرے اسی طرح مافوق امور (معجزہ کرامت، بلا اسباب غائب سے فریاد رسی، اہل قبور سے مشکل کشائی وغیرہ) پر مخلوق کو قابض جاننا........ مخلوق کو الہ اور کارساز بنانا ہوگا، دیکھئے:

(سورہ نمل۔آیت:62)، (البقرہ: ۱۸۶)، (سورۃ الاعراف:39-37)، (سورہ بنی اسرائیل : 7۔ 56)، (سورہ مریم۔آیت: 48)، (سورہ لقمٰن : 32)۔(سورۃ الانعام۔آیت:،58، 37)،(سورہ احقاف۔آیت:6)

ان نکات کی تفصیل انشاء اللہ آگے بیان کی جائے گی۔

صرف اللہ ہی کو کارساز بنانا انسانیت کی معراج ہے جسے پانے کیلئے: ہمہ تن اللہ کی یاد، اسکی بندگی اسکے ساتھ وابستگی، شدید محبت اور اسکے احکامات کی پیروی اختیار کر کے جائز اسباب تک محدود رہ کر اپنے معاملات اسکے سپرد کر کے ہر خوف وخطر فکر واندیشہ سے آزاد ہو کر قابل رشک ہو جائیں جیس جیسا کہ ایک مرد مومن نے اللہ کی خاطر اپنی جان داؤ پر لگاتے ہوئے کہا:

﴿ وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝﴾ (سورۃ المومن:44)

''اور میں اپنا معاملہ اللہ کی سپرد کرتا ہوں یقیناً اللہ اپنے بندوں کو دیکھنے والا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

''اے اللہ میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کر دیا،۔میں تجھ پر ایمان لایا۔میں نے تجھ پر ہی

بھروسہ کیا۔ تیری ہی طرف میں نے رجوع کیا اور تیری وجہ سے ہی میں نے (دین کے دشمنوں) سے جھگڑا کیا۔ اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تیرے غلبے کے ذریعے سے میں پناہ مانگتا ہوں، اس بات سے کہ تو مجھے سیدھے راستے سے بھٹکا دے۔ تو زندہ ہے جسے موت نہیں آئے گی جبکہ تمام جن وانس مر جائیں گے۔'' (بخاری:7383، مسلم)

یہ محض الفاظ نہیں بلکہ یقین و عمل کی جھلک ہے۔

آئیں ابھی وقت ہے بات سمجھ آگئی ہے تو غلط راہ سے تائب ہو کر شکر بجا لاتے ہوئے فوراً مذکورہ حقیقت پر آکر صرف اللہ ہی کو اپنا معبود اور کارساز بنا کر قابل رشک ہو جائیں۔

۞۞۞۞۞

باب ۱۱

مخلوقات کا دائرہ کار

سابقہ ابواب سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ تین بنیادی صفات ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ''الوہیت کی علت'' قرار دیا ہے یعنی:

(۱)۔خالق: ہر شے کو عدم سے وجود دینے والا

(۱)۔عالم الغیب: یعنی کائنات کی ہر شے جس پر عیاں ہو

(۳)۔مختار کل: ساری کائنات کا مالک ومختار، ہر شے پر تصرف واختیار اور کامل قدرت رکھنے ہر قسم کے حالات کو تبدیل کرنے والا۔

انہیں تین صفات کے حوالے سے مخلوقات کے اختیارات کا دائرہ کار سمجھنا ضروری ہے۔ جہاں تک معاملہ صفت خلق کا ہے اس حوالے سے دلائل سے بات کو کھولنے کی زیادہ ضرورت نہیں کیونکہ مسلمان اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ کسی بھی مخلوق میں تخلیق کرنے کی ذرہ برابر بھی صلاحیت نہیں نہ ذاتی طور پر اور نہ ہی عطائی طور پر۔ لہٰذا باقی دو صفات'' **علم غیب اور مختار کل**'' انہیں میں شیطان نے دخل اندازی کر کے توحید سے دور کیا ہے اور'' **کارساز**'' کے تناظر میں بھی انہیں کو استعمال کیا۔ اسلئے اس پر ضروری وضاحت بیان کی جائے گی۔

امور دو قسم کے ہیں:

(1)۔ماتحت الاسباب امور، اور (2)۔مافوق الاسباب امور

(1)۔<u>ماتحت الاسباب امور:</u>

یہ وہ امور ہیں جو قوانین طبیعہ یا قوانین فطرت (Physical Laws of Nature) کے تحت ہیں، جیسے: سورج، چاند، زمین یعنی نظام شمسی، کشش ثقل، برقی و مقناطیسی قوت، زمین میں خزانے ....وغیرہ۔ خالق نے اپنے امرِ کن کے ذریعے قیامت تک انہیں کائنات میں جاری وساری فرما کر انہیں انسان کیلئے مسخر کر دیا ہے۔ انہیں انسان کے اختیار میں دے دیا گیا ہے۔ انسان ان میں جیسے چاہے اپنی مرضی سے تصرف کر سکتا ہے، اسباب میں امور کی تدبیر کر سکتا ہے، ایجادات کے ذریعے ان سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ لہٰذا اللہ کو فاعلِ حقیقی سمجھتے ہوئے، ان قوانین یعنی اسباب کے تحت: امور کی تدبیر کرنا، ایک دوسرے کی مدد کرنا، کام آنا، تعاون کرنا......... کوئی شرک نہیں۔ ان جاری وساری قوانین کو روکنے کیلئے خالق کے نئے امر کن کی ضرورت ہوتی ہے۔ انسان کے بس کی بات نہیں کہ خدا کے ان جاری وساری قوانین کو اللہ کی مرضی اور اسکے امر کن کے بغیر ساقط کر سکے۔

(2)۔ مافوق الاسباب امور: چونکہ ظالم شیطان، اسی مد میں انسان کو شرک کے جال میں پھنسا کر لوگوں کو معبود کے منصب پر فائز کرواتا ہے، اسلئے انہیں ٹھیک ٹھیک سمجھنا انتہائی ضروری ہے۔ انہیں امور کے حوالے سے عام لوگوں میں یہ غلط تصور پایا جاتا ہے کہ جن پر یہ امور ظاہر ہوں، تکوینی امور انکے ہاتھ آ جاتے ہیں اور وہ براہِ راست نظام کائنات میں تصرف کرتے ہیں اور رفتہ رفتہ ابلیس اس غلط عقیدہ کی وجہ سے انسان کو شرک کی دلدل میں پھنسا لیتا ہے۔ یاد رکھیں! مافوق الاسباب امور کی صحیح حقیقت، ظالم ابلیس انسانیت کو کبھی بھی تسلیم نہیں کرنے دے گا، مگر صرف چند خوش نصیبوں کو۔ کیونکہ انہیں تسلیم کرنے سے انسان کا دامن شرک سے پاک ہو جاتا ہے جو کہ شیطان کو کسی صورت بھی گوارہ نہیں۔ ان امور کے حوالے سے یقینی حقیقت پر مبنی چند باتیں سمجھ لیں:

(۱)۔ وہ امور جن کے ذریعے کائنات میں جاری و ساری قوانین طبیعہ یعنی قانونِ فطرت

(Physical Laws of Nature) ٹوٹ جائیں، یعنی جو فطرت اور عقل کو عاجز کر دیں، انہیں 'مافوق الاموز' کہا جاتا ہے۔

(۲)۔ ان امور کے ظہور کیلئے اللہ ﷻ کے نئے امر کُن کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کا نیا امر کن نہ آئے، تب تک قانونِ فطرت ٹوٹ کر عقل کو عاجز کرنے والے امور ظاہر نہیں ہو سکتے۔

(۳)۔ یہ امور بطور معجزہ (صرف انبیائے کرام علیہم السلام پر)، بطور کرامت (دیگر نیک لوگوں پر) اور بطور استدراج، جادو یعنی شعبدہ بازی (عموماً بُرے لوگوں پر) ظاہر ہوتے ہیں۔ معجزہ اور کرامت تو اللہ کے امر کن کے ذریعے قانون فطرت کو توڑنے کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔ جبکہ استدراج یا جادو میں حقیقت میں کوئی قانون فطرت نہیں ٹوٹتا بلکہ یہ نظر کا دھوکا (Illusion) ہوتا ہے۔ جو صرف دیکھنے میں قانون فطرت ٹوٹتا ہوا نظر آتا ہے لیکن حقیقت میں نہیں ٹوٹتا۔ جیسے فرعون کے جادوگروں کی رسیاں حقیقت میں سانپ نہیں بنی تھیں، بلکہ دیکھنے میں سانپ نظر آئیں۔ البتہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا، بطور معجزہ حقیقتاً سانپ بنا تھا، جس نے رسیوں کو نگل کر یہ شعبدہ ختم کر دیا۔ جس پر جادوگر بھی ایمان لے آئے، کیونکہ ان پر اپنے شعبدے (Illusion) کی حقیقت واضح ہو گئی تھی۔ دور حاضر میں بھی بہت سے جادوگر شعبدہ باز ہیں، جن میں سرفہرست نام ''ڈیوڈ کاپرفیلڈ'' کا ہے۔ جس کے شعبدوں سے دنیا حیران ہے، پانی پر چلنا، عمارتیں غائب کرنا، تلوار سے انسان کو دو ٹکڑے کر دینا............ وغیرہ۔ یہ چیزیں آپ ٹی وی چینلز، انٹرنیٹ پر دیکھ سکتے ہیں۔ مزے کی بات ہے وہ ساتھ یہ بات کہتا بھی ہے کہ حقیقت میں ایسا کچھ نہیں، یہ محض نظر کا دھوکا ہے۔ یہ شخص اگر اپنا حلیہ تبدیل کر لے: چوغہ، جبہ، ڈاڑھی، امامہ پہن کر برصغیر میں آجائے، تو اکثریت اسے معبود کے درجے پر فائز کر دے۔

(۴)۔ ماتحت الامور کو توڑ کر مافوق الامور کو ظاہر کرنا انسان کے کسب یا محنت کا نتیجہ نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی مشیت کے تحت صرف اور صرف اپنی مرضی سے ظاہر کرتا ہے۔ ہاں ہر ایک پر تو ایسے امور ظاہر نہیں ہوتے، جن لوگوں کو ذریعہ بنایا جائے ان کی شان کا اظہار ہے اور ربّ کے قرب کی دلیل ہے۔ اپنی کوشش اور ارادے سے اس کا ظہور ممکن نہیں مگر مشیت کے تحت جب اللہ چاہیں۔ کسی کی کوئی زور زبردستی نہیں، ہاں اسکے لئے اللہ سے دعا کی جاسکتی ہے، چاہے وہ قبول کرے، چاہے نہ کرے۔ لیکن ضرورت وحکمت کے تحت وہ ان امور کو جہاں ناگزیر ہو وہاں ظاہر فرماتا ہے۔ کئی معجزات اور کرامات کا قرآن مجید میں ذکر آیا جن میں سے کچھ ملاحظہ فرمائیں:

قرآنی معجزات: نبی کریم ﷺ کو معراج کرانا، نبی کریم ﷺ کے اشارے سے چاند کا دو ٹکڑے ہونا۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی بغیر باپ کے معجزانہ پیدائش، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں مردوں کو زندہ کرنا، مٹی کی مورتوں میں پھونک سے اُڑتے پرندے بنا دینا، کوڑھ اور برص والے مریضوں کو شفایاب کرنا، مادرزاد اندھوں کو بینائی دینا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فرعون کے گھر پرورش کرانا، انکے عصا مبارک کا سانپ بننا اور سمندر کو دو حصوں میں تقسیم کر کے راستہ بنا دینا، سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر آگ کا گلو گلزار بننا، پرندوں کے گوشت کا سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی آواز پر دوبارہ پرندے بن کر اُڑ جانا۔ حضرت عزیر علیہ السلام کو سو سال کے بعد زندہ کرنا، سو سال گزرنے کے باوجود کھانے کا باسی نہ ہونا اور گدھے کی ہڈیوں سے دوبارہ ان کے گدھے کو بنا دینا جو انہیں پہچان لے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ پر لوہے کو نرم کر دینا، پہاڑوں کا انکے ساتھ تسبیح کرنا۔ حضرت صالح علیہ السلام کیلئے پہاڑ سے گابھن اونٹنی نکالنا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی گردن پر چھری کا نہ چلنا، حضرت زکریا علیہ السلام کو بانجھ بیوی سے بڑھاپے کی آخری عمر میں بیٹے سے نوازنا، حضرت یونس علیہ السلام کو

مچھلی کے پیٹ میں زندہ رکھنا،حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع پرندوں اور جنات کو کرنا، پرندوں اور جانوروں کی بولیوں کو سمجھنا اور ہواؤں کو انکے لئے مسخر کرنا،حضرت ایوب علیہ السلام کو شدید بیماری سے معجزانہ شفا دینا،..............

قرآنی کرامات: حضرت مریم علیہا السلام کے حجرے میں بے موسمی پھلوں کا ظہور، کھجور کے درخت کو ہلانے سے اسی وقت کھجوروں کا لگنا، پکنا اور نیچے گرنا، بغیر باپ کے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی حضرت مریم علیہا السلام سے ولادت باسعادت۔اصحاب کہف کی غار میں حفاظت اور تین سو سال سے زائد عرصہ سلا کر دوبارہ زندہ کرنا۔ایک شخص کا تخت بلقیس کو پلک جھپکنے کے وقت میں میلوں فاصلے سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی بارگاہ میں لے آنا، چھوٹے چھوٹے پرندوں سے اصحاب فیل کے لشکر کو تباہ کر دینا، ....

(۵)۔ معبود کے ضمن میں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ:اول تو شیطان انسان کو شرک کی دلدل میں گراتا ہے۔اور جو اس شرک کے علاج اور صفائی کیلئے قرآن وسنت سے دلائل بتلائے ،اُسے شیطان گستاخ قرار دلوا دیتا ہے۔تا کہ ہدایت تک پہنچے کی راہ کو ہی کاٹ دیا جائے اور موت تک انسان اس کے شکنجے میں جکڑا مردود مر کر ابدی خسارے کا شکار ہو جائے۔بہر کیف جو سلیم الفطرت حق کو تسلیم کرنے والے ہیں، وہ درج ذیل واضح دلائل ملاحظہ فرمائیں:

معاملہ: یہ معاملہ ہے کفار کی جانب سے حسی معجزہ کی طلب کا۔کفار کا نبی کریم ﷺ سے پر زور اصرار تھا کہ اگر ہمیں حسی معجزہ دکھلا دیا جائے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ نبی کریم ﷺ کی بھی شدید خواہش یہی تھی کہ انہیں کوئی حسی معجزہ دکھلا دیا جائے تا کہ وہ ایمان لے آئیں۔لیکن اللہ تعالیٰ درج ذیل حکمتوں کے تحت معجزہ ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے:

(۱)۔نشانی دیکھ کر ایمان لانے کا وہ درجہ نہیں جو بغیر نشانی دیکھے ایمان بالغیب کا ہے،

(۲)۔انسان ارتقائی عمل سے گزر کر شعور کی پختگی حاصل کر چکا تھا،اسلئے اللہ تعالیٰ کو بغیر حسی

نشانی، قرآن پر ایمان مقصود تھا، (۳)۔ سابقہ اُمتوں کے لوگ معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے تھے۔ (۴)۔ چونکہ آپ ﷺ کی نبوت تا قیامت تھی، اسلئے آپ ﷺ کو بطورِ دلیلِ نبوت 'معجزہ بھی وہ دیا گیا جو تا قیامت تھا یعنی' قرآن مجید' جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''تمام انبیاء کو ایسے معجزات دیئے گئے جنہیں دیکھ کر (اس زمانہ کے) لوگ ایمان لائے لیکن مجھے جو معجزہ دیا گیا ہے، وہ قرآن ہے جو بذریعہ وحی دیا گیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ قیامت کے روز مجھ پر ایمان لانے والے تعداد میں سب سے زیادہ ہوں گے۔''

(صحیح بخاری، فضائل القرآن)

بہرکیف اہل ایمان کی تقویت کیلئے وقتاً فوقتاً اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر کئی معجزات ظاہر فرمائے تھے۔

قرآن سے دلائل: اب قرآن سے بین آیات ملاحظہ کرکے مافوق امور کے ضمن میں اپنے خود ساختہ غلط نظریات کی اصلاح کریں:

- ﴿وَ مَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ط﴾

(سورۃ الرعد۔ آیت:38، سورۃ المومن، آیت:78)

''اور کسی رسول کو یہ قدرت حاصل نہیں تھی کہ وہ اللہ جل جلالہ کی مرضی کے بغیر کوئی نشانی لا سکے''۔

ان الفاظ کا دوجگہ تکرار کے ساتھ آنا مزید تاکید پیدا کرتا ہے، لیکن اگر کسی نے بات ماننی ہو تو۔!

- ﴿وَ قَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ o﴾ (سورۃ الانعام۔ آیت:37)

''اور کہتے ہیں یہ لوگ کہ کیوں نہیں اتاری گئی اس رسول پر کوئی نشانی (یعنی حسی معجزہ) اس کے رب کی طرف سے۔فرمایئے: بے شک اللہ جل جلالہ قادر ہے اس پر کہ اتارے کوئی نشانی مگر ان میں سے اکثر لوگ (اس بات کو) نہیں جانتے۔''

- ﴿ وَ قَالُوْا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ اِنَّمَآ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌo ﴾ (سورۃ العنکبوت:29:۔آیت:50)

''اور کہتے ہیں یہ لوگ کہ کیوں نہیں اتاری گئیں اس رسول پر کوئی نشانیاں (یعنی حسی معجزات) اس کے رب کی طرف سے۔فرمادیجئے: نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں،اور میں تو کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔''

یہاں پیارے رسول ﷺ نے اپنا منصب یہ بیان فرمایا کہ میں تو انذار کرنے والا ہوں،جبکہ معجزات کو ظاہر کرنا،اللہ کا کام ہے۔

- ﴿قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَo﴾ (سورۃ الانعام۔آیت:58)

(اے نبی ﷺ)''فرمادیجئے اگر ہوتی میرے اختیار میں وہ چیز (عذاب یا نشانی) جس کی تم جلدی مچارہے ہو تو میرے اور تمھارے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا اور اللہ جل جلالہ خوب جانتا ہے ظالموں کو''۔

- ﴿وَ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَیْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِیَ نَفَقًا فِی الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِی السَّمَآءِ فَتَاْتِیَهُمْ بِاٰیَةٍ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَی الْهُدٰی فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ o﴾ (سورۃ الانعام:6:آیت:35)

''اور (اے نبی ﷺ) اگر آپ پر ان کا اعراض گراں گزرتا ہے تو، اگر آپ میں طاقت ہے کہ زمین میں سرنگ نکال لو، یا آسمان میں سیڑھی ڈھونڈ لو، پھر کوئی معجزہ لے آؤ تو (انہیں) دکھا دو۔ اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو راہ راست پر جمع کر دیتا، سو آپ نادانوں میں سے نہ ہو جایئے۔''

نوٹ: اس قسم کی بات ہم اپنی طرف سے نبی کریم ﷺ کے بارے میں نہیں کہہ سکتے، ہاں مگر اللہ تعالیٰ کی نسبت سے بیان کر سکتے ہیں۔ اس میں بھی بہت احتیاط کرنی ہے۔ ہماری سوچ مثبت ہونی چاہئے منفی سوچ اور تحقیر سے بچنا ہے۔ مثبت سوچ کے ساتھ حقائق کی تفہیم کیلئے مثبت نتیجہ اخذ کرنا ہے۔ دوسری طرف اس قسم کی آیات سے رہنمائی لینے سے گریز کرنے سے بھی بچنا ہے۔ کیونکہ خالق کی نازل کردہ تمام آیات ضرورت وحکمت کے تحت ہیں۔ مزید یہ کہ گاہے بگاہے ہر وقت اس قسم کی آیات کو موضوع سخن بھی نہیں بناتے رہنا چاہئے، مگر جب مذکورہ حوالے سے رہنمائی درکار ہو۔

- ﴿ وَ اَنْ اَلْقِ عَصَاکَ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ کَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰی مُدْبِرًا وَّ لَمْ یُعَقِّبْ یٰمُوْسٰۤی اَقْبِلْ وَ لَا تَخَفْ اِنَّکَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ ○﴾ (سورۃ القصص:31)

''اور اپنی لاٹھی زمین پر ڈال دیجئے، پس جب انہوں نے اسے ہلتے دیکھا جیسے کوئی سانپ ہو تو مڑ کر بھاگ پڑے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا، آواز آئی اے موسیٰ! ادھر آیئے اور ڈریئے نہیں، یقیناً آپ امن پانے والوں میں سے ہیں۔''

<u>آیات سے یقینی نتائج:</u> ان آیات سے درج ذیل یقینی نتائج نکلتے ہیں:

۔ پس یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ جس طرح انسان اپنی مرضی کے ساتھ، ماتحت الامور میں تصرف کرتا ہے، مافوق لامور میں بالکل بھی نہیں کر سکتا۔ مگر جس کیلئے جتنا اللہ چاہے۔

۔ کفار کے بار بار حسی معجزہ کے اصرار کے اور پیارے رسول ﷺ کی خواہش کے باوجود بھی حکمت ومصلحت کی خاطر اللہ نے آپ ﷺ پر کفار کیلئے حسی معجزہ نہ اتارا۔

(۶)۔مافوق امور کے ضمن میں اوپر بیان کردہ آیات میں کائنات کے سب سے عظیم رسول ﷺ کے حوالے سے تو حقیقت حال آپ نے ملاحظہ فرمالی ہے۔ باقی لوگ جو نبی بھی نہیں ہیں،اور مافوق امور میں تصرف کے بلند و باگ دعوے کرتے ہیں کہ جب چاہیں،جیسے چاہیں کائنات کو تلپٹ کر کے رکھ دیں (نعوذ باللہ):

چاہیں تو اشاروں سے اپنے کایا ہی پلٹ دیں دنیا کی
یہ شان ہے انکے غلاموں کی سرکار کا عالم کیا ہوگا

تو اب تو یہی امکان رہ جاتا ہے کہ وہ آنحضور ﷺ سے افضل ہیں (نعوذ باللہ) یا پھر یہ اشعار انکی طرف جھوٹ منصوب کئے گئے ہیں یا پھر استدراج ہے.................!

(۷)۔مافوق امور جس پر جاری ہوتے ہیں،اسکا دائرہ کار انہیں حدود و قیود کے تحت ہوتا ہے جتنا اللہ کی طرف سے اذن ہو۔اور اسی کیلئے ظاہر ہوتے ہیں جس پر اللہ چاہیں۔یہ کوئی صلاحیت نہیں جسے ہر کوئی سیکھ سکتا ہو۔یا ایک شخص کسی دوسرے کو منتقل کرسکتا ہو۔ان پر صرف اور صرف ایک اللہ کی مرضی چلتی ہے،جو معبودِ واحدٗ ہے۔اگر ہر کوئی مافوق امور میں اپنی مرضی سے تصرف کرسکتا (جیسا کہ بہت سے لوگ دعویٰ کرتے ہیں) تو کائنات کا نظام درہم برہم ہوجائے:

﴿ لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝﴾ (سورۃ الانبیاء:21:آیت:22)

''اگر آسمان اور زمین میں ،اللہ کے سوا اور معبود ہوتے،تو زمین و آسمان درہم برہم ہوجاتے۔جولوگ یہ افترا بازیاں کرتے ہیں اللہ مالک عرش ان سے پاک ہے۔''

ایسے دعوے کر کے الوہیت کے درجے پر فائز ہونے والوں سے اللہ بروز قیامت نمٹ لے گا۔

(۸)۔مافوق الامور کاموں میں کوئی دخل دینے کا مجاز نہیں،کوئی اللہ کا مشیر نہیں جو اسے مشورہ دے کہ فلاں کام کرو اور فلاں نہ کرو یا اسطرح کرو اور یوں نہ کرو........... وہ خود سے حکم دیتا ہے فرشتوں کو، فرشتے انتظار میں رہتے ہیں، خود سے اللہ کی بارگاہ میں سوال نہیں کرتے ، پھر جو حکم ملتا ہے اسکی تعمیل کرتے ہیں ۔اس ضمن میں پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کی وضاحت بھی قابل غور ہے:

''انہی مقبولان خدا (انبیاؑ و اولیاء اللہ) کو معبود بنالیا جائے یا مستقل یعنی بغیر اذن الٰہی انہیں تصرف کرنے والا یا تصرف میں خدا کا شریک سمجھ لیا جائے اور یہ خیال کیا جائے کہ جسطرح دنیا کے بادشاہ اپنے نائبین کے بغیر سلطنت کا انتظام نہیں چلا سکتے ۔خدا تعالیٰ بھی اپنے مقبول بندوں کے بغیر انتظام نہیں کرسکتا اور انکی بات ماننے پر مجبور ہے تو یہی محبت موجب شرک ہوگی اور ایسا محبّ مشرک اور نا قابل مغفرت ہو جائے گا۔''

(پیر مہر علی شاہ صاحبؒ تحقیق الحق فی کلمۃ الحق، مقدمہ صفحہ۔ح، مطبوعہ: پرنٹنگ پروفیشنلز لاہور، ۲۰۰۴)

بات تو دین میں محتاط رویہ اپناتے ہوئے ہر ایک کے ساتھ اسکے مقام و منصب کے مطابق تعلقات استوار کرنے کی ہے۔خدا ،خدا ہے، رسول، رسول ﷺ ہے اور دیگر مخلوقات، دیگر مخلوقات ہیں........ لیکن انسان حد سے تجاوز میں اس فرق کو ختم کر دیتا ہے۔

<u>ہمارا مسئلہ:</u> ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو تو بالائے طاق رکھ دیا ہوا ہے۔اپنے اپنے پسندیدہ علماء کی سوچ کے مطابق ہم نے خود ساختہ نظریات بنا لئے ہیں۔اور جو کوئی قرآن سے اصلاح کرے، اُسے مردود، گستاخ کہہ کر اسکی جان کے دشمن بن جاتے ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ،سابقہ اقوام کی طرح ہم نے انبیاء علیہم السلام اور بزرگوں کو مافوق صفات سے متصف کر کے الوہیت کے درجے پر فائز کر کے سابقہ اقوام کے نقش قدم پر چل چکے ہیں، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''یقیناً تم بھی پہلے لوگوں کے طریقوں کے پیچھے چل پڑو گے جس طرح بالشت، بالشت

کے ساتھ اور ہاتھ، ہاتھ کے ساتھ (برابر ہوتا ہے) حتیٰ کہ اگر پہلے لوگوں نے کسی گوہ کے سوراخ میں داخل ہونے کا (بے ہودہ اور فضول) کام کیا تو تم بھی اُن کے پیچھے چلوگے۔ پوچھا گیا یارسول اللہ ﷺ اُن پہلے لوگوں سے مراد کیا یہودی اور نصرانی (عیسائی) ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر وہ مراد نہیں تو اور کون مراد ہیں۔ ؟''

(بُخاری ''کتابُ الاعتصام'' حدیث نمبر 3456، مسلم ''کتابُ العلم'' حدیث نمبر 6781)

حالانکہ انبیاء علیہم السلام کی ایسی تعلیمات تھیں ہی نہیں کہ انہیں مافوق امور سے متصف کیا جائے۔ بلکہ قرآن نے تو ولی اللہ ہونے کی گارنٹی صرف دو باتوں پر دی ہے:

﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ o الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ o﴾ (سورہ یونس: آیت: 63-62)

''آ گاہ ہو جاؤ اولیاء اللہ کو نہ کسی قسم کا خوف ہو گا نہ غم، یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیزگاری اختیار کی''

یعنی اللہ کے نزدیک ولی وہ ہے جس میں دو شرائط پائی جائیں: (۱) ایمان، (۲) تقویٰ لیکن ہمارے نزدیک خواہ کوئی کتنا ہی پرہیزگار کیوں نہ ہو، وہ ولی نہیں ہوسکتا جب تک وہ کوئی کرشمہ نہ کر کے دکھائے۔ تو جسے اللہ کی گارنٹی پر یقین نہ آئے اور لوگوں کی وضع کردہ باتوں پر یقین آئے وہ کس کی راہ پر ہوسکتا ہے..........؟ انسان کی فضیلت کرشمے دکھانے میں نہیں بلکہ ایمان بالغیب کے ساتھ تقویٰ پر ڈٹ جانے میں ہے۔ فی زمانہ تو ہر فرقے کے اپنے اپنے ولی اور انکی اپنی اپنی کرامات ہیں، بات کو سمجھنے کیلئے غور فرمائیں:

☆ مولانا رشید احمد گنگوہی صاحبؒ کی سربراہی میں ۱۰۰ افراد پر مشتمل قافلہ بذریعہ ٹرین بمبئی جا رہا تھا کہ فجر کے وقت ٹرین ایک سٹیشن پر رکی، تو جب تک مولانا گنگوہی صاحب نے نماز مکمل نہ کی ٹرین کوشش کے باوجود بھی نہ چل سکی اور جب مولانا صاحب فارغ ہو کر سوار ہوئے تو

ٹرین چل پڑی۔ تفصیل کے لئے دیکھئے:

(تاریخ مشائخ چشت، صفحہ: ۲۷۷، مکتبۃ الشیخ ۴۴۵/۳، کراچی)

☆ اسی طرح مغرب کے وقت ٹرین جب نواب گنج اسٹیشن پر رکی تو کوشش کے باوجود بھی نہ چل سکی جب تک امام احمد رضا صاحبؒ نماز سے فارغ ہو کر ٹرین پر سوار نہ ہو گئے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے:

(تذکرہ امام احمد رضا، رسالہ نمبر ۳۳، صفحہ ۱۷، مکتبۃ المدینہ)

یہ صورت حال جب اہلسنت (بریلوی) حضرات، دیوبندیوں کے متعلق دیکھتے ہیں تو وہ خیال کرتے ہیں کہ یہ خود سے کسی نے سٹوری بنا کر لکھ دی ہے جبکہ ایسا ہی خیال اہلسنت (دیوبندی) انکے متعلق کرتے ہیں۔ جبکہ امام احمد رضا صاحبؒ کا مولانا رشید احمد گنگوہی صاحبؒ کے متعلق ملفوظات' حصہ اول، ص۔۱۰۹، ناشر اکبر بک سیلر لاہور' میں تحریری فتویٰ موجود ہے کہ: ''جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔''

ان حالات میں سوائے قرآن وسنت کے محکم دلائل پر کاربند رہنے کے، ہدایت کا اور کون سا راستہ رہ جاتا ہے....؟

مثال: بات کو سمجھنے کیلئے ایک مثال پر غور کریں: اگر کوئی آپ سے کہے کہ (2+2=7)، تو کیا آپ مان جائیں گے؟ آپ کبھی بھی نہیں مانیں گے، اگرچہ وہ ہواؤں میں اُڑ کر بھی دکھا دے۔ لیکن افسوس کہ (2+2=4) پر تو ہمارا پختہ ایمان ہے، لیکن قرآن کے درجنوں محکم دلائل پر ہمارا ایمان (2+2=4) جتنا بھی نہیں۔ درجنوں آیات دیکھ کر بھی ہم اللہ کی بات کی بجائے، بزرگوں کے کرشموں کی بنا پر انہیں کی بات پر یقین رکھتے ہیں۔ تو پھر کیا حشر ہو گا، ایسے لوگوں کا اللہ کی بارگاہ میں:

''بلاشبہ جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور ان سے تکبر کیا، انکے لئے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اور نہ ہی کبھی وہ جنت میں داخل ہو سکیں گے، یہاں

تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے گزر جائے (یعنی جسطرح اونٹ کا سوئی کے ناکے سے گزرنا محال ہے اسی طرح انکا جنت میں جانا محال ہے)۔اور ایسا ہی بدلہ ہم دیا کرتے ہیں مجرموں کو۔ انکے لئے ہوگا جہنم ہی اوڑھنا اور بچھونا،اور ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں ہم ظالموں کو۔'' (سورۃ الاعراف،آیت:40-41)

ایسے لوگ بروز قیامت، شاید اللہ کے دیدار سے ہی محروم ہو جائیں۔اللہ ہمیں جلد از جلد ایسی غلط روش سے معافی کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

اہل ایمان کیلئے آنحضور ﷺ کے حسی معجزات

جیسا کہ آپ نے ملاحظہ کرلیا کہ کفار کیلئے اللہ تعالیٰ نے بطور مصلحت آنحضور ﷺ کے ہاتھ پر بطورِ دلیلِ نبوت حسی معجزات کا ظہور نہیں کیا تھا۔لیکن احادیث کی بنیاد پر یہ بات سامنے آتی ہے کہ اہل ایمان کی تقویت کیلئے ،ضرورت کے تحت وقتاً،فوقتاً کئی معجزات ظاہر ہوئے ،جن میں سے چند ایک پیش خدمت ہیں:

☆ نبی کریم کی ﷺ معراج، رات ورات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ ، پھر آسمانوں، سدرۃ المنتہیٰ کی سیر۔(سورہ بنی اسرائیل،آیت:1،متواتر صحیح احادیث)

☆ بخاری شریف کی روایت کے مطابق شق القمر کا واقعہ ہوا(یعنی آپ ﷺ کی انگشت مبارک کے اشارے سے چاند کا دو ٹکڑے ہونا) ۔(بُخاری ''کتابُ التفسیر'' ، مسلم)

☆ سیدنا عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کی پنڈلی جب گرنے سے ٹوٹ گئی تو وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ،آپ ﷺ نے فرمایا: اپنا پاؤں پھیلاؤ۔میں نے اپنا پاؤں پھیلایا،تو آپ ﷺ نے اس پر اپنا دست مبارک پھیرا ،تو وہ ایسے ہوگیا جیسے کبھی اس میں تکلیف ہوئی ہی نہ تھی۔'' (صحیح بُخاری ''کتابُ المغازی''رقم:4039)

☆ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، حدیبیہ کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو پیاس لگی، جبکہ رسول

اللہ ﷺ کے سامنے پانی کا ایک برتن تھا۔آپ ﷺ نے اس سے وضو فرمایا، پھر لوگ آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے،اور عرض کیا ہمارے پاس پانی نہیں جس سے ہم وضو کر سکیں اور پی سکیں، فقط وہی ہے جو آپ کی چھاگل میں ہے۔ نبی ﷺ نے اپنا دست مبارک چھاگل میں رکھا اور آپ ﷺ کی انگلیوں سے چشموں کی طرح پانی بہنے لگا۔راوی بیان کرتے ہیں، ہم نے پانی پیا اور وضو کیا۔ جابر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا، اس وقت تمھاری تعداد کتنی تھی؟ انہوں نے فرمایا: اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تب بھی وہ پانی ہمیں کافی ہوتا، البتہ ہم اس وقت ۱۵۰۰ تھے۔(سبحان اللہ)'' (صحیح بُخاری ''کتاب المغازی'' رقم:4152، مسلم)

☆ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، حدیبیہ کے روز ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ۱۴۰۰ کی تعداد میں تھے، حدیبیہ ایک کنواں تھا۔ہم نے اس سے سارا پانی نکال لیا تھا اور اس میں ایک قطرہ تک نہیں چھوڑا تھا۔ نبی ﷺ تک یہ بات پہنچی تو آپ ﷺ وہاں تشریف لائے اور اسکے کنارے پر بیٹھ گئے، پھر آپ ﷺ نے پانی کا ایک برتن منگوایا، وضو فرمایا، پھر کلی کی، دعا کی، پھر اسکو اس کنویں میں انڈیل دیا، پھر فرمایا: کچھ دیر اسے رہنے دو۔ چنانچہ (اس میں پانی بھر آیا) اسکے بعد انہوں نے خود پیا، اپنے جانوروں کو پلایا اور کوچ کرنے تک یہ پینے پلانے کا سلسلہ جاری رہا۔'' (صحیح بُخاری ''کتاب المغازی'' رقم:4151، مسلم)

☆ ''غزوہ حنین میں جب کافروں نے آپ ﷺ کو اکیلے دیکھ کر آپ ﷺ پر حملہ کر دیا، آپ ﷺ خچر سے نیچے اترے اور زمین سے مٹی کی مٹھی بھری، پھر اسے کافروں کے چہروں کی طرف پھینکتے ہوئے فرمایا: ان کے چہرے جھلس جائیں۔ جس سے ان سب کی آنکھیں مٹی سے بھر گئیں اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔ اللہ نے انہیں شکست سے دوچار کر دیا اور رسول اللہ ﷺ نے ان سے حاصل ہونے والا مال غنیمت مسلمانوں میں تقسیم فرمایا۔''

(مسلم، کتاب الجھاد، رقم:4619)

☆ ''غزوہ تبوک کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سخت بھوک کا شکار ہوگئے تو آپ ﷺ نے مٹھی بھر کھجور، مکئی اور روٹی کے ٹکڑوں کو دستر خوان پر رکھ کر برکت کی دعا فرمائی، پھر فرمایا: اپنے برتن بھر لو، لشکر کے تمام برتن بھر لئے گئے، راوی بیان کرتے ہیں، انہوں نے خوب سیر ہو کر کھایا، حتیٰ کہ کھانا (پھر بھی) بچ گیا۔'' (مسلم، کتاب الایمان، رقم:139)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کی دعا کی برکت سے قوت حافظہ نصیب ہوا۔
(بُخاری ''کتاب العلم'')

علم غیب

مافوق امور کے بعد دوسری اہم چیز جسے اللہ تعالیٰ نے الوہیت کی دلیل بیان فرمایا ہے۔ وہ 'علم غیب' ہے جو کہ الوہیت میں شراکت کی بنیادی وجہ ہے۔ اسکی مختصر وضاحت پیش خدمت ہے:

قرآن مجید میں اللہ جل جلالہ کے صفت علم کی کیفیت اس طرح بیان ہوئی جیسے:

﴿ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ﴾۔ ''اسے ہر چیز کا علم ہے۔''

﴿ بِكُلِّ شَیْءٍ مُحِیْطًا ﴾۔ ''اس نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے۔''

﴿يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝﴾ (سورہ تغابن، آیت:4)

''اسے علم ہے زمین و آسمان کی ہر ہر چیز کا، اور وہ جانتا ہے ہر اس چیز کو بھی جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو، اور اللہ تو جانتا ہے سینوں میں چھپے رازوں کو بھی۔''

اِسے کہا جاتا ہے 'علم تفصیلی اور محیطِ کُلی' یعنی ہر وقت ہر شے کا تفصیلی علم اور اس کا احاطہ۔ جیسے کائنات میں ریت کے ذروں کی تعداد، پانیوں کے قطروں، روشنی کی شعاعوں، ایٹمز اور مالیکیولز وغیرہ کی تعداد

۔ایسا علم اللہ جل جلالہ کے علاوہ کسی میں ''ذاتی یا عطائی'' طور پر ماننا اسے ''معبود بنانا'' اور اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے۔

مخلوقات کیلئے غیب کی اثبات ونفی: بات کو سمجھنے کیلئے اثبات اور نفی، دونوں قسم کے چند دلائل ملاحظہ کریں:

☆ ﴿عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا o اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ﴾ (سورۃ الجن:26-25)

''وہ غیب کا جاننے والا ہے اور اس غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر جس رسول کو وہ پسند کرے''۔

اس آیت کریمہ اور دیگر آیات سے یہ بات تخصیص سے واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء رسل علیہم السلام کے علاوہ کسی پر غیب ظاہر نہیں کرتا۔

☆ ﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ o﴾ (سورۃ التکویر۔آیت:24)

''اور یہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) غیب کی باتیں بتلانے میں بخیل نہیں''۔

اب مخلوقات سے غیب کی نفی والی آیات ملاحظہ کریں۔اس ضمن میں شیطان کی یہ چال ذہن نشین رہے کہ شرک میں مبتلا کرنے، الوہیت کے مقام پر فائز کروانے کیلئے اللہ کے سوا غیب کی نفی والے دلائل سے آگاہی کو ابلیس نے انبیاء علیہم السلام میں عیب تلاش کرنا باور کرایا ہے۔

☆ ﴿قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَ لَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَ لَآ اَقُوْلُ لَکُمْ اِنِّیْ مَلَکٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤی اِلَیَّ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَ الْبَصِیْرُ اَفَلَا تَتَفَکَّرُوْنَ﴾ (سورۃ الانعام۔آیت:50)

''(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) فرما دیجیے نہ تو میں یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ جل جلالہ کے خزانے ہیں اور نہ

میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں ۔ میں تو صرف پیروی کرتا ہوں وحی کی ۔ فرمادیجئے کہ کیا اندھا اور بینا برابر ہو سکتے ہیں ۔ پھر تم غور کیوں نہیں کرتے ؟''

☆ ﴿قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ وَ لَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَکْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَ مَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۝﴾ (سورۃ الاعراف ۔ آیت:188)

''(اے نبی ﷺ) فرمادیجئے میں اپنی ذات کے لیے بھی نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ جل جلالہ چاہے اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سی خیر اکٹھی کر لیتا اور مجھے کوئی نقصان نہ پہنچتا ۔ میں تو محض ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں''۔

یہ بات قابل غور ہے کہ انبیاء علیہم السلام کیلئے غیب کے اثبات کے ساتھ 'علم' کا لفظ نہیں آیا جبکہ نفی کے ساتھ 'علم' کا لفظ آیا ہے ۔ جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ 'علم غیب' سے مراد غیب کو جاننے کی صلاحیت ہے جسکے ذریعے ہر غیب منکشف ہو اور وہ صلاحیت صرف اور صرف اللہ کی ہے ۔

☆ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہدہد کی غیر حاضری پر آپ علیہ السلام نے فرمایا:

﴿لَاُعَذِّبَنَّہٗ عَذَابًا شَدِیْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّہٗٓ اَوْ لَیَاْتِیَنِّیْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ۝ فَمَکَثَ غَیْرَ بَعِیْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِہٖ وَ جِئْتُکَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ یَّقِیْنٍ ۝﴾

(سورۃ النمل:20)

''میں اسے شدید عذاب دوں گا یا اسے ذبح کر دوں گا ۔ یا وہ میرے سامنے واضح عذر پیش کرے ۔ تو تھوڑی دیر بعد وہ حاضر ہوا، اس نے کہا: میں ایک ایسی چیز کی خبر لایا ہوں جسکی آپ کو خبر نہیں اور میں سبا کی ایک یقینی خبر آپ کے پاس لایا ہوں ۔''

یعنی اس حقیقت کو تو پرندے بھی جانتے تھے کہ غیب کے جاننے کا تعلق اللہ کے ساتھ خاص ہے ۔

معلوم ہوا غیب کو مخلوق کے ساتھ منسوب کرنا ایک نئی چیز ہے۔ تفسیر قرطبی میں اس آیت پر علامہ قرطبیؒ نے فرمایا اس میں:

''اس شخص کا رد ہے جو کہتا ہے: **(ان الانبیاء تعلم الغیب)** کہ انبیاء علیہم السلام غیب جانتے ہیں۔''

یہ تو صورت حال ہے اللہ کے پیغمبر حضرت سلیمان علیہ السلام کی جنہیں جانوروں کی بولیوں سمیت کئی معجزات بھی دیئے گئے۔ معلوم ہوا مخلوق کے پاس اتنا ہی علم یا تصرف ہوتا ہے جتنا یا جس چیز پر دیا گیا ہو۔ تو عام لوگوں کے بلند و بانگ دعووں کی حقیقت کیا ہے؟

☆ جن عمارتیں تعمیر کر رہے تھے اور حضرت سلیمان علیہ السلام انہیں لاٹھی کے سہارے کھڑے دیکھ رہے تھے کہ وہیں انکی وفات ہوگئی۔ وہ لمبا عرصہ لکڑی کی ٹیک کے سہارے کھڑے رہے۔ جب چھڑی کو دیمک کھا گیا وہ ٹوٹی، جب وہ گرے تو جنوں کو تب معلوم ہوا کہ وہ فوت ہو چکے تھے، اس وقت جنوں نے کہا:

﴿فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَالَبِثُوْا فِى الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ۝﴾ (سورہ سبا:14)

''پس جب وہ گر پڑے تو جنوں پر حقیقت واضح ہوگئی، کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے، تو اس رسوا کن عذاب میں مبتلا نہ ہوتے۔''

پس معلوم ہو گیا کہ ہر قسم کے غیب کا جاننا معبود کی صفت ہے نہ کہ مخلوق کی مگر جتنا اللہ کسی پر ظاہر فرما دے۔

احادیث سے رہنمائی

اس ضمن میں مافوق امور کی طرح یہاں بھی حقیقت یہی ہے کہ بلا اسباب غیب جاننے کی صلاحیت سوائے معبود کے کسی کے پاس نہیں ہوتی۔ مگر ضرورت کے تحت جس رسول (علیہ السلام) پر اللہ جتنا

اور جب چاہے غیب ظاہر فرما دے۔ جس خبر یا علم کی آنحضور ﷺ کو ضرورت تھی اللہ جل جلالہ نے آپ ﷺ پر ظاہر فرما دی۔ اِسی ضمن میں جب منافقین نے آپ ﷺ کے علم پر اعتراض کیا تو اللہ جل جلالہ نے آپ کی نبوت کی صداقت کے لیے آپ ﷺ پر حالات منکشف فرما دیے جس کا بیان درج ذیل حدیث میں آیا ہے:

’’حضور علیہ السلام ممبر پر کھڑے ہوئے پس قیامت کا ذکر فرمایا کہ اِس سے پہلے بڑے بڑے واقعات ہیں پھر فرمایا کہ جو شخص جو بات پوچھنا چاہے پوچھ لے۔ خدا کی قسم جب تک ہم اِس جگہ یعنی ممبر پر موجود ہیں تم کوئی بات ہم سے نہ پوچھو گے مگر ہم تم کو اس کی خبر دیں گے۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ میرا ٹھکانہ کہاں ہے؟ فرمایا جہنم میں۔ عبداللہ ابن حزافہ نے کھڑے ہو کر دریافت کیا کہ میرا باپ کون ہے؟ فرمایا حزافہ پھر بار بار فرماتے رہے کہ پوچھو پوچھو‘‘۔ (بخاری، کتاب الاعتصام، بالکتاب والسنہ)

اس بات کی وضاحت آپ ﷺ نے خود فرما دی کہ جب تک ہم اِس جگہ یعنی ممبر پر موجود ہیں تم کوئی بات ہم سے نہ پوچھو گے مگر ہم تم کو اس کی خبر دیں گے۔ جتنی بات بیان ہوئی ہے اس پر ایمان رکھتے ہیں اپنی مرضی کرتے ہوئے حد سے نہیں بڑھتے۔ اس قسم کے غیبی مافوق امور اللہ تعالیٰ نبوت کی صداقت کیلئے ضرورت کے تحت ملائکہ (جبرائیل علیہ السلام) کے ذریعے انبیاء علیہم السلام پر ظاہر فرما کر انکی تائید فرماتے ہیں، جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اس بات کو یوں واضح کیا گیا:

﴿اِذۡ اَیَّدۡتُّکَ بِرُوۡحِ الۡقُدُسِ ۟ تُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الۡمَہۡدِ وَ کَہۡلًا﴾ (سورۃ المائدہ۔ 110:)

’’(یاد کرو اس وقت کو) جب روح القدس کے ذریعے تمھاری تائید کی گئی۔ باتیں کرتے تھے تم لوگوں سے گہوارہ میں۔‘‘

یہ بات تو واضح ہے کہ ضرورت کے تحت اللہ تعالیٰ نے اپنے منتخب رسولوں علیہم السلام پر بذریعہ وحی اللہ

تعالیٰ نے غیب کی خبریں مطلع فرمائیں اور بالخصوص اپنے پیارے حبیب ﷺ کو گذشتہ و آئندہ کے بے شمار واقعات قیامت تک کی بہت سی خبروں سے آگاہ کیا۔

'علم غیب' کے حوالے سے ممانعت اس بات پر کی گئی ہے، کہ بلا اسباب ایسی صلاحیت کا عطا ہو جانا، جس سے غیب کو جانا جا سکے وہ کسی کے پاس نہیں، سوائے معبود کے۔ اللہ کے بتلائے بغیر خود سے کوئی غیب نہیں جان سکتا، مگر جتنی خبر اللہ تعالیٰ کسی پر منکشف کردے۔ حقیقت حال جاننے کیلئے چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

(ا)۔ آپ ﷺ نے معراج سے واپسی پر جب اس واقعے کو بیان کیا تو قریش نے استفسار کرنا شروع کر دیا۔ انہوں نے بیت المقدس کے متعلق سوال کرنے شروع کر دیئے، کتنے دروازے، کھڑکیاں، رنگ ...... وغیرہ۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

((فکربت کربا ما کربت مثله، فرفعه الله لی انظر الیه ما یسالونی عن شئی الا انباتهم)) (مسلم، کتاب الایمان، رقم:430)

''میں اس قدر غمگین ہوا کہ اس طرح کا غم مجھے کبھی نہیں ہوا تھا، چنانچہ (اس صورت حال میں) اللہ تعالیٰ نے (بیت المقدس کو) میری نظروں کے سامنے بلند کر دیا۔ میں اسے دیکھ رہا تھا، اسلئے وہ مجھ سے جس چیز کے متعلق بھی سوال کرتے تو میں انہیں بتا دیتا تھا۔''

اگر کسی نے حق تسلیم کرنا ہو تو بات بالکل واضح ہے۔ اگر غیب جاننے کی صلاحیت آپ ﷺ کے پاس ہوتی تو آپ ﷺ کبھی بھی پریشان نہ ہوتے۔ یہ صلاحیت صرف اور صرف 'معبود' کی ہے نہ کہ مخلوق کی۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لا یعلم الغیب الاّ الله))۔ ''اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا'' (طبرانی، سندہ حسن)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی اسی بات کی تائید فرمائی:

﴿قالت و من زعم انه يخبر بما يكون فی غد فقد اعظم علی الله الفرية والله يقول قل لا يعلم من فی السموت والارض الغيب الاالله﴾

(بخاری کتاب التوحید، مسلم، کتاب الایمان)

''جوکوئی کہے کہ رسول اللہ (ﷺ) کل ہونے والی بات جانتے تھے (یعنی آئندہ کا حال) تو اس نے بہت بڑا جھوٹ باندھا اللہ پر۔ اللہ خود فرماتا ہے (اے رسول ﷺ) آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب کی بات نہیں جانتا سوائے اللہ کے''۔

(۲)۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ دلوں کے حال یا غیب کی باتیں جاننا اللہ کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی آپ ﷺ پر غیب مطلع فرما دیتا ہے، چنانچہ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ غزوہ تبوک میں شریک نہ ہوسکنے کے متعلق بیان کرتے ہیں:

کثیر تعداد میں مسلمان آپ ﷺ کے ساتھ تھے، اتنے کہ کسی رجسٹر میں سب کے ناموں کا (بطور حاضری) لکھنا بھی مشکل تھا، سیدنا کعبؓ کہتے ہیں کہ کوئی بھی اگر اس غزوہ میں شریک نہ ہونا چاہتا تو وہ یہ خیال کرسکتا تھا کہ اس کی غیر حاضری کا کسی کو بھی پتہ نہیں چلے گا (مالم ينزل فيه وحی الله)۔ (سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی اسکی بابت خبر دے دے)............. جب آنحضرت ﷺ غزوہ تبوک سے واپس آئے، ۸۰ کے قریب لوگ جو ساتھ نہ جاسکے تھے وہ آپ ﷺ کے سامنے عذر پیش کرتے، آپ ﷺ انکے ظاہر کو قبول فرماتے، ان سے عہد لیتے اور انکے لئے مغفرت کی دعا فرماتے اور ان کے باطن کو اللہ کی سپرد کردیتے، آپؓ فرماتے ہیں مجھے خوبصورتی کے ساتھ گفتگو کا سلیقہ آتا تھا میں بھی کوئی نہ کوئی عذر گھڑ کر آپ ﷺ کی ناراضگی سے بچ سکتا تھا لیکن:

(والـلـه لقد علمت لئن حدثتك اليوم حديث كذب ترضىٰ به عنى ليوشكن الله عن يسخطك علىّ)

خدا کی قسم! مجھے یقین ہے کہا گر آج میں آپ ﷺ کے سامنے کوئی جھوٹا عذر بیان کر کے میں آپ ﷺ کو راضی (بھی) کرلوں تو بہت جلد اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو (بذریعہ وحی مطلع) کر کے مجھ سے ناراض کردے گا۔"

(صحیح بخاری، باب غزوہ تبوک نمبر:4418)

صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہی عقیدہ تھا کہ غیبی حالات جاننے کی صفت صرف معبود کی ہے۔اس سے ہٹ کر کوئی دوسری بات نہ تھی لیکن فرقہ واریت کی وجہ سے اب دین بدل چکا ہے۔

اگر کسی نے اپنی خواہش نفس کی بجائے اللہ ورسول ﷺ کے دین کی بات تسلیم کرنی ہوتو مذکورہ حدیث میں ہر بات روز روشن کی طرح واضح ہے۔لیکن افسوس کہ ظالم شیطان نے پہلے تو فاسد عقائد بنوائے ہیں اور جوکوئی اصلاح کی خاطر قرآن وسنت سے تصحیح کرے اس پر گستاخی کا فتویٰ لگوا دیتا ہے۔بہر کیف اس چندروزہ زندگی میں انسان آزاد ہے جو چاہے کرے، جلد ہی موت کے بعد حقیقت کھل ہی جائے گی۔

(۳)۔ آنحضور ﷺ ایک نکاح میں تشریف لے گئے جہاں انصار کی کچھ بچیاں دف بجا کر جنگ بدر کے شہداء کے محاسن بیان کرنے لگیں کہ اچانک ان میں سے ایک بچی نے کہہ دیا:

﴿وفينا نبى يعلم ما فى غد﴾۔﴿ہم میں ایسے نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں﴾

(اس پر) آپ ﷺ نے فرمایا:﴿اسے چھوڑ دو اور جو تم پہلے کہہ رہی تھیں وہی کہو﴾۔

(بخاری، کتاب النکاح، حدیث نمبر 5147)

منع کرنے کی وجہ غیب جاننے کی نسبت آپ ﷺ کی طرف کرنا تھی۔

(۴)۔ "بئر معونہ کے کچھ لوگ (منافقین) آنحضور ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے چند آدمی

ہمارے ساتھ روانہ کر دیں جو ہمیں قرآن و حدیث سکھلا دیں۔ (جب کہ ان کا مقصد صحابہؓ کو قتل کرنا تھا)۔ آنحضور ﷺ نے بنو سلیم کے 70۔ انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم (جو قاری بھی تھے) ان کے ساتھ روانہ کیے۔..... چنانچہ وہ بئر معونہ کے مقام پر رکے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے انہیں تبلیغ شروع کی...... ابھی وہ قبیلہ کے لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی باتیں سنا ہی رہے تھے کہ قبیلہ والے (بدبختوں) نے (پہلے سے طے شدہ منصوبہ کے تحت) قبیلہ کے ایک آدمی عامر بن طفیل کو اشارہ کیا اور اس نے صحابی (رضی اللہ عنہ) کے جسم پر برچھا پیوست کر دیا جو آر پار ہو گیا۔ اس وقت انکی زبان سے نکلا اللہ اکبر میں کامیاب ہو گیا کعبہ کے رب کی قسم! اسکے بعد قبیلہ والے (بدبخت) لوگ دوسرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کی طرف بڑھے (جو ستر کی تعداد) میں تھے اور ان سب کو شہید کر دیا....... اس کے بعد جبرائیل (علیہ السلام) نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور مذکورہ واقعہ کی خبر دی کہ آپ کے ساتھی اللہ سے جا ملے ہیں۔ پس اللہ خود بھی ان سے خوش ہے اور انہیں بھی خوش کر دیا ہے...... نبی کریم ﷺ نے چالیس دن تک ان (بدبخت) لوگوں کیلئے فجر کی نماز میں بدعا فرمائی۔"

(صحیح بُخاری" کتاب الجھاد حدیث نمبر: 2801, مسلم، کتاب الامارہ، حدیث نمبر 4917)

یہاں غیب کے حوالے سے بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ یہ اللہ کی صفت ہے۔

(۵)۔ سیدنا عبداللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

" رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں لوگوں کا وحی کے ذریعہ مواخذہ ہو جاتا تھا۔ لیکن اب وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا اور ہم صرف انہیں امور میں مواخذہ کریں گے جو تمہارے عمل سے ہمارے سامنے ظاہر ہوں گے۔ اس لئے جو کوئی ظاہر میں ہمارے سامنے خیر کرے گا، ہم سے امن دیں گے اور اپنے قریب رکھیں گے۔ اس کے باطن سے ہمیں کوئی سروکار نہ ہو گا۔ اس کا حساب تو

اللہ تعالی کرے گا اور جو کوئی ہمارے سامنے ظاہر میں برائی کرے گا تو ہم بھی اسے امن نہیں دیں گے اور نہ ہم اس کی تصدیق کریں گے خواہ یہی کہتا رہے کہ اس کا باطن اچھا ہے''

(صحیح بخاری، کتاب الشھادت)

اگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے صورت حال ایسی ہے، تو باقی لوگوں کے متعلق ایسے عقائد کی گنجائش کیسے نکل سکتی ہے۔؟ اس ضمن میں آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿انی لم او مر ان انقب قلوب الناس ولا اشق بطونهم﴾

(بُخاری ''کتابُ المغازی، 4351)

''مجھے لوگوں کے دلوں کے کھوج لگانے کا حکم نہیں دیا گیا اور نہ اس بات کا حکم ملا ہے کہ میں ان کے پیٹوں کو چاک کروں۔''

سوچنے کی بات! غیب کے حوالے سے کائنات کے سب سے عظیم اور اللہ کے محبوب نبی ﷺ کی صورت حال تو یہ ہے، پھر وہ لوگ جو غیب کے بلند و بانگ دعوے کرتے ہیں، کیا وہ (نعوذ باللہ) آپ ﷺ سے زیادہ مقام و مرتبہ والے ہیں.....؟

جمہور اہل علم کا خیال ہے کہ چونکہ وعیدیں 'علم الغیب' کے ساتھ آئی ہیں اور جمہور علماء کے نزدیک مطلقاً علم غیب سے مراد 'ذاتی غیب' ہی ہے۔ یا اس سے مراد وہ صلاحیت ہوتی ہے جس کی بنا پر آئندہ ہونے والے تمام واقعات معلوم کیے جا سکیں۔ اِس لیے اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے اس لفظ کا استعمال شرعاً درست نہیں۔ انکے نزدیک 'علم الغیب' کی بجائے یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو غیب کی خبروں پر مطلع کیا یا 'اطلاع علی الغیب' کا لفظ استعمال کیا جائے۔ یہی رائے بریلوی مسلک کے محقق علامہ غلام رسول سعیدی صاحب نے تبیان القرآن میں بیان کی ہے، لکھتے ہیں:

''بعض علما کی یہ تحقیق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی طرف صراحتاً علم غیب کی نسبت نہیں کی بلکہ اظہار غیب اور اطلاع علی الغیب کی نسبت کی ہے۔ اسلئے یوں کہنا

چاہئے کہ انبیاء علیہم السلام پر غیب ظاہر کیا گیا ہے، یا ان کو غیب پر مطلع کیا گیا، اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے غیر سے غیب کی بلا استثنا نفی فرمائی ہے، اسلئے یوں کہنا چاہئے کہ نبی ﷺ کو علم غیب دیا گیا۔ یعنی عبارت میں کوئی ایسا قرینہ ہو جس سے معلوم ہو کہ اس علم سے مراد عطائی ہے ذاتی نہیں۔''

(تبیان القرآن، جلد۔3، انعام، آیت 50 ص:474-475)

پس جتنی بات بیان ہو احتیاط کا دامن تھامتے ہوئے اسے وہیں تک رہنے دینا چاہئے، اپنی طرف سے ضربوں تقسیموں سے اجتناب کرنا چاہئے۔ ہمیں چاہئے کہ جو بات جن شرائط اور حدود و قیود کے ساتھ بیان ہوئی ہے اسے اسی طرح تسلیم کریں، اپنی طرف سے اضافہ یا کمی نہ کریں تا کہ شرک سے بھی بچ سکیں اور تنقیص سے بھی۔

پس سابقہ تفصیل سے! یہ بات ثابت ہوگئی کہ وہ ہستی جس پر:

(۱)۔ کائنات کے ہر قسم کے غیبی حالات منکشف ہوں۔

(۲)۔ جو کائنات میں ہر قسم کے تصرف پر کامل اختیار رکھتی ہو، جس کے پاس سارے اختیارات ہوں، یعنی جو مختارِ کُل ہو، داتا، مشکل کشا، حاجت روا، لجپال اور دستگیر ہو۔

(۳)۔ جس کے علم، قدرت، تصرف، اختیارات اور خزانوں پر کسی کی کوئی زور زبردستی نہ ہو، مگر جس قدر روہ خود کسی کو نواز دے۔

اُسے **معبود** کہا جاتا ہے اور وہ صرف اور صرف اللہ وحدہ لاشریک ہے۔ اسکے سوا کوئی اور نہیں۔ وہی اس لائق ہے کہ ہر مشکل و آسانی میں اسے اپنا پناہ دہندہ سمجھا جائے، اس پر کامل بھروسہ رکھا جائے، جسکا فیصلہ ہر صورت نافذ ہو کر رہنے والا ہو، جسکے سامنے کوئی رکاوٹ نہ بن سکتا ہو، جسے نہ کبھی نیند آتی ہو نہ اونگھ، جو فریاد رسی کرنے والوں کی فریاد حتیٰ کہ دلوں کے خیالات سے بھی ہر وقت آگاہ ہو اور انکی مشکل دور کرنے کی پوری صلاحیت رکھتا ہو۔ اللہ کے سوا ان صفات کا حامل کسی اور کو

سمجھنا اسے 'معبود بنانا' ہی ہوگا خواہ زبان سے اسے معبود کہا جائے یا نہ کہا جائے۔ چنانچہ انبیاء کرام علیہم السلام کی سیرت یہی بتلاتی ہے انہوں نے ان صفات کا حامل سوائے خدا کے کسی اور کو نہ سمجھا: رسول اللہ ﷺ کی بابت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''جب کبھی بھی رسول اللہ ﷺ کو کوئی تکلیف و پریشانی پہنچتی تو آپ ﷺ کا تکیہ کلام یہی ہوا کرتا تھا: ﴿**یا حی یا قیوم بر حمتک استغیث**﴾

''اَے خود سے زندہ، ہر شے کو تھامنے والے میں تیری رحمت کے ساتھ تیری مدد کا سوال کرتا ہوں)''۔

(جامع ترمذی ''ابوبُ الدعوات'' رقم:3524 ، المستدرک للحاکم ''کتابُ الدُعا'' رقم:1828)

یہ لفظ' **استغیث**'' جسے بطور مدد بطور استغاثہ آپ ﷺ اللہ کیلئے استعمال کرتے تھے، بجائے اسکے کہ ہم بھی اسے اللہ کیلئے استعمال کرتے تاکہ ہماری توحید توانا ہوتی۔ اسکے برعکس اسی کے ذریعے مخلوقات کو القابات دیئے گئے ہیں جیسے: غوث، غوث اعظم، غیاث المستغیثین.....وغیرہ۔ اور بات جواز سے آگے نکل چکی ہے۔ حالانکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کیلئے ایسے القابات استعمال نہ ہوئے حالانکہ وہ سب سے بڑے ولی تھے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دُعا کیا کرتے تھے:

''اے اللہ! میں نے تیری اتباع اختیار کی، میں تجھ پر ایمان لایا، تجھ پر بھروسہ کیا۔ تیری طرف رجوع کیا، تیری توفیق سے (دشمنوں کے ساتھ) جھگڑا کیا: اے اللہ! میں تیری عزت و غلبہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ تو مجھے گمراہ کردے، تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، تو زندہ ہے، جسے موت نہیں آئے گی جبکہ جن اور انسان فوت ہوجائیں گے۔''

(صحیح بُخاری ''کتابُ الدعوت'' رقم:6317، صحیح مُسلم ''کتابُ الذکر والدُعا'' رقم:6899)

بلکہ آپ ﷺ نے اپنی دعوت کے متعلق یوں تصریح فرمائی:

''ایک اللہ کی طرف بلاتا ہوں، اگر تجھے تکلیف پہنچے اور تو اس کو پکارے تو وہی تیری تکلیف دور کر دے گا، اگر ویران زمین میں گم ہو جائے اور تو اس کو بلائے تو واپس لا دے گا، اگر تجھے قحط سالی پہنچے اور تو اس کو پکارے تو وہ تیرے لیے اُگائے گا۔''

(مسند احمد، 64/5، صحیح الجامع الحدیث نمبر 98)

امید ہے الہٰ کی صفات سے قارئین آگاہی حاصل کر چکے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ خالص توحید تسلیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

یاد رکھیں! انبیاء کرام علیہم السلام سمیت دیگر نیک لوگوں کو معبود کی مذکورہ صفات (علم الغیب اور مختار کُل) کا حامل ٹھرا کر انہیں اللہ کے مدمقابل لا کر الوہیت کے مقام پر کھڑا کرنا ان سے محبت نہیں بلکہ دشمنی ہے۔ بروز قیامت یہ نیک لوگ ایسی عقیدت کو ہرگز برداشت نہیں کریں گے، بلکہ وہ ایسا کرنے والوں کے دشمن ہو جائیں گے:

﴿وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَo﴾

(سورۃ الاحقاف:6)

''اور جب لوگوں کو جمع کیا جائے گا تو یہ لوگ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی پرستش سے صاف انکار کر دیں گے۔''

لہٰذا ابھی وقت ہے فوراً تائب ہو کر شرک سے نفرت اور توحید سے محبت پیدا کر لیں۔

باب ۱۲

توحید اسماء وصفات

اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی طرح صفات میں بھی واحد اور بے مثل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کسی بھی صفت میں بعینہ مخلوق کو شریک کرنا شرک فی الصفات کہلاتا ہے۔ اس ضمن میں اللہ کی 'صفت علم اور قدرت اور تصرف' کو سمجھنا ضروری ہے۔ کیونکہ انہیں دو صفات کے ذریعے شیطان شرک میں مبتلا کر کے منزل کھوٹی کرتا ہے۔ چونکہ انکی ضروری تفصیل توحید الوہیت میں پیش کر دی گئی ہے۔ لہٰذا وہیں سے ملاحظہ فرمائیں۔

<u>اللہ کی دیگر صفات:</u> ازلی، ابدی، نہ نیند، نہ اونگھ، نہ تھکن نہ تھکاوٹ، نہ کھانے کی حاجت، نہ پینے کی، خود سے زندہ، سب کی زندگی اسی سے وابستہ۔

ذات وصفات کی بحث

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی حقیقت کا بیان چونکہ متشابہات میں داخل ہے جسکی کماحقہ گہرائی تک پہنچنا مخلوق کیلئے ممکن نہیں۔ اسی لیے سلف صالحین اور خود حضور اقدس ﷺ نے اللہ کی ذات وصفات کی تاویلیں نہیں کیں بلکہ بات جیسے آئی ہے اسے اسی طرح سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس ضمن میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے یہ رائے دی ہے کہ:

"اس معاملے میں زیادہ کاوش نہ کی جائے، عہد نبوت اور صحابہ تابعین کے زمانے میں عام مسلمانوں کا اسی پر عمل رہا لیکن بعد میں آنے والے یونانی فلسفیوں نے اس

موضوع پر غور وخوض کرنا شروع کر دیا۔شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس ضمن میں آنخضور ﷺ کی حدیث بیان کی کہ جب آپ کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی﴿وان الیٰ ربک المنتھی ....﴾ تو آپ ﷺ نے فرمایا:(لا فکر فی الرب)۔(رب تعالیٰ کی ذات اقدس اور صفات عالیہ کی حقیقت میں غور وفکر نہ کرو)

(حجۃ اللہ البالغہ صفحہ:249،حصہ اول،مترجم: مطبوعہ الفیصل ناشران)

بچت کی صورت بھی یہی تھی کہ اللہ کی ذات وصفات کے حوالے سے صرف وحی کے علم تک اپنے آپ کو محدود رکھا جاتا۔جو چیز جس طرح اللہ ورسول ﷺ کی طرف سے بیان کی گئی تھی اپنی طرف سے اس کی غلط تاویلیں نہ کی جاتیں۔اس کے برعکس فلسفیوں اور علم کلام کے ماہرین نے اللہ کی ذات و صفات کو انسانی علوم کے دائرے میں لا کر سمجھنے اور بیان کرنے کی کوشش کی ہے اور مثالوں کے ذریعے ذات وصفات کو بیان کیا ہے اور اصول وضع کیے ہیں۔ان چیزوں کا بیان مخلوقات کے لیے تو کیا جاسکتا ہے لیکن خالق کے لیے نہیں۔

<u>اختلاف کی بنیادی وجہ:</u> اس ضمن میں اختلاف کی بنیادی وجہ اپنی محدود عقل سے اللہ کی ماہیت کو سمجھنا ہی بنی ہے۔فلسفیوں کا خیال ہے الفاظ کا ظاہری مفہوم اللہ کے شایان شان نہیں کیونکہ بغیر معنی کی حقیقت بیان کیئے اگر اللہ تعالیٰ کے لئے کلام، آنکھیں، ہاتھ، دہن اور منہ وغیرہ کا اثبات کیا جائے تو اس سے اسکا جسم ہونا لازم آئے گا۔ان لوگوں نے محدثین کو 'مجسمہ اور مشبہ' قرار دیا ہے یعنی خدا کی جسمیت ثابت کرنے والے اور اسے مخلوق کے مشابہ سمجھنے والے۔حالانکہ محدثین کا نقطہ نظر صرف یہ ہے کہ خدا کی صفات کے لئے الفاظ کا اثبات اور معنی تو وہی بیان کیا جائے جو ہے لیکن انکی حقیقت و کیفیت اللہ کے سپرد کر دی جائے۔تفویض (یعنی اللہ نے اپنی صفات کسی کو تفویض کر دی ہیں، کسی کو دے دی ہیں)، تمثیل (یعنی اللہ کے اسماء وصفات کیلئے کسی کی مثال نہ بیان کی جائے۔جیسے اللہ کا ہاتھ، اسے اپنے ہاتھ سے تشبیہ نہ دی جائے وغیرہ۔کیونکہ اسکی مثل کوئی نہیں:لیس کمثلہ شیء:

اسکی مثل کوئی چیز نہیں (الشوریٰ:11))اور تعطیل (اسکی صفات کو معطل نہ سمجھا جائے۔جیسے وہ سحری کے وقت آسمانِ دنیا پر اپنی شان کے نزول فرماتا ہے تو اسکا یہ مطلب نہ بیان کیا جائے کہ جب وہ آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے۔اس وقت وہ عرش پر نہیں ہوتا وغیرہ) سے بچا جائے۔

اس ضمن میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اپنی رائے یوں قلمبند کی ہے:

''اس کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس (صفات کی حقیقت کے) بارے میں کچھ بھی نہیں فرمایا، بلکہ اپنی امت کو اس سے منع فرمایا ہے کہ اس قسم کے مسائل پر بحث کی جائے یا ان کے متعلق کسی قسم کی گفتگو کی جائے۔اجمالی ایمان بالکل کافی ہے۔ اس لئے کسی، مسلمان کو یہ حق حاصل نہیں کہ ان ابحاث کو چھیڑے اور ان میں گفتگو کرے۔''(حجۃ اللہ البالغہ صفحہ:251،حصہ اول،مترجم: مطبوعہ الفیصل ناشران)

یہی حقیقت واضح کرنے کی کوشش کی ہے سلفی مکتبہ فکر کے نامور سکالر جناب پروفیسر حافظ محمد سعید صاحب نے، لکھتے ہیں:

''بعض نے کہا کہ اللہ ذات کے لحاظ سے عرش پر ہے لیکن علم اور قدرت کے لحاظ سے ہر جگہ ہے۔ہم سمجھتے ہیں کہ اس تکلف میں بھی پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔قرآن میں متعدد مقامات پر بیان کیا گیا ہے کہ اللہ عرش پر ہے، ہم مانتے ہیں۔حدیث میں ہے کہ اللہ پچھلی رات آسمان دنیا پر نزول کرتا ہے تو ہم ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ نزول کرتا ہے۔اس بحث میں نہیں پڑتے کہ جب نزول کرتا ہے تو عرش پر ہوتا ہے کہ نہیں۔کیونکہ ہم تشبیہ بیان نہیں کرتے اور نہ ہی قیاس کرتے ہیں۔نہ کیفیت بیان ہوئی ہے اور نہ قرآن وحدیث نے یہ بحث کی ہے کہ نزول سے عرش پر ہونے کی نفی ہوتی ہے۔اس لئے ہم بحث نہیں کرتے ،جس طرح جو بیان ہوا ہے، اسے تسلیم کرتے ہیں۔

مزید لکھتے ہیں:

قربت اور بُعد کے انسانی پیمانوں کو (ہم) اللہ پر فٹ کرنا درست نہیں سمجھتے۔ اسلئے یہ تکلف بھی ضروری نہیں سمجھتے کہ ہم اللہ کی 'معیت' کیلئے علم یا قدرت کی شرط لگا لیں۔ یعنی جس طرح بیان ہوگیا، اسی پر ایمان لانا چاہئے............... یہ کہنا کہ بذاتہ عرش پر ہے اور بعلمہ ہر جگہ ہے یہ صریح حکم ہے۔ ہمیں حکم لگانے سے بچنا چاہئے جبکہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ نے حکم نہیں لگایا۔ تقاضائے ایمان یہ ہے کہ بس ہم تسلیم کریں، جس طرح قرآن و حدیث میں بیان ہوا ہے۔ اضافہ اور کمی سے بچیں۔" (عقیدہ و منہج، باب: عقیدہ سلف ص:102-103، دارالاندلس)

اس ضمن میں امام مالک رحمہ اللہ کے فقرے یاد رکھنے اور سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہیں، آپؒ نے فرمایا:

((الاستواه معلوم، ولكيف مجهول، والايمان به واجب، والسوال عنه بدعة))

"اسکا (عرش پر) استوا فرمانا معلوم ہے، اسکی کیفیت مجہول (یعنی سمجھ سے باہر) ہے، اس پر ایمان لانا واجب ہے، اور ایسا سوال کرنا بدعت ہے۔"

پس اسکے اسماء و صفات کا اجمالی عقیدہ ہونا چاہئے کہ:

☆ کہ وہ اپنی شان کے لائق عرش پر مستوی ہے۔

☆ اپنی شان کے لائق نزول فرماتا ہے۔

☆ ساری کائنات کا احاطہ کیے ہوئے ہے، کوئی شے اسکی قدرت اور دسترس سے باہر نہیں۔

☆ اسکی معیت کی صورت حال یہ ہے کہ وہ اپنی شان کے لائق ہماری رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہے۔ (واللہ اعلم)

اہل قبور سے فریاد رسی

کارساز کے تناظر میں بہت سارے ناجائز اسباب جیسے: شرکیہ: تعویزات، دم جھاڑ، منکے، چھلے، تانت، پٹے پہننا، ندا بالغیب .... میں سے اہل قبور سے فریاد رسی پر کچھ وضاحت ملاحظہ کریں:

جائز پہلو: قبروں کی زیارت کو جانا، ان کے لیے دُعائے مغفرت کرنا، سلامتی کی دُعا کرنا، قبروں کا احترام کرنا، ان کے اوپر پاؤں نہ رکھنا وغیرہ بالکل درست ہے۔ لیکن اہل قبور سے فریاد رسی، مرادیں مانگنا ممنوع اسباب ہیں جو شرک کی دلدل میں گرانے کا باعث ہیں۔ حقیقت حال سے آگاہی کیلئے نبی کریم ﷺ کی زندگی کی آخری تنبیہات ملاحظہ فرمائیں:

آنحضور ﷺ کی زندگی کی آخری تنبیہات

نمبر ۱: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ جب رسولُ اللہ ﷺ مرضِ وفات میں مبتلا تھے تو بار بار اپنی چادر کو اپنے چہرہ مبارک پہ ڈالتے اور جب چادر کی وجہ سے گھبراہٹ شروع ہو جاتی تو اُسے اپنے چہرے سے ہٹا دیتے اور اسی حال میں فرماتے جاتے: ((**لعنت الله علی الیهود وا لنصاریٰ اتخذو قبور انبیا ئهم مساجدا**))

(صحیح بُخاری، رقم:1390)

اِسی روایت کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ رسولُ اللہ ﷺ کی قبر پہ لوگ سجدے شروع کر دیں گے تو آپ ﷺ کی قبر (مبارک) کو (زائرین کی زیارت کیلئے) کھلا چھوڑ دیا جاتا۔ مگر آپ ﷺ کو یہی خوف تھا جس کی وجہ سے رسولُ اللہ ﷺ اِس عمل سے بچنے کی تلقین کر رہے تھے۔''

نمبر ۲: رسولُ اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: ((**اللهم لا تجعل قبری وثنا یعبد---**)) (اَے اللہ میری قبر کو ایسا بُت نہ بنانا کہ اُسے پوجا جانے لگے۔ اللہ کا غضب نازل ہو اُن لوگوں پر جنھوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا)

(الموطاءللمالک :416)

نمبر۳: سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: " منع فرمایا ہے رسول اللہ ﷺ نے:

(1) قبروں کو پکا کرنے سے اور (2) اِن پر عمارت بنانے سے۔اور(3) اِن پر بیٹھنے سے اور (4) اِن پر لکھنے سے۔(جامع ترمذی ،صحیح مُسلم: 2245)

نمبر ٤: ﴿لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِی عِیْداً﴾

" میری قبر کو میلہ گاہ نہ بنالینا اور(ہر جگہ سے)مجھ پر درود بھیجو کیونکہ تم جہاں کہیں بھی ہو تمہارا درود مجھ تک پہنچادیا جاتا ہے۔"(سُنن ابی داود":2042)

نمبر ٥: آپ ﷺ صحابہ کو مامور فرماتے کہ: تصویر کو مٹادو اور ہر اونچی قبر کو زمین کے برابر کر دو۔" (صحیح مُسلم:2243، ترمذی)

نمبر ٦: رسولُ اللہ ﷺ نے سابقہ اقوام کی بابت فرمایا: "یہ لوگ ایسے تھے کہ جب اُن میں سے کوئی نیک آدمی مرجاتا تو وہ اُسکی قبر پر مسجد بنالیتے اور پھر اُس میں اُسکی تصویریں لٹکا دیتے۔قیامت کے دن یہ لوگ اللہ کے نزدیک بدترین مخلوق شمار ہونگے۔"

(صحیح بُخاری :1341، صحیح مُسلم)

نمبر ۷: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسولُ اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

" بے شک (قیامت کے دن)لوگوں میں سے بدترین وہ لوگ ہونگے جن پر قیامت قائم ہوگی۔اور وہ ایسے لوگ ہونگے جو قبروں پر مسجدیں بنائیں گے۔"

(صحیح بُخاری:7067، مُسند امام اِحمد ، صحیح ابنِ خزیمہ اور صحیح ابنِ حبان)

یہ میری یا کسی اور انسان کی تنبیہات نہیں بلکہ یہ پیارے رسول ﷺ کی تنبیہات ہیں جو امت کو شرک سے بچانے کیلئے کی گئی ہیں۔نبی کریم ﷺ پر ایمان کا تقاضا تو یہی ہے کہ اس آگاہی کے بعد ڈر جائیں اور اپنی اصلاح کی فکر کریں۔

((لا یومن احدکم حتیٰ یکون هواه تبعاً لما جئت به))

(شرح السنہ،کتاب الایمان)

’’تم میں سے کوئی صاحب ایمان نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ اسکی خواہش نفس اس چیز کے تابع نہ ہوجائے جومیں لے کر آیا ہوں۔‘‘

لیکن ماننے کی بجائے اپنا ذہن اپنے فرقے بچانے کیلئے نبی کریم ﷺ کی تنبیہات کی غلط تاویل و تحریف کرنا حالانکہ تمام ائمہ کرام رحمہم اللہ نے مذکورہ ضمن میں نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کے مطابق ہی فتوے دیئے ہیں۔حقیقت حال سے آگاہی کیلئے دیکھئے ہماری تحریر:

(ظلم عظیم پر جامع رہنمائی،باب۔۷)

کارساز کے تناظر میں ناجائز سبب شرکیہ تعویذ، منکے وغیرہ کے حوالے سے دیکھئے ہماری تحریر:

(ظلم عظیم پر جامع رہنمائی،باب۔۱۴)

باب ۱۴

عبادت؟

فہم معبود کے تناظر میں تین چیزوں میں سے: الٰہ کی صفات، کارساز کی وضاحت اور ان دونوں کے تناظر میں خالق ومخلوق کے دائرہ کار کو سمجھنے کے بعد تیسرا بڑا تقاضا کہ: عبودیت کا مستحق اللہ کے سوا کوئی اور نہیں۔ عبادت صرف اور صرف اللہ کا حق ہے۔ اس باب میں اس پر مختصر ضروری وضاحت پیش کی جائے گی۔ تفصیل کیلئے دیکھئے ہماری تحریر:

(عبادت کا معنی ومفہوم)

عبادت دو چیزوں پر مشتمل ہے:

(۱)۔ ایک اس کا ظاہر یعنی جسد اور (۲)۔ دوسری اسکی اصل حقیقت یعنی اسکی روح۔

عبادت کا 'جسد'۔ (مراسمِ عبودیت) یعنی: دست بستا قیام، رکوع، سجدہ .... یعنی ہمہ تن اطاعت وغلامی ہے۔ وہ شئے جو 'جسد' کو عبادت بناتے ہوئے اللہ کے سامنے رام کر دیتی ہے وہ اسکی اصل حقیقت یعنی روح ہے کہ:

> ''جذبہ خشیت ومحبت سے سرشار ہو کر اس عقیدہ ونظریہ کے ساتھ (کہ وہ میرے سیاہ و سفید پر مکمل قدرت رکھنے والا ہے اور میرا فائدہ ونقصان اسی کے ہاتھ میں ہے) کسی کا مطیع وفرمانبردار ہو جانا، اسکے سامنے انتہا درجے کی عاجزی وپستی اختیار کر لینا، اسی پر مکمل بھروسہ کرنا، اسے اپنا کارساز بنا لینا، عین عبادت ہے۔''

نماز میں اہم اقرار کرتے ہیں کہ:

((التحیات للہ والصلوٰۃ والطیبات)) ۔ ''یعنی تمام قولی، بدنی اور مالی عبادات صرف اللہ ﷻ ہی کے لیے ہیں۔''

قولی عبادات:

حق بات پر قائم رہنا۔ اللہ کی نافرمانی کے کلمات (جھوٹ، غیبت، گالی گلوچ.....) کو دانستہ اختیار کرنے سے گریز کرنا۔ اگر کہیں بھول چوک ہو جائے تو اس پر اصرار کرنے کی بجائے فوراً تائب ہو جانا۔ مزید یہ کہ: تسبیح و تحلیل، تکبیر و تحمید، دعا و مناجات، بغیر اسباب غائب سے پکار، فریاد رسی وغیرہ۔

بدنی و فعلی عبادات: حد درجہ ذلت: رکوع، سجدہ، نماز، روزہ، اعتکاف، حج طواف وغیرہ۔ مزید یہ کہ اپنے فعل اور جسم سے اللہ کی نافرمانی ہو جانا تو گناہ ہوگا لیکن نافرمانی پر قائم ہو جانا، گناہ پر ڈٹ جانا، اصرار کرنا نفس و شیطان کی عبادت قرار پائے گا جس پر قرآن کی آیات موجود ہیں۔

مالی عبادات: صدقہ و خیرات، زکوٰۃ، نذر و نیاز اور قربانی وغیرہ کا مستحق صرف اللہ ہے۔ ضیافت اور ثواب کی نیت کسی کیلئے کی جاسکتی ہے کہ یہ نذر و نیاز میں فلاں کے ایصال ثواب کیلئے کرتا ہوں لیکن وہ نذر و نیاز، قربانی صرف اللہ کیلئے کی جائے گی۔

عبادت کی بنیادی شکلیں

(۱)۔ نماز، (۲)۔ روزہ، (۳)۔ زکوٰۃ، (۴)۔ حج، طواف (۵)۔ قربانی، (۶)۔ نذر و نیاز، (۷)۔ پکارنا یعنی دعا (بغیر اسباب)، (۸)۔ نفس پرستی، دنیا پرستی یعنی حلال و حرام کی تمیز کو کھو دینا۔

بنیادی قاعدہ: دین پر قائم رہتے ہوئے حالات کی رو میں جہالت سے کبھی کبھار اللہ کی حکم عدولی ہو جانا گناہ کہلاتا جبکہ نافرمانی پر قائم ہو جانا، گناہ کو اختیار کر لینا اور اس پر نادم بھی نہ ہونا نفس اور شیطان کی عبادت کرنا ہے جیسا کہ فرمایا:

﴿اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ﴾ (سورہ جاثیہ، آیت: 23)

’’کیا تو نے دیکھا اس شخص کو جس نے اپنی خواہش نفس کو معبود بنا رکھا ہے۔‘‘

جو اللہ کی عبادت سے نکل گیا وہ ہلاک و برباد ہو گیا۔اس پر قائم رکھنے کیلئے سورہ فاتحہ کا عظیم تحفہ دیا گیا جس کی ہر رکعت میں ہم اقرار کرتے ہیں:

﴿ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ۝﴾ (سورۃ الفاتحہ، آیت:4)

’’ہم صرف اور صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے اور صرف تجھی سے استعانت طلب کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔‘‘

ان کلمات کا ہر نماز میں تکرار سے اقرار کرنے کے باوجود اکثریت حقیقت سے دور ہو گئی ہے۔جس کا واحد حل تمسک بالقرآن ہے کہ ہم قرآن حکیم کے احکامات کو اولین ترجیح پر رکھیں اور باقی تمام علوم کو قرآن کے تناظر میں دیکھیں نہ کہ قرآن کو دیگر علوم کے تابع کریں۔

نــــوٹ: الوہیت یعنی عبادت کے ضمن میں فی زمانہ الا ماشاء اللہ مسلمانوں کی اکثریت کو ’’دعا یعنی پکارنے‘‘ پر غلط فہمی ہوئی ہے۔اسلئے عبادت کی اس شکل کو تفصیل سے ہم نے اپنی تحریر ’’ظلم عظیم پر جامع رہنمائی‘‘ باب ۵ اور ۶ بیان کر دیا ہے۔جنہیں سچائی کو جاننے کی فکر ہے وہ حقیقت سے آگاہی حاصل کر سکتے ہیں۔

(www.khidmatislam.com)

(Email:khidmat777@gmail.com)

باب ۱۴

حقیقتِ توحید کے ضمن میں چند مغالطے

الحمدللہ مسلمانوں کے تمام گروہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر متفق ہونے کے ساتھ ساتھ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ شرک کائنات کا سب سے بڑا ظلم ہے، اور یہ بھی مانتے ہیں کہ اللہ وحدہ لاشریک کے سوا کسی کی عبادت نہیں کی جاسکتی۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ سب کچھ تسلیم کرنے کے باوجود بھی مسلمانوں کی اکثریت نے توحید باری تعالیٰ کو دین کی بنیاد نہیں بنایا اور نہ ہی شرک سے بچنے کی فکر کی ہے۔ جہاں تک معاملہ توحید کے ضمن میں مغالطّوں اور اشکالات میں مبتلا ہونے کا ہے تو صحیح علم سے آگاہی نہ ہونا بھی ایک وجہ ہے لیکن اصل مسئلہ فرقہ واریت کی بنا پر اخلاص سے محرومی ہے۔ ظاہر ہے جب انسان اپنی خودساختہ سوچ اور من پسند مسلک کے خلاف حق بات تسلیم ہی نہیں کرنا چاہتا تو پھر وہ حق بات کو جاننے اور ماننے کی بجائے: کتمان حق، چشم پوشی، اعراض وغفلت اور آیات کی غلط تاویل وتحریف کی راہ اپناتا ہے۔ حقیقت توحید کے ضمن میں اشکالات میں مبتلا ہونے کی بڑی وجہ بھی یہی ہے۔ تاہم اس ضمن میں پیدا کئے گئے اشکالات کو واضح کرنا ضروری ہے تاکہ جو سلیم الفطرت بچنا چاہے اس کے لئے حق کی پہچان کی راہ میں رکاوٹیں دور ہو جائیں۔

دوسری طرف اس بات کا بھی لحاظ رکھنا چاہئے کہ جو چیز شرک نہیں اسے زبردستی شرک قرار نہ دیا جائے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اسے سمجھنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہئے اور ایسی چیزیں جو شرک میں ملوث کرنے کا باعث بن سکتی ہوں ان سے اپنا دامن بچانے کیلئے چوکنا رہنا چاہئے۔

نوٹ: فی زمانہ مسلمانوں کو بڑی غلط فہمی چونکہ ''توحید الوہیت'' کے ضمن میں ''دعا یعنی پکارنے'' پر لگی ہے۔جس کے متعلق بنیادی معلومات تو اس تحریر کے ''ابواب: ۹، ۱۰، ۱۱'' میں دی گئی ہیں لیکن صراحت کے ساتھ اسے ہماری تحریر: ''ظلم عظیم پر جامع رہنمائی ''باب ۵ میں اور اس پر پیدا ہونے والے درج ذیل بنیادی شبہات کو ''باب ۶'' میں بیان کردیا گیا ہے، جیسے:

(1)۔ اللہ کے برابر ٹھرانا شرک ہے/اللہ سمجھ کر پکارنا شرک ہے

(2)۔ اللہ کے اذن سے مشکل کشائی

(3)۔ نماز، صبر اور فرشتوں وغیرہ کا مددگار ہونا

(4)۔ بعد از وفات روح کا تصرف

(5)۔ اولیاء اللہ کو نہ پکارنا محرومی کا باعث

(6)۔ ''سورۃ النساء آیت: 64'' کے تحت نبی کریم ﷺ کو پکارنے پر استدلال کا جائزہ

(7)۔ جب بندہ خدا کا مظہر بن جائے تو اسے پکارنے میں حرج نہیں

(8)۔ اسباب کو ندا بالغیب کے لیے دلیل بنانا

(9)۔ اگر فوت شدہ جواب نہیں دیتے تو اللہ بھی تو نہیں دیتا (نعوذ باللہ)

(10)۔ ''سورۃ البقرہ، آیت: 260'' کے تحت سیدنا ابراہیم (علیہ السلام) کا مردہ پرندوں کو بلانے کے معجزہ پر پکارنے کے جواز کا استدلال

(11)۔ قرآن کی وعیدیں بتوں کی پرستش پر

(12)۔ مستقل بالذات کا مغالطہ

وہ طالبین حق جن میں حقیقت تک رسائی کی تڑپ ہے وہ ان اشکالات کی حقیقت سے آگاہی حاصل کرنے کیلئے ہماری مذکورہ تحریر سے استفادہ کریں۔ تاہم یہاں ہم پہلے نمبر والا بڑا مغالطہ یعنی ''اللہ کے برابر ٹھرانا شرک ہے/اللہ سمجھ کر پکارنا شرک ہے'' کو دوبارہ سے بیان کرنے کے ساتھ ساتھ چند درج ذیل مزید شبہات کی حقیقت واضح کریں گے:

(1)۔ توحیداور مخلوقات کی نفی

(2)۔کیا خدا کی عطا توحید کے منافی ؟

(3)۔اللہ کے برابر ٹھرانا شرک ہے /اللہ سمجھ کر پکارنا شرک ہے

(4)۔ اسباب، وسیلہ،شفاعت وغیرہ میں افراط وتفریط

(5)۔ قرآن وسنت کے علاوہ کچھ مخصوص علوم

(6)۔باطنی کیفیات کی عبادات میں اشکالات

(7)۔ کائنات کا نظام مخلوقات کو تفویض

(8)۔انسان کا جانوروں سے تقابل

اب ہم اللہ وحدہ لاشریک کی توفیق سے مذکورہ چند بنیادی چیزوں کی حقیقت واضح کرتے ہیں جن میں ظالم شیطان نے مغالطے میں مبتلا کر کے اشکالات پیدا کیئے ہیں۔

(1)۔ توحیداور مخلوقات کی نفی

کیا توحید مخلوقات کی نفی اور انکی تحقیر کا تقاضا کرتی ہے؟

ازالہ: مخلوقات کی مکمل نفی توحید کا مقصود نہیں۔ بلکہ توحید کی تعلیمات یہ تقاضا کرتی ہیں کہ قانون وقاعدے کے تحت ہر ایک کو اسکا مقام دیا جائے۔ جو چیزیں خالق کے ساتھ خاص ہیں (جیسا کہ اس تحریر میں بیان کر دیا گیا) انہیں مخلوق کے ساتھ منسوب نہ کیا جائے تا کہ شرک سے بچا جا سکے۔اللہ تعالیٰ نے شرک کی مذمت میں مخلوقات کو ''من دون اللہ'' یعنی اللہ کے علاوہ یا سوا کہا تو اسکا یہ معنی نہیں کہ اللہ نے اپنے سب بندوں کو اپنے آپ سے دور کر دیا۔ بلکہ اسکا معنی یہ ہے کہ مخلوقات کو اللہ کا شریک نہ ٹھرایا جائے اور جو لوگ بھی اس شرک میں ملوث ہوئے انہوں نے شیطان کا راستہ اپنایا اور اللہ کے ساتھ دشمنی مول لی، یہ بدنصیب اللہ سے دور ہو گئے۔اسکے برعکس جنہوں نے اللہ کی

فرمانبرداری اور توحید کی راہ اپنائی وہ خوش نصیب 'حزب اللہ' یعنی اللہ کا گروہ کہلائے۔ انکی بابت 'من دون اللہ' کے اطلاق کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کا شریک بننے سے بچ گئے۔ یہ لوگ شرک کی جملہ اشکال کے حوالے سے تو 'من دون اللہ' ہیں یعنی یہ اللہ کے ساتھ شراکت میں شریک نہیں لیکن اللہ کی رحمت، اسکے فضل، اسکی محبت اور احسان کے حوالے سے یہ اللہ کے قریب ہیں نہ کہ دور۔ اصل بات یہ ہے کہ سب سے بڑھ کر اللہ سے محبت کی جائے جس نے یہ سب بہاریں لگائی ہیں، جو خالق ونگہبان ہے ہر شے کا۔ پھر اللہ کی وجہ سے اسکے پیارے رسول ﷺ کے ساتھ، پھر والدین اسکے بعد دیگر مخلوقات کے ساتھ۔ لوگوں کے دکھ درد میں شریک ہوا جائے، انکی مشکلات کے حل لئے ہر ممکن تعاون کیا جائے۔ اللہ کی توحید انسان سے یہ بھرپور تقاضا کرتی ہے کہ خودساختہ نظریات کی بجائے تعلیمات وحی کی بنیاد پر محتاط رویہ اپناتے ہوئے زندگی بسر کی جائے۔ شرک کے حوالے سے شک والی چیزوں سے بھی اجتناب کیا جائے۔

(2)۔ کیا خدا کی عطا توحید کے منافی ؟

کیا اللہ کی مخلوقات کو عطا توحید کے منافی اور شرک کا باعث ہے؟

ازالہ: توحید وشرک کے ضمن میں یہ بات بھی بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ کسی چیز پر شرک کا اطلاق کرتے ہوئے بڑی احتیاط کرنی چاہئے۔ مضبوط دلائل کی روشنی میں نتیجہ اخذ کرنا چاہئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے بے پناہ فضل واحسانات جو ساری کائنات کو محیط ہیں وہ اللہ کی عطا ہے جو اس نے مخلوقات کیلئے کی۔ اپنے بندوں کو علم وحکمت سے نوازا، انبیاء علیہم السلام کو غیب کی خبروں پر مطلع فرمایا، اپنے کلام کو ہدائت اور شفا کا ذریعہ بنایا، چیزوں میں شفاء کی تاثیر رکھی، سورج کو روشنی اور حرارت کا ذریعہ بنایا، مخلوقات کو ضرورت کے مطابق صلاحیتیں عطا فرمائیں، خرق عادت امور معجزہ وکرامت کا ظہور........ ان نعمتوں کو اللہ کی عطا سمجھتے ہوئے مخلوقات سے منسوب کرنا توحید کے منافی نہیں بشرطیکہ حدود وقیود کا بھی سختی سے لحاظ رکھا جائے اور منعم حقیقی کی شکرگزاری بھی۔ ایسا نہ ہو کہ

خالق کے انعامات میں تو گم ہو جائیں لیکن منعم حقیقی کو بھول جائیں۔خالق سے تعلق، اس کی یاد، اس سے شدید محبت و وابستگی کو ہمیشہ تر و تازہ رکھا جائے۔

اسی طرح حد سے تجاوز کرتے ہوئے جو چیزیں اللہ کے ساتھ خاص ہیں (جنکی وضاحت اس تحریر میں جگہ جگہ کردی گئی ہے) انہیں لوگوں کے ساتھ منسوب کرنے سے بھی سخت احتیاط کرنی چاہیئے۔افراط و تفریط کی راہ سے بچنا چاہیئے۔اس ضمن میں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ الفاظ کا ظاہری اشتراک توحید کے منافی نہیں۔بعض الفاظ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ انسانوں کے لیے بھی استعمال ہوئے ہیں جیسے: ''رحیـــــــم'' اللہ کے لیےاور''رؤف رحیم''حضور اقدس ﷺ کے لیے۔اسی طرح ''السمیع البصیر'' اللہ کے لیےاور انسان کے لیے''سَمِیْعاً بَصِیْراً''۔''مولیٰ'' اللہ کے لیے اور انسانوں کے لیے وغیرہ۔اس طرح کے الفاظ کے ظاہری اشتراک سے اس وقت تک شرک نہیں ہوگا جب تک معنی کے اعتبار سے شراکت نہیں ہوگی یعنی اللہ کی صفت کو بعینہٖ بندوں میں تسلیم کرنے سے شرک ہوگا۔بعض صفات خاص ہیں جو مستعمل ہی خالق کیلئے ہیں جیسے: اللہ، الٰہ ، خالق، ملک الاملاک وغیرہ، انکا اطلاق کسی صورت میں بھی مخلوق پر نہیں کرنا چاہیئے۔رہنمائی کے لئے نبی کریم ﷺ کے فرمان مبارک پر غور کریں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((ان اخنع اسم عنداللہ عز و جل رجل تسمی ملک الاملاک))

(بخاری، مسلم، کتاب الادب)

''سب سے ذلیل ترین نام اللہ عز وجل کے نزدیک اس شخص کا نام ہے جو اپنا نام بادشاہوں کا بادشاہ رکھے۔''

اورحضرت سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں: **(ملک الاملاک مثل شا ھنشاہ)** یعنی ملک الاملاک اور شہنشاہ دونوں لفظ ایک جیسے ہیں۔ (ریاض الصالحین، کتاب الامور المنھی عنھا)

معلوم ہوا جو الفاظ یا صفات اللہ عزوجل کے لئے خاص ہیں وہ ہرگز مخلوقات کیلئے استعمال نہیں کرنی چاہئیں۔افراط وتفریط سے بچنا ہی شیطان سے بچنے کا ذریعہ ہے۔

(3)۔اللہ کے برابر ٹھرانا شرک ہے/اللہ سمجھ کر پکارنا شرک ہے

بروز قیامت شرک کرنے والے اپنے معبودوں سے کہیں گے ہم صریح گمراہی میں تھے کہ:

﴿ اِذۡ نُسَوِّیۡکُمۡ بِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴾ (سورۃ الشعرا:26: آیت:98)

''جب کہ ہم تمھیں اللہ رب العالمین کے برابر ٹھراتے تھے۔''

اس سے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی ہے کہ جب تک کسی کو اللہ کے برابر نہ ٹھرالیا جائے،اس وقت تک شرک نہیں ہوتا۔اسی طرح اگلا دھوکہ کہ اگر کسی کو اللہ یا معبود سمجھ کر پکاریں گے تو شرک ہوگا جبکہ اللہ یا الہٰ کی بجائے مخلوق سمجھ کر اللہ کے اذن کے تحت پکارنا شرک نہیں۔

ازالہ: اللہ کی کسی ایک صفت میں بھی کسی کو شریک کر لینا اسے اللہ کے برابر کرنا ہی شمار ہوتا ہے۔اس ضمن بہت سارے دلائل ہیں جنہیں تفصیل سے بیان کیا جائے تو پوری کتاب بن جائے۔اختصار کی خاطر درج ذیل صرف ایک دلیل (جو باب ۴ میں بھی بیان کی جا چکی ہے) پر غور کرتے ہیں کیونکہ جس نے بات تسلیم کرنی ہو اسکے لئے ایک پختہ دلیل بھی کافی ہوتی ہے اور جس نے نہیں ماننا اس پر پورا قرآن بھی گزار دیں گے تو وہ نہیں مانے گا۔اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کی بابت فرمایا:

﴿ اِتَّخَذُوۡۤا اَحۡبَارَهُمۡ وَ رُهۡبَانَهُمۡ اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَ الۡمَسِیۡحَ ابۡنَ مَرۡیَمَ وَ مَاۤ اُمِرُوۡۤا اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبۡحٰنَهٗ عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ ﴾

(سورۃ التوبہ آیت: 31)

''اُن لوگوں (یہودیوں اور عیسائیوں) نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے علماء اور درویشوں کو اپنا رب بنالیا تھا اور مریم (علیہا السلام) کے بیٹے مسیح علیہ السلام کو، حالانکہ انھیں صرف ایک

اللہ ﷻ کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا، جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ پاک ہے ان کے شریک مقرر کرنے سے۔''

یہاں تصدیق کے بغیر بلا دلیل علماء حضرات کی اندھا دھند پیروی کرنے کے فعل کو رب کے درجے پر فائز کرنا قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ وہ لوگ اپنے علماء کو رب تو نہیں کہتے تھے۔ چنانچہ سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ (جو پہلے خود بھی عیسائی تھے) روایت کرتے ہیں: قبول اِسلام سے پہلے جب میں نے یہی آیت سُنی تو رسولُ اللہ ﷺ سے پوچھا: ہم لوگ اپنے علماء اور درویشوں کو تو نہیں پوجتے تھے (یعنی انکی عبادت تو نہیں کرتے تھے، پھر اس آیت میں علماء اور درویشوں کو رب بنانا قرار کیوں دیا گیا)؟ آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

''مگر کیا تم لوگ (بغیر اللہ ﷻ اور انبیاء علیہ السلام کی تعلیمات کو دیکھے) اَپنے علماء اور درویش لوگوں کی حلال کی گئی چیزوں کو حلال اور حرام کردہ چیزوں کو حرام نہیں مان لیا کرتے؟'' میں نے عرض کیا جی ہاں اَیسا ہی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا:'' یہی تو اُن کو رب بنانا ہے۔'' اِسی ایک جملہ پر (میں عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ) مطمئن ہو گیا اور فوراً اِسلام قبول کر لیا۔'' (والحمد للہ)

(جامع ترمذی ''ابوبُ التفسیر'' حدیث نمبر 3095 ، مُسند امام اِحمد حدیث نمبر 378/4)

اگر کسی نے شیطان کے شکنجے سے آزاد ہونا ہو تو اللہ نے یہاں بات بالکل واضح کر دی ہے کہ: وہ حقوق واختیارات کسی کو دے دیئے جائیں جو خدا کے لیے مخصوص ہیں تو اس کو خدا تسلیم کر لیا گیا چاہے زبان سے اسے خدا کہا جائے یا نہ کہا جائے۔ قرآن کی اسی بات کی تصدیق نبی کریم ﷺ نے بھی فرما دی ہے۔

۔ سورۃ جاثیہ۔ آیت 23 کے مطابق خواہش نفس کی پیروی اس طرح کرنا کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پس پشت ڈال دیئے جائیں ایسا کرنا نفس کو 'الٰہ' ابنانا قرار دیا گیا حالانکہ اپنے آپ کو

کوئی بھی خدا نہیں سمجھتا۔

۔ ان الفاظ کی ادائیگی پر ''جو اللہ جل جلالہ چاہے اور رسول ﷺ چاہے'' آپ ﷺ نے فرمایا! ﴿جعلتنی لِلّٰہ مدا﴾. ''تو نے مجھے اللہ تعالیٰ کا شریک بنا دیا'' حالانکہ کہنے والے نے آپ ﷺ کو اللہ کے برابر نہیں کیا تھا۔ (مُسند احمد حدیث نمبر 2611)

۔ مشرکین مکہ اپنے معبودوں کو اللہ کے برابر نہیں سمجھتے تھے اور نہ ہی انکی صفات کو ذاتی سمجھتے تھے بلکہ اللہ جل جلالہ کی طرف سے عطائی مانتے تھے، اسکے باوجود بھی انہیں مشرک قرار دیا گیا۔

دوران طواف یوں کہتے:

((قالو لبیک اللھم لبیک لا شریک لک اِلا شریکا ھو لک تملکه وما ملک))(صحیح مُسلم ''کتابُ الحج'' رقم:2815)

'' کہتے اے اللہ جل جلالہ ہم حاضر ہیں، حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں سوائے اس شریک کے جو تیری ملکیت میں ہے تو اس کا بھی مالک ہے اور اس کے اختیارات بھی تیرے قبضے میں ہیں''۔

مذکورہ حقیقت واضح ہو جانے بعد اگلا دھوکہ کہ اگر کسی کو اللہ یا معبود سمجھ کر پکاریں گے تو شرک ہوگا جبکہ اللہ یا الٰہ کی بجائے مخلوق سمجھ کر اللہ کے اذن کے تحت پکارنا شرک نہیں۔ اس ضمن میں درج ذیل آیت کو دلیل بنایا جاتا ہے:

﴿وَمَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ لَا بُرْھَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْکٰفِرُوْنَ o﴾(سورۃ المومنون:117:23)

''اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو پکارتا ہے جس کی اسکے پاس دلیل نہیں تو اس کا حساب اللہ ہی کے ہاں ہوگا۔ بلاشبہ کافر فلاح نہیں پائیں گے۔''

یہاں ممانعت اسی بات پر آئی ہے کہ اللہ کے ساتھ ساتھ دیگر معبودوں کو پکارنا۔ یہاں تو صراحت سے

یہ بات بیان نہیں ہوئی کہ اللہ کے سوا کسی کو پکارنے کا فعل ہی درحقیقت اسے معبود بنانا ہے جیسا کہ دیگر آیات میں صراحت سے بیان کر دیا گیا، جیسے:

﴿اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَ یَکۡشِفُ السُّوۡٓءَ وَ یَجۡعَلُکُمۡ خُلَفَآءَ الۡاَرۡضِ ءَ اِلٰہٌ مَّعَ اللّٰہِ قَلِیۡلًا مَّا تَذَکَّرُوۡنَ o﴾ (سورۃ النمل۔آیت:62)

”بھلا کون قبول کرتا ہے ایک بے قرار کی فریاد کو جب وہ اُسے پکارتا ہے؟ اور (پھر کون ہے جو) دور کر دیتا ہے اس کی تکلیف کو؟ اور (کون ہے جس نے) تمہیں زمین میں (اَگلوں کا) خلیفہ بنایا؟ کیا کوئی اور معبود بھی ہے اللہ کے ساتھ (جو یہ سب کچھ کرتا ہو)؟ تم لوگ بہت کم ہی نصیحت پکڑتے ہو۔“

یہاں پروردگار نے مکمل صراحت کے ساتھ یہ بات واضح کر دی ہے کہ: بلا اسباب غائب سے فریاد رسی کرنا ہی درحقیقت اسے معبود کے درجے پر فائز کرنا ہے۔یعنی اس فعل کو ہی عبادت کرنا یا الٰہ بنانا رقرار دیا گیا ہے۔یہی بات کو نبی کریم ﷺ نے فرمائی ہے:

﴿الدعآء هو العبادة﴾ ”دُعا (یعنی پکارنا) عبادت ہی ہے یا دعا ہی اصل عبادت ہے“۔

(جامع ترمذی ”کتاب الدعوات“ حدیث نمبر 3372 ،سُنن ابی داوٗد 1479 ،سُنن ابن ماجہ 3828)

یعنی اللہ کے سوا جسے مذکورہ حوالے سے پکارا جا رہا ہے، حقیقت میں اسکی عبادت کی جا رہی ہے یعنی اسے معبود بنایا جا رہا ہے۔پھر مزید یہ کہ انسان کو جھنجوڑنے کیلئے سوالات کے انداز میں بھی اس حقیقت کو واضح کر دیا ہے کہ بلا اسباب غائب سے مشکل کشائی اور حاجت روائی اللہ کے سوا اور کون کر سکتا ہے۔اگلی اہم بات یہ کہ وہ سب سے بڑا جرم جس کی بنا پر بروز قیامت بخشش کے دروازے بند ہو جانے ہوں، شفاعت نہ ہونی ہو، زندگی بھر کے سارے نیک اعمال اکارت ہو جانے ہوں......!اس کو انتہائی سنجیدہ لیتے ہوئے تو اگر کہیں جواز کی گنجائش ہو بھی تو اپنا دامن بچانا ہوتا ہے یا

دور دور تک گنجائش نہ نکلتی ہو تو زبردستی غلط گنجائش پیدا کر کے ہلاک کی راہ اپنانی ہوتی ہے؟

(4)۔ اسباب، وسیلہ، شفاعت وغیرہ میں افراط وتفریط

مذکورہ حوالے سے افرط وتفریط کی صورت حال کچھ اسطرح ہے کہ: بعض الناس اسباب وسیلہ وغیرہ کی ہر شکل کو ممنوع خیال کرتے ہیں اور بعض اسکی ہر شکل کو جائز بلکہ عین دین خیال کرتے ہیں۔ دین کی ساری تعلیمات سامنے رکھی جائیں تو درج ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

(i) پروردگار نے کائنات میں ہزاروں اسباب پیدا فرمائے ہیں جیسے: اپنے احکامات نسل انسانی تک پہنچانے کے لئے انبیاء ورسل علیہم السلام بھیجے، والدین کو پرورش کا ذریعہ بنایا، زمین میں غذا پیدا کرنے کی صلاحیت رکھی، غذا کو جسم کی بقا کا سبب بنایا، سورج کو روشنی اور حرارت کا ذریعہ بنایا........ پس جائز اسباب اختیار کرنا ممنوع نہیں جیسے پروردگار نے خود فرمایا:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ ابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَ جَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ o﴾ (سورۃ المائدہ، آیت:35)

''اے اہل ایمان اللہ سے ڈرو اور اسکا (قرب حاصل کرنے کے لئے) اسکی طرف وسیلہ ڈھونڈ و اور اسکی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم کامیاب ہوسکو۔''

عربی زبان میں وسیلہ کا معنیٰ 'قرب' ہے جو بنی اسرائیل کی آیات: ۵۶ تا ۵۷ سے واضح ہو جاتا ہے۔ یہاں واضح کر دیا گیا ہے کہ اسکا قرب حاصل کرنے کیلئے اسکی راہ میں جہاد کرو۔ بہر کیف اسکا معنی وسیلہ بھی کیا جائے تو بھی اسکا معنی جائز امور اختیار کرنا ہی ہوگا جیسے جہاد، نماز روزہ، صدقہ وخیرات وغیرہ۔

(ii) جائز اسباب کو اختیار کرتے ہوئے بھی بھروسہ اللہ پر ہونا چاہیے۔ نظریہ یہی ہونا چاہئے کہ اگر اللہ چاہے گا تو سبب میرے لئے کارآمد ثابت ہوگا ورنہ نہیں یعنی انشاء اللہ کا لفظ استعمال کیا جائے۔ جتنا زیادہ بھروسہ اللہ پر ہوگا اسی قدر ایمان مظبوط ہوتا چلا جائے گا۔

(iii) اس ضمن میں جن چیزوں کو شرک قرار دیا گیا جیسے:

﴿وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ (سورۃ الزمر۔3)

''اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا اولیاء بنا رکھے ہیں (وہ یہ کہتے ہیں) کہ ہم انکی عبادت صرف اس غرض سے کرتے ہیں کہ ہمیں اللہ کا مقرب بنا دیں۔''

یہاں وعید ایک تو عبادت پر آئی ہے اور دوسرا ناجائز سبب پر۔ یعنی ممنوع کام: غیر اللہ کی عبادت کرنا، پکارنا وغیرہ کو اللہ کے قرب کا ذریعہ بنانا۔ ظاہر ہے ایسا وسیلہ شرک ہے۔

اس ضمن میں اہل تشیع کا نقطہ نظر بھی بالکل واضح ہے، ان کے جید عالم دین شیخ محمد حسین فرماتے ہیں:

''اسی طرح اطاعت وعبادت میں اخلاص ضروری ہے۔ یعنی اگر کوئی معبود مطلق کے ساتھ کسی اور شے کی عبادت بجالائے، اس کے سوا کسی اور کی پرستش کرے اور اسے تقرب کا وسیلہ بنائے تو وہ بھی امامیہ مذہب کے حکم سے کافر ہے۔''

(پاکستان کے دینی مسالک، صفحہ: 267، ناشر البصیرہ، اپریل 2011)

(5)۔ قرآن وسنت کے علاوہ کچھ مخصوص علوم

آنحضور ﷺ نے سیدنا ابو ہریرہؓ کو شریعت سے ہٹ کر کچھ خاص علوم بتلائے جو عام لوگوں کے لیے نہ تھے۔

ازالہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہٗ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے دو طرح کے علوم حاصل کیے، ایک تو میں نے (لوگوں میں) پھیلا دیا اور دوسرے کو اگر میں پھیلاؤں تو یہ میرا گلا کاٹ ڈالا جائے۔'' (صحیح بخاری ''کتاب العلم'' حدیث نمبر 120)

محدثین کے نزدیک اس دوسرے علم سے مراد فتنوں کا مقام اور خون ریزی کرنے والے لوگوں کی

نشان دہی ہے جن کے ہاتھوں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔جن لوگوں نے اہلِ بیت پر مظالم ڈھائے وہ مروان کی اولاد میں سے تھے اور مروان اُس وقت حاکم تھا اِس لیے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے فرمان کا مطلب یہ تھا کہ اگر اِن کے نام ظاہر کر دوں تو میرا گلا کاٹ دیا جائے۔اِسی حدیث کے تحت ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:(اسی لیے آپ رضی اللہ عنہ 60 ہجری کے فتنے سے پناہ مانگا کرتے اور کہتے اے اللہ مجھے 60 ہجری کے فتنے سے پہلے موت دے دے۔ چنانچہ آپ 59 ہجری میں فوت ہوئے۔60 ہجری کا فتنہ یزید کا حکمران بننا اور پھر اُسی کی وجہ سے 61 ہجری میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا ظالمانہ قتل ہوا) (فتح الباری)۔

چنانچہ محدثین کے نزدیک آپ رضی اللہ عنہ نے کسی حد تک اِس بات کو ظاہر کیا جس کا بیان درج ذیل حدیث میں ہے:

> ترجمہ:''عمرو بن یحییٰ بن سعید نے کہا مجھے میرے دادا نے خبر دی کہ میں مدینہ منورہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا جبکہ مروان بھی ہمارے ساتھ تھا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ فرماتے تھے میری اُمت کی ہلاکت قریش کے نوجوان لڑکوں کے ہاتھوں سے ہو گی مروان نے کہا اللہ تعالیٰ ایسے نوجوان لڑکوں پر لعنت کرے۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا اگر میں کہنا چاہوں کہ وہ بنوں فلاں اور بنوں فلاں ہیں تو کہہ سکتا ہوں''۔ (صحیح بخاری)

بریلوی عالم مفتی ابراہیم چشتی صاحب نے بخاری کے حاشیے میں یہی رائے دی ہے کہ دوسرے علم سے مراد فتنوں کا علم ہے۔دراصل ان روایات کی تاویلات کی بنا پر بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قرآن و سنت کی بعض توجیحات عام لوگوں کو نہیں بتلائی گئیں۔جبکہ آپ نے ملاحظہ فرما لیا کہ یہ شبہات محض غلط تاویل کی بنا پر پیدا ہوئے۔تسلی کے لیے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان مبارک سنیے:سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''جو کوئی یہ خیال کرے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی کتاب میں سے کچھ چھپا لیا ہے تو اس نے اللہ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا (کیونکہ) اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے: (متفق علیہ)

ترجمہ: ''یعنی اے رسول (ﷺ) پہنچا دے جو اترا آپ پر تیرے رب کی طرف سے اور اگر ایسا نہ کیا تو تو نے رسالت کا حق ادا نہ کیا''۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان)

اِسی لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر تمام لوگوں سے یہ عہد لیا تھا کہ کیا میں نے تم تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا تو سب نے یک زبان ہو کر عرض کیا آپ نے حق ادا کر دیا۔

(6)۔ باطنی کیفیات کی عبادات میں اشکالات

باطنی کیفیات کی مختلف شکلوں: خوف وخشیت، امید، توکل، پناہ وغیرہ کی تفہیم میں اشکالات

ازالہ:

خوف وخشیت:

﴿ اَتَخۡشَوۡنَهُمۡ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنۡ تَخۡشَوۡهُ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴾ (سورہ توبہ، آیت:13)

''کیا تم ان (کافروں) سے ڈرتے ہو؟ اگر تم مومن ہو تو اللہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔''

توکل: ﴿وَ عَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوۡۤا اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ﴾ (سورۃ المائدہ، آیت:23)

''اور اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرو اگر تم صحیح معنوں میں مومن ہو۔''

پناہ: ﴿قُلۡ مَنۡۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوۡتُ كُلِّ شَىۡءٍ وَّهُوَ يُجِيۡرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيۡهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ﴾

(سورۃ المومنون آیت:88)

''ان سے پوچھو کون ہے وہ جس کے ہاتھ اقتدار ہے ہر چیز کا اور وہ پناہ دیتا ہے اور کوئی اسکے مقابلے میں پناہ نہیں دے سکتا اگر تم جانتے ہو۔؟''

۔ان باطنی کیفیات کی بابت یہ فرق ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ انکا کون سا پہلو ممنوع ہے اور کون سا نہیں۔ان آیات کے سیاق وسباق کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو انکی وضاحت کچھ یوں بنتی ہے:

خوف و خشیت میں جس پہلو کی ممانعت کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ خدا کے دشمنوں کے خوف کی خاطر یا دیگر دنیوی فائدوں یا نقصان کے ڈر سے اللہ کے احکامات پر عمل پیرا ہونے سے گریز کیا جائے۔یا اللہ کے سوا کسی کو غیر معمولی قدرت وتصرف کا حامل سمجھتے ہوئے اس سے خوف کھایا جائے کہ وہ مجھ پر ہر طرح کا تصرف کرنے پر قادر ہے۔اسکے علاوہ بدشگونی جیسے کالی بلی کے راستہ کاٹنے کو نقصان کا باعث سمجھنا،بعض دنوں کو منحوس خیال کرنا وغیرہ شرکیہ افعال ہیں۔اسی طرح جائز اسباب اختیار کرنا **توکل** کے منافی نہیں، جائز اسباب کو استعمال کرتے ہوئے بھروسہ رب پر رکھا جائے اور جو نتیجہ بھی نکل آئے اس پر صبر شکر کیا جائے۔حقیقی کارساز خالق کو سمجھتے ہوئے اسباب کو وسیلہ وذریعہ سمجھا جائے۔اسباب پر مکمل بھروسہ نہیں ہونا چاہیئے،عقیدہ یہی ہونا چاہئے کہ اسباب بھی اسی وقت کارآمد ثابت ہوں گے جب اللہ انہیں میرے حق میں کرے گا،بصورت دیگر انسان اسباب کو خدا کی جگہ لے آئے گا جو شرک کا موجب ہوگا۔کسی کام کے ہونے کے سارے اسباب موجود ہوں، پھر بھی نہیں سوچنا چاہئے کہ وہ کام ضرور ہو جائے گا مگر یہ کہ اگر اللہ چاہے((انشاء اللہ))۔یہ بھی ذہن میں رہے کہ جائز اسباب اختیار کرنا درست ہے لیکن اگر کوئی اسباب کو کم استعمال میں لائے اور مسبب الاسباب پر زیادہ نظر رکھے تو یہ بھی مستحسن بلکہ توکل کی اعلیٰ ترین شکل ہے۔جہاں تک **پناہ** کا معاملہ ہے،انسان کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ کے مقابلے میں کائنات کی کوئی چیز اسکے لئے پناہ کا باعث نہیں بن سکتی۔اگر اللہ اسے مارنا چاہے تو کوئی اسے بچانے والا نہیں۔اگر وہ نقصان کرنا چاہے تو ساری مخلوقات مل کر بھی فائدہ نہیں کرسکتیں یعنی انسان اللہ سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔اسکی دوسری ممنوع شکل یہ ہے کہ ناجائز اسباب کے ذریعے پناہ پکڑی جائے جیسے: جادو، آسیب، جنات یا اپنی حاجات کے لئے اللہ کے سوا غائب میں مدد کیلئے کسی کو پکارنا جیسے: یا معین الدین چشتی پار لگا دے کشتی، بری بری

سرکار بری میری کھوٹی قسمت کر دے کھری، یا غوث الاعظم مدد............وغیرہ۔

(7)۔کائنات کا نظام مخلوقات کو تفویض

یہ بات بھی سنائی دیتی ہے کہ اللہ کائنات کا نظام فرشتوں، ابدال اور اقطاب وغیرہ کے حوالے کر چکا ہے۔

ازالہ: حقیقت یہ ہے کہ فرشتوں کو چلانے، قوانین طبیعہ کے قائم رہنے اور کائنات کے نظم کے برقرار رہنے میں خالق کا مسلسل عمل دخل ہے۔ اسکی توجہ اگر سیکنڈ کے کروڑویں حصے کے لئے بھی ہٹ جائے تو کائنات کا نظام درہم برہم ہو جائے۔ صرف ایک دلیل ملاحظہ کرتے ہوئے ایسے خطرناک نظریات سے تائب ہو جائیں۔

﴿اِنَّ اللّٰہَ یُمۡسِکُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ اَنۡ تَزُوۡلَا وَ لَئِنۡ زَالَتَاۤ اِنۡ اَمۡسَکَھُمَا مِنۡ اَحَدٍ مِّنۡۢ بَعۡدِہٖ اِنَّہٗ کَانَ حَلِیۡمًا غَفُوۡرًا ۝﴾ (سورہ فاطر، آیت: 41)

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ تھامے ہوئے ہے زمین و آسمان کو کہ وہ اپنی جگہ سے سرک نہ جائیں۔ اور اگر وہ سرکنے لگیں تو کوئی نہیں روک سکتا انہیں اس اکیلے اللہ کے بعد، بے شک وہ بڑا حلیم اور بخشنے والا ہے۔“

اگر فرشتے بھی کوئی امور سرانجام دے رہے ہیں تو اسکے پیچھے بھی اللہ تعالیٰ کی توجہ اور قدرت کاملہ کا مسلسل عمل دخل ہے، یہی اللہ کا اذن و امر ہے۔ جونہی اسکا عمل دخل ہٹے گا فرشتوں کی صلاحیت بھی ختم ہو جائے گی۔

اس ضمن میں پیر مہر علی شاہ صاحبؒ نے اللہ اور دیگر مخلوقات بالخصوص حضرات صحابہ کرام و اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم کے مابین تعلقات کے حوالے سے فرمایا:

”انہی مقبولان خدا کو معبود بنا لیا جائے یا مستقل یعنی بغیر اذن الٰہی انہیں تصرف کرنے والا یا تصرف میں خدا کا شریک سمجھ لیا جائے اور یہ خیال کیا جائے کہ جسطرح

دنیا کے بادشاہ اپنے نائبین کے بغیر سلطنت کا انتظام نہیں چلا سکتے۔خدا تعالیٰ بھی اپنے مقبول بندوں کے بغیر انتظام نہیں کرسکتا اور انکی بات ماننے پر مجبور ہے تو یہی محبت موجب شرک ہوگی اور ایسا محبّ مشرک اور نا قابل مغفرت ہو جائے گا۔‘‘

(پیر مہر علی شاہ صاحب، تحقیق الحق فی کلمۃ الحق، مقدمہ صفحہ۔ح، مطبوعہ: پرنٹنگ پروفیشنلز لاہور، ۲۰۰۴)

بات تو دین میں محتاط رویہ اپناتے ہوئے ہر ایک کے ساتھ اسکے مقام و منصب کے مطابق تعلقات استوار کرنے کی ہے۔خدا ،خداہے، رسول، رسول ﷺ ہے اور دیگر مخلوقات دیگر مخلوقات ہیں............ لیکن انسان حد سے تجاوز میں اس فرق کو ختم کر دیتا ہے۔

اذن الٰہی کے حوالے یہ بات پیش نظر رہے کہ دلیل وسند کوملحوظ رکھا جائے اور وہ چیزیں جنکا اذن اللہ نے کسی کو بھی نہیں دیا جیسے معبود والٰہ ہونا، عبادت کی تمام شکلیں بشمول: نماز، روزہ زکوٰۃ، حج، طواف، قربانی، نذرونیاز، دعا ومناجات........ وغیرہ، ان سے بچا جائے۔

(8)۔ جانوروں سے انسان کا تقابل

یہ خیال ذہن میں آتا ہے کہ جیسے ہُدہُد زمین کی تہوں میں دیکھتا ہے کیا انسان اس سے بھی کم تر ہے، وغیرہ؟

ازالہ: محترم بھائیو! اللہ نے جو چیز بھی تخلیق کی اس کی ضرورت کے مطابق اُسے صلاحیت دی، انسان سے جو کام لینا تھا اُس کے مطابق اسے صلاحیتیں عطا فرمائیں، اگر اِسی طرح سوچنا شروع کر دیا جائے تو بہت سارے اور سوالات بھی اُٹھیں گے جیسے: مچھر، مکھی اور چڑیا وغیرہ آزادی سے جب چاہیں فضاؤں میں اڑتے پھرتے ہیں، کیا انسان ان سے بھی کم تر ہے جو اڑ نہیں سکتا؟ گھوڑے، خچر اور گدھے بوجھ اُٹھا کر پہاڑوں پر چڑھ جاتے ہیں، کیا انسان ان سے بھی گیا گزرا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

لوگ بات تسلیم کیوں نہیں کرتے؟

غائب سے فریادرسی کے حوالے سے فرقان حمید کی روشن آیات سے مسئلہ بالکل واضح ہے لیکن اسکے باوجود بھی لوگ اس بات کو کیوں تسلیم نہیں کرتے؟ اسکی وجہ بعض بزرگوں کی طرف منسوب وہ اقوال ہیں جن میں وہ خود خدا کے سوا دیگر لوگوں سے فریادرسی کرنے کی دعوت دیتے رہے۔ جیسے میاں محمد بخش صاحبؒ کی طرف منسوب اشعار جن کے مطابق سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنے مصائب و آلام سے چھٹکارہ کے لئے پیران پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے فریادرسی کرتے رہے، حالانکہ اس وقت پیران پیرؒ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ چنانچہ میاں صاحب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی مدح میں لکھتے ہیں:

سو برساں دے موئے جوائے سکے نیر وگائے　　　کھسے روح فرشتے ہتھوں لکھے لیکھ مٹائے

غوثاں قطباں دے سر میراں قدم مبارک دھریا　　　جو دربار انہاں دے آیا خالی بھانڈا بھریا

نبیاں تے جدوکڑ آئی روح میراں داپہتا　　　مشکل حل کرائی ہر دی قرب شاہاں دا بہتا

ایک معمولی عقل والا انسان بھی یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ سابقہ انبیاء علیہم السلام اللہ کی بجائے اس غیر نبی سے مشکل کشائی کرواتے رہے جو ابھی پیدا بھی نہ ہوئے تھے..........؟ اسکے برعکس اللہ کی کتاب سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کی بابت دوٹوک الفاظ میں سچائی کچھ یوں بیان فرماتی ہے:

﴿... اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَ يَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ رَهَبًا وَ كَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ٥﴾ (سورۃ الانبیاء۔آیت:90)

''...بے شک وہ لوگ (انبیاء کرام) بھلائی کے کاموں کی طرف سبقت کرتے تھے اور اُمید اور خوف کی حالت میں ہمیں پکارتے تھے اور ہمارے لیے خشوع وخضوع اختیار کرتے تھے۔''

اسی طرح حضرت سلطان باہو صاحبؒ کی طرف منسوب درج ذیل شعر جس میں پیران پیرؒ سے

فریادرسی کی گئی ہے کو لوگ دلیل بناتے ہیں۔

سن فریاد پیراں دیا پیرا تے میری عرض سنیں کن دھر کے ہو

بیڑا میرا وچ کپراں دے جتھے مچھ وی نہ بیندے ڈردے ہو

سوچنے کی بات یہ ہے کہ جس چیز کو حضور ﷺ عبادت قرار دے رہے ہیں، اورمشرک بھی ایسے حالات میں اپنے معبودوں کو بھول کر صرف خدائے واحد سے فریادرسی کرتے تھے۔اسی چیز کا جواز دیگر لوگوں سے مل رہا تو خدا ورسول ﷺ کی بات کو تسلیم کیا جائے گا یا لوگوں کی طرف منسوب بات کو؟ حالانکہ ہو سکتا ہے ایسی باتیں ان بزرگوں نے نہ کہیں ہوں بلکہ لوگوں نے انکی طرف منسوب کردی ہوں۔یہی وہ مقام ہے جہاں سے انسان کے ایمان کی پرکھ ہوتی ہے کہ وہ خدا ورسول ﷺ کو فوقیت دیتا ہے یا ان پر لوگوں کو ترجیح دیتے ہوئے شرک کا ارتکاب کرتا ہے؟ یہی چیز سابقہ اقوام کی بربادی کی وجہ بنی۔اسی ضمن میں غیر اللہ کو پکارنے پر اللہ رب العالمین کی شدید ترین گرفت کے باوجود اور خود شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی ایسی چیزوں سے شدید نفرت کے باوجو عین شرکیہ ﴿نماز غوثیہ﴾ آپ رحمہ اللہ کی طرف منسوب کردی گئی ہے۔ملاحظہ فرمائیں:

حاجت پوری ہونے کے لیے صلوٰۃ الاسرار بھی نہایت مؤثر ہے..... اِسے نمازِ غوثیہ بھی کہتے ہیں...... اِس کی ترکیب یہ ہے کہ بعد نمازِ مغرب سنتیں پڑھ کر دو رکعت نفل پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ الحمد کے بعد ہر رکعت میں گیارہ بار قل ھو اللہ احد پڑھے، سلام کے بعد اللّٰہ کی حمد و ثنا کرے، پھر نبی ﷺ پر گیارہ مرتبہ درود و سلام عرض کرے...... پھر عراق کی جانب گیارہ قدم چلے اور ہر قدم پر کہے:

﴿یا غوث الثقلین و یا کریم الطرفین اغثنی و امددنی فی قضاء حاجتی یا قاضی الحاجات﴾ (بہارِ شریعت، حصہ چہارم، صفحہ 263)

''اے جنوں اور انسانوں کے فریادرس اور اے ماں باپ کی طرف سے بزرگ میری

فریاد کو پہنچیے اور میری حاجت میں میری مدد کیجیے اے حاجتوں کے پورا کرنے والے....''

جبکہ اللہ نے اولیاء اور بزرگانِ دین وغیرہ کو پکارنے والوں کا انجام بھی ذکر فرمادیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَهٗۤ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ o وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِیْنَ o﴾ (سورہ احقاف: ایت 6)

''اور اُس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا؟ جو اللہ کو چھوڑ کر ایسوں کو (دُعا کے لیے) پکارتا ہے جو قیامت تک اُس کی پکار نہ سُن سکیں بلکہ اُس کے پکارنے سے بے خبر ہوں اور جب (قیامت میں) لوگوں کو جمع کیا جائے تو وہ ہستیاں اُس کی دشمن ہو جائیں اور اُس کی پکار سے صاف انکار کر جائیں۔''

امت میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بہت بلند مرتبہ ہے، اگر اللہ کے علاوہ کسی کی نماز ہوتی تو صحابہ اکرام اپنی حاجات اور مشکلات سے نجات کے لئے نماز صدیقی ضرور پڑھتے لیکن ان عظیم بندگان خدا نے اللہ ورسول ﷺ کی پیروی کو ہی نجات کا ذریعہ سمجھا اور یہی اس بات کی علامت ہے کہ انھیں سب سے بڑھ کر اللہ ورسول ﷺ سے محبت تھی۔

<u>واقعات کو دلیل بنانا:</u> اسی طرح بے شمار واقعات کتابوں میں لکھے گئے ہیں جن کے مطابق لوگ اللہ کے سوا دوسرے لوگوں کو زندگی بھر پکارتے رہے اور ان کے مسائل حل ہوتے رہے۔ اللہ نے ہمیں قرآن وسنت کے حوالے کیا ہے نہ کہ واقعات کے۔ اس طرح کے واقعات مسلمانوں کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ تقریباً ہر مذہب کے لوگوں کے ساتھ پیش آتے ہیں جن میں عیسائی، ہندو اور سکھ سرفہرست ہیں۔ جس کام سے اللہ ورسول ﷺ نے منع فرمادیا ہے اس میں کروڑوں فائدے کیوں نہ ہوں۔ اس پر کان نہیں دھرنے چاہئیں چاہے کوئی فضاؤں میں اڑ کر دکھلا دے۔

شرک کے مرض میں مبتلا لوگوں کی اقسام

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے شرک میں مبتلا لوگوں کی بنیادی طور پر دو اقسام بیان کی ہیں تا کہ جو بچنا چاہتے ہیں وہ مرض کو پہچان کر اس سے چھٹکارے کی فکر کر سکیں۔

نمبر۔ ۱: کچھ تو ایسے ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی کو یکسر فراموش کر دیا ہوا ہے، وہ دن رات شرکاء ہی کی پرستش اور ان کو راضی رکھنے میں مشغول رہتے ہیں۔ انہی سے مرادیں مانگتے ہیں اور باری تعالیٰ کی طرف کبھی متوجہ نہیں ہوتے گو عقلی طور پر یہ جانتے ہیں کہ ممکنات کا سلسلہ وجود آخر کار ذات اقدس پر ختم ہوتا ہے اور وہ سب کائنات کی ایجاد اور تخلیق کا علت العلل (The first cause) ہے۔"

نمبر۔ ۲: بعض کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ حقیقی مولا اور مدبر عالم اللہ تعالیٰ ہے لیکن اس نے اپنے بندوں کو تصرف عنایت فرمایا ہے اور دوسروں کے حق میں ان کی شفاعت کو رد نہیں فرماتا۔ بالفاظ دیگر اسکے معنی یہ ہیں کہ اس نے ان کو خلعت الوہیت سے سرفراز فرمایا ہے۔ اسکی مثال وہ یہ بتاتے ہیں کہ جس طرح ایک شہنشاہ کے ماتحت متعدد بادشاہ ہوتے ہیں اور ہر ایک صوبہ میں اسکی طرف سے ایک حاکم مقرر ہوتا ہے جس کو اندرون ملک میں ہر قسم کے تصرف کرنے کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ شہنشاہ اعظم بذات خود فقط بعض اہم معاملات میں تصرف کرتا ہے۔ ان بزرگوں کو یہ لوگ عبد کہتے ہوئے ان کی کسر شان سمجھتے ہیں......... چنانچہ اپنے بچوں کا نام عبد المسیح، عبد لعزیٰ؛ عبد الرسول اور عبد الحسین وغیرہ رکھتے ہیں۔ اکثر یہود اور نصاریٰ اور عامہ مشرکین اور اس امت مرحومہ کے بعض غالی (حد سے تجاوز کرنے والے) منافقین اسی لاعلاج مرض میں مبتلا ہیں" (حجۃ اللہ البالغہ: حصہ اول)

"وہ بزرگوں کو عبد کہتے ہوئے ان کی کسر شان سمجھتے ہیں" اسے ہمارے رب نے ہماری اصلاح کے لئے اپنی کتاب میں یوں ذکر فرمایا:

﴿لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَ لَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ وَ

مَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ يَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا﴾

"مسیح کو اللہ کا بندہ ہونے میں ہرگز کوئی عار نہ ہوگا اور نہ مقرب فرشتے (اس میں کوئی عار محسوس کرتے ہیں) اور جسے عار ہو اسکی بندگی سے اور جو تکبر کرے تو اللہ تعالیٰ ان سب کو اکٹھا اپنی طرف جمع کرے گا" (سورۃ النساء:172)

سبحان اللہ! قرآن نے شیطان کی ہر چال کو کتنا واضح کر دیا ہے۔لیکن کوئی خوش نصیب ہی ان حقائق کو تسلیم کرے گا۔مذکورہ احتیاط پر شیطان بزرگوں کی ناقدری باور کرائے گا لیکن اللہ کی ناقدری کی پروا نہیں کرنے دے گا۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ افراط و تفریط سے بچتے ہوئے شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے ہر ایک کی اسکے مقام کے حساب سے عزت و توقیر ضروری چیز ہے لیکن جس بات کا اوپر ذکر کیا گیا ہے یہی چیز رفتہ رفتہ انسان کو اس حد تک لے جاتی ہے کہ وہ اپنے بزرگوں کو انسانیت سے بھی بالاتر سمجھنا شروع کر دیتا ہے۔یہی چیز توحید سے دوری اور شرک کے ارتکاب کا سبب بن جاتی ہے۔

آخری نصیحت

دنیا کی اس زندگی میں آپ آزاد ہیں، چاہیں تو اللہ ورسول ﷺ کی بات کو ترجیح دیں یا اپنی اپنی پسندیدہ شخصیات کو۔لیکن یہ یاد رکھیے گا کہ ایک دن آپ نے اللہ کے سامنے اکیلے پیش ہونا ہے۔وہاں یہ رشتے ناطے ٹوٹ جائیں گے اور جن کی خاطر حق کو جھٹلایا تھا ان میں سے کوئی بھی کام نہ آئے گا اس کی پیشگی خبر پروردگار نے یوں دی۔

﴿اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَ رَاَوُا الْعَذَابَ وَ تَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ٥ وَ قَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ وَ مَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ﴾

(سورہ البقرہ۔آیت۔167-166)

"جب فرمانبرداری کرنے والے لوگ اپنے فرمانبرداروں سے بیزار ہوں گے، عذاب سامنے دکھائی دے رہا ہوگا اور آپس کے تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔ فرمانبردار کہیں گے کہ ہائے افسوس؛ اگر ایک بار ہمیں دنیا میں جانے دیا جائے تو ہم ان لوگوں سے یوں ہی بیزار ہوں گے جس طرح یہ آج ہم سے بیزار ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ان کو ان کے کرتوت دکھائے گا اور ان کے دلوں میں حسرت رہے گی اور وہ آگ سے کسی طور پر نکل نہ سکیں گے"

دعوت توحید قبول نہ کرنے پر: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دوٹوک الفاظ میں اپنی امت کے وہ لوگ جو دعوت توحید قبول نہ کریں انکی بابت فیصلہ سنانے کا حکم فرمایا:

﴿فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ۝ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ﴾ (حم سجدہ،آیت:14-13)

"پھر اگر وہ منہ موڑ لیں تو فرما دیجئے کہ میں نے تمھیں ایک ایسی کڑک سے خبردار کر دیا ہے جو عاد اور ثمود کی کڑک جیسی ہوگی۔ جب ان کے پاس انکے رسول انکے سامنے سے اور انکے پیچھے سے آئے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو۔"

پروردگار کا خوفناک فیصلہ: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے متعلق خوفناک فیصلہ کر دیا ہے کہ جو اسکی آیات کو تسلیم نہیں کرے گا اسے آگ میں بند کر دیا جائے گا:

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ۝﴾

(سورۃ البلد:20-19)

"اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو نہ مانا وہ بد بخت ہیں۔ یہ لوگ آگ میں بند کر دیئے جائیں گے۔"

کیا آپکو آپکا مکتب فکر اپنی ذات سے بھی زیادہ عزیز ہے کہ اسکی خاطر آیات الٰہی سے اعراض کریں۔؟

اتحاد امہ

مسلمانوں کے موجودہ اختلافات کو دیکھا جائے تو انکے باہمی اتحاد کی یہی صورت نکلتی ہے کہ وہ اس بات پر متحد ہو جائیں جو ان سب میں مشترک (Common) ہے، جیسا کہ خالق نے فرمایا:

﴿ قُلۡ یٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ تَعَالَوۡا اِلٰی كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَیۡنَنَا وَ بَیۡنَكُمۡ اَلَّا نَعۡبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشۡرِكَ بِهٖ شَیۡـًٔا وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعۡضُنَا بَعۡضًا اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُوۡلُوا اشۡهَدُوۡا بِاَنَّا مُسۡلِمُوۡنَ ۝﴾ (سورہ آل عمران، آیت:64)

''فرما دیجئے اے اہل کتاب آؤ اس ایک کلمے کی طرف جو ہمارے اور تمھارے مابین مشترک ہے وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی بھی شے کو اسکے ساتھ شریک نہ ٹھرائیں اور نہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے کو ہی رب بنائیں ۔پس اگر وہ منہ پھیر لیں تو فرما دیجئے کہ گواہ رہو ہم تو مسلمان ہیں''

آج ہم سب مسلمانوں کے مابین مشترک بات کلمہ طیبہ ہے۔اگر ہم کلمے کے مفہوم کو اچھی طرح سمجھ کر صدق دل سے اسے تسلیم کرنے پر آمادہ ہو جائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم ایک نہ ہو سکیں۔توحید کو دین کی اساس نہ بنانا ہی درحقیقت فرقہ واریت ہے۔یہ کلمہ ہم سے یہی تقاضا کرتا ہے کہ: ہم اللہ اور اسکے رسول ﷺ کو عملاً سب سے بڑا تسلیم کرلیں، توحید و رسالت کو دین کی اساس بنالیں۔تعلیمات وحی کو سمجھنا اور اس پر عمل پیرا ہونا اولین فریضہ بنالیں، انشاءاللہ ہم ایک ہو جائیں گے۔

صراطِ مستقیم

الحمدللہ یہ بات بھی بالکل واضح ہوگئی کہ خالص توحید کو خوشی سے اپنا لینا اور شرک کی جملہ اشکال سے اپنا دامن بچا لینا ہی سچا دین ہے۔اس راستے کو اپنا لینا ہی ملت ابرہیمی میں داخل ہونا ہے، یہی فرقہ واریت سے بچنا ہے، اور یہی صراط مستقیم ہے۔یہی وہ راستہ ہے جسے پیغمبروں علیہم السلام نے اپنایا اور اسی کی دعوت دی اور

اسی راستے کو اپنا کر انسان اللہ کے ہاں انعام یافتہ قرار پاتا ہے۔ اگر توحید نہیں تو پھر کچھ بھی نہیں، ڈھیروں اعمال بھی راکھ بن جائیں گے کیونکہ توحید ہی وہ شجرہ طیبہ ہے جس نے سارے اسلام کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ اس راستے پر چلنے کے لئے قرآن مجید کو معیار بناتے ہوئے رسالت کے اقرار اور پیارے رسول ﷺ کی حقیقی پیروی انتہائی ضروری ہے۔ اس بنیاد کے حاصل ہو جانے کے بعد دیگر چیزیں جن پر عمل کرنا لازم آتا ہے وہ اخلاقیات و معاملات اور عبادات ہیں۔ اس ضمن میں اہل تشیع مکتب فکر کے نامور محقق جناب ثاقب اکبر صاحب نے نہایت خوبصورت انداز میں اپنے خیالات کی ترجمانی کی ہے، آپ لکھتے ہیں:

''انبیاء الٰہی کی تعلیمات کا نچوڑ توحید اور قیامت کا عقیدہ ہے۔ ان کی تمام تر تعلیمات انہی دو عقائد کے اردگرد گھومتی ہیں۔ ان کی بازگشت بہرحال انہی عقائد کی طرف ہوتی ہے۔ ان کی ساری کوشش اسی پر منتہی ہوتی تھی کہ لوگ اللہ کو مانیں اور اسے واحد لاشریک مانیں اور پھر ایک روز اپنے اعمال کی سزا و جزا کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہیں۔ ان دونوں عقائد میں سے عقیدہ معاد و قیامت بھی دراصل عقیدہ مبدا اور توحید میں پنہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صحیح شناخت اور معرفت کے ضمن میں ہر درست عقیدہ اور ہر سچائی آجاتی ہے۔ اس حوالے سے پیغمبر اکرم ﷺ کا یہ مشہور فرمان ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں:

((قولوا لا اله الا الله تفلحوا)). (یعنی لا الہ الا اللہ کہو اور فلاح پاؤ)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ'' لا الہ الا اللہ'' جو بظاہر چھوٹا سا کلمہ ہے فلاح دارین کا دارومدار اسی پر ہے۔ دوسرے لفظوں میں انبیاء الٰہی کی تعلیم کا ماحصل درست معرفت الٰہی ہے۔

(عقیدۂ توحید کے معاشرتی اثرات، ص۔۱)

باب ۱۵

خلاصہ۔نکات

آخر میں اہم چیزوں کا خلاصہ نکات کی صورت میں پیش خدمت ہے جس کی وضاحت تحریر میں موجود ہے۔

توحید کی اقسام

توحید کے حوالے سے قرآن وسنت میں درج ذیل بنیادی شکلوں کا بیان آیا ہے۔

(1) توحید ذات (2) توحید ربوبیت (3) توحید الوہیت (انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا محور) (4) توحید اسماء وصفات

دین کی اولین بنیاد ہونے کی وجوہات

(۱)۔کائنات سمیت ہمارا وجود خالق کی عنایت، (۲)۔کائنات قائم ودائم بھی خدائے واحد کے حکم سے، (۳)۔توحید آوازِ فطرت، (۴)۔توحید ہی امن وسلامتی کی ضامن!، (۵)۔اخلاص کی دولت سے محرومی، (۶)۔عقیدہ آخرت توحید کا ثمرہ، (۷)۔اتحاد امۃ

توحید کے یقینی نتائج وثمرات

(1)۔کمر توڑ دنیوی صدمات میں عظیم سہارہ وحوصلہ / غلامی سے نجات

(2)۔ایمان وعمل کی مظبوطی کی فولادی قوت اور قرب الٰہی کی بہاریں

(3)۔یکسوئی (حنیفا) والی زندگی: ایک انسان کروڑوں پر بھاری

(4)۔منعم حقیقی کی شکر گزاری

(5)۔عظیم لافانی اخروی فلاح کی نوید

یہی دنیا و آخرت کی سب سے بڑی بلکہ کل متاع ہے۔ان عظیم ثمرات کو پانے کیلئے شرک سے دامن بچانے اور پختہ توحید کو اپنانے کا امتحان پاس کرنا ہے،جس کا مطلب ہے:

(۱)۔اللہ کے سوا کسی کو معبود کی صفات کا حامل ٹھرانے سے بچنا

(۲)۔اللہ پر توکل وتفویض اختیار کرنا

(۳)۔اللہ کے کارساز ہونے کا صحیح تصور ہونا

(۴)۔ہمہ تن اسکی یاد اور بندگی اختیار کرنا

(۵)۔اللہ سے شدید محبت وابستگی ہونا

توحید سے دوری کی ابلیسی چالیں

(1)۔ غیر سنجیدگی۔شدید ترین قرآنی تنبیجات کو ہلکا جاننا

(2)۔ توحید وشرک کی اصطلاحات کو لوگوں کی نظروں میں بُرا بنانا

(3)۔ کلمہ گو شرک کا ارتکاب کر ہی نہیں سکتا اسلئے فکر کی ضرورت نہیں

(4)۔ خالق پس پشت جبکہ مخلوق میں گم ہو جانا

(5)۔ خوش فہمیاں۔اصل کو نظر انداز کر دینا جبکہ جواز کو اصل بنالینا

(6)۔ بخشش اور رحمت الٰہی کی بے جا امید

(7)۔ فہم قرآن سے دوری۔بغیر سمجھے رسمی تلاوت پر اکتفا

توحید ربوبیت

(۱)۔خالق یعنی ہر شے کو پیدا کرنے والا اللہ کے سوا اور کوئی نہیں،(۲)۔حقیقی مالک صرف اللہ ہی ہے باقی سب کی ملکیتیں اسکی عطا کردہ اور عارضی ہیں،(۳)۔حقیقی رازق صرف وہی ہے، باقی سب عارضی طور پر رزق کی تقسیم کرنے والے ہیں۔(۴)۔ماتحت الاسباب میں اپنے اپنے دائرہ کار میں ہر کوئی مدبر ہوسکتا ہے لیکن مدبر کائنات اللہ کے سوا اور کوئی نہیں۔(۴)۔مشرکین مکہ توحید ربوبیت کے تو قائل تھے لیکن الوہیت میں شرک کرتے تھے۔(۵)۔موجودہ دور میں منکرین خدا(Atheist) نے توحید ربوبیت کا انکار کیا ہے۔(۶)۔فی زمانہ مسلمانوں میں سے بھی بعض نے حد سے تجاوز کی بنا پر توحید ربوبیت میں شراکت کی ہے۔

الہٰ کی صفات

(۱)۔خالق (ہر شے کو امر کن سے تخلیق کرنے والا، زندہ سے مردہ اور مردہ سے زندہ کو نکالنے والا، زندگی عطا کرنے والا، موت دینے والا اور موت کے بعد زندگی کا دوبارہ سے اعادہ کرنے والا)۔

(۲)۔عالم الغیب (ما کان وما یکون: یعنی جو کچھ تھا اور جو کچھ ہونا تھا، کائنات کی ہر غیب اور پوشیدہ اشیاء کا تفصیلی و کلی علم رکھنے والا)۔ جو ہر مخلوق (انسان، حیوانات و جمادات.....) کے ہر قسم کے حالات سے مکمل آگاہ ہو۔

(۳)۔مختار کل: ساری کائنات کا مالک و مختار، ہر شے پر تصرف و اختیار اور کامل قدرت رکھنے ہر قسم کے حالات کو تبدیل کرنے والا صرف اور صرف اللہ ہے اسکے سوا کوئی اور نہیں۔ کسی بھی معاملے میں اس پر کسی کی کوئی زور زبردستی نہیں چل سکتی۔

اسکے علاوہ دیگر صفات:

(۴)۔مالکِ حقیقی، رازقِ حقیقی، (۵)۔مدبر کائنات (کائنات کے تمام امور کی تدبیر فرمانے والا)، (۶)۔ازلی ابدی (خود سے زندہ، ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، اسے کبھی موت نہیں آئے گی)، (۷)۔نہ نیند نہ اونگھ، نہ تکھن نہ تھکاوٹ، نہ کھانے پینے کی حاجت۔

سبحان اللہ! ایسی عظیم صفات کی حامل ہستی واقعتاً 'معبود' ہونے کے لائق ہے۔ انسان کی عظمت اور خوش بختی ہے کہ ایسی عظیم ہستی کے سامنے سجدہ ریز ہو جائے۔

کارساز سے مراد

(۱)۔حرف آخر صرف اللہ کو سمجھنا اس سے اوپر کوئی اور نہیں۔ وہ اگر کسی کو کوئی نقصان دینا چاہے تو کوئی اس نقصان سے بچا نہیں سکتا۔ اور اگر وہ کسی کو کوئی فائدہ دینا چاہے تو کوئی اس فائدے کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتا۔

(۲)۔دنیوی خطرات اور اندیشوں کی بنا پر دین پر عمل پیرا ہونے، اللہ کے حکم کی بجا آوری سے گریز کرنا نفس و شیطان کو کارساز بنانا تصور ہو گا۔

(۳)۔اللہ کو حقیقی کارساز سمجھتے ہوئے صرف جائز اسباب (اسباب کے تحت حقیقی کارساز اللہ کو سمجھتے ہوئے مستفید ہونا) تک محدود رہنا۔ فائدے و نقصان کی خاطر ناجائز اسباب (شرکیہ تعویزات، دم جھاڑ، منکے، پٹے، بلا اسباب غائب سے پکار، اہل قبور سے فریاد رسی) کی طرف جانا نفس و شیطان کو کارساز بنانا قرار پائے گا۔

"نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کے ہاتھ میں تانبے کا چھلہ دیکھا تو فرمایا: یہ کیا ہے؟ آدمی نے جواب دیا ریاح (بیماری) کی وجہ سے پہن رکھا ہے آپ ﷺ نے فرمایا اسے نکال دو کیونکہ یہ بیماری کو زیادہ ہی کرے گا اور اگر تم اس حال میں مر گئے کہ یہ تمہارے جسم پر باقی رہا تو کبھی کامیاب نہ ہو گے۔ (مسند احمد 445/4: امام حاکم اور ذہبی دونوں نے صحیح کہا)

مزید یہ کہ:

جائز اسباب سے مستفید ہوتے ہوئے بہت حریص ہو جانا، لوگوں سے بار بار سوال کرنا، لوگوں کے پیچھے پڑ جانا توکل کے منافی ہے۔ تین دفعہ سے زیادہ سوال کرنے سے بچیں انشاء اللہ، پروردگار کوئی سبیل پیدا کر دے گا۔

(۴)۔ قانون وقاعدے کے تحت عزت وقار کو قائم رکھتے ہوئے لوگوں کی طرف جھکاؤ، ان کی عزت انکا احترام درست ہے لیکن لوگوں کے سامنے حد درجہ ذلت وپستی اور خشوع اختیار کرنا۔ ان کے روبرو اپنے آپ کو ذلیل کر لینا ان کے سامنے جھک جانا...... انہیں کارساز بنانا قرار پائے گا۔

(۵)۔ مافوق امور پر مخلوق کو قابض جاننا مخلوق کو اللہ کی قدرتوں کا حامل ٹھرانا کہ جس طرح ماتحت امور مخلوق کے اختیار میں دیئے گئے ہیں جیسے چاہیں انسان اس میں دسترس کرے اسی طرح مافوق امور (معجزہ کرامت، بلا اسباب غائب سے فریاد رسی، اہل قبور سے مشکل کشائی وغیرہ) پر مخلوق کو قابض جاننا...... مخلوق کو الٰہ اور کارساز بنانا ہوگا، دیکھئے:

(سورہ نمل۔ آیت:62)، (البقرہ: ۱۸۶)، (سورۃ الاعراف:39-37)، (سورہ بنی اسرائیل: 7-56)، (سورہ مریم۔ آیت: 48)، (سورہ لقمٰن: 32)۔ (سورۃ الانعام۔ آیت:،58، 37)، (سورہ احقاف۔ آیت:6)

عبادت کی بنیادی شکلیں

(۱)۔ نماز، (۲)۔ روزہ، (۳)۔ زکوٰۃ، (۴)۔ حج، طواف (۵)۔ قربانی، (۶)۔ نذرونیاز، (۷)۔ پکارنا یعنی دعا (بغیر اسباب)، (۸)۔ نفس پرستی، دنیا پرستی یعنی حلال وحرام کی تمیز کو کھو دینا۔

<u>بنیادی قاعدہ:</u> دین پر قائم رہتے ہوئے حالات کی رو میں جہالت سے کبھی کبھار اللہ کی حکم عدولی ہو جانا گناہ کہلاتا جبکہ نافرمانی پر قائم ہو جانا، گناہ کو اختیار کر لینا اور اس پر نادم بھی نہ ہونا نفس اور شیطان کی عبادت کرنا ہے جیسا کہ فرمایا:

﴿اَفَرَءَيۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰهُ﴾ (سورہ جاثیہ، آیت: 23)

''کیا تو نے دیکھا اس شخص کو جس نے اپنی خواہش نفس کو معبود بنا رکھا ہے۔''

مبارک ہو!

اگر آپ کو اللہ نے یہ تحریر پڑھنے کی توفیق سے نواز دیا ہے اور قرآن کی یہ تعلیمات آپ کی سمجھ میں آ گئی ہیں تو آپکو مبارک ہو آپ یقیناً سلیم الفطرت ہیں۔ اس تحریر کے سمجھ آنے پر آپ یقیناً اللہ کے شکر گزار ہوں گے جس نے موت سے قبل آپ پر ہدایت کھول دی۔ اب آپ کا فرض بنتا ہے کہ یہ روشنی اپنے دوسرے ساتھیوں تک پہنچانے کی بھرپور کاوش کریں۔ دیگر انبیاء علیہم السلام اور بالخصوص حضرت یوسف علیہ السلام کی سنت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے جہاں بھی موقع ملے دیگر موضوعات کے ساتھ ساتھ توحید و شرک کی بات ضرور کی جائے۔

اور اگر خدانخواستہ آپکو اس تحریر سے ناگواری ہوئی ہے تو پھر فکر کرنے کی ضرورت ہے کہ کہیں آپ ظالم شیطان کے فریب میں تو مبتلا نہیں۔!

وہ خوش نصیب جنہیں بات سمجھ آ گئی ہے، انہیں اس بات پر فخر کرنا چاہئے کہ کائنات کی سب سے عظیم دولت یعنی 'توحید' آپ میں راسخ ہو گئی ہے۔ اور توحید کے ساتھ ساتھ رسالت اور آخرت کا صحیح تصور اجاگر ہو گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو اصلاح و ہدایت اور اتحاد و یکجہتی کی توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین)

فیصلہ آپکے ہاتھ!

الحمد لله! جو حقیقت تھی تعلیمات وحی سے کھول کر بیان کر دی گئی ہے، چاہے تو قرآن مجید کی بنیاد پر اللہ ورسول ﷺ کی بات تسلیم کرلیں یا بلا دلیل اپنے اپنے پسندیدہ بزرگان دین کو حجت بنالیں؟

جو چاہے اس راہ کو اپنا لے! اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے اعلان فرمایا:

﴿ قُلۡ مَاۤ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ اِلَّا مَنۡ شَآءَ اَنۡ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيۡلًا ۝

﴿(سورۃ الفرقان، آیت:57)

’’فرما دیجئے کہ میں تم سے (اس دعوت پر) کوئی صلہ نہیں مانگتا سوائے اسکے کہ جسکا جی چاہے وہ اپنے رب کا راستہ اختیار کرلے۔‘‘

کاش ہم بھی لوگوں کو اپنے اپنے گروہوں کی طرف بلانے کی بجائے اللہ کی راہ کی طرف بلائیں۔

اس تحریر میں اگر کوئی کمی بیشی ہوئی ہوتو، اُسے اللہ اپنے کمال فضل سے معاف فرمائے اور جن بھائیوں نے تعاون فرمایا اُن کے علم وعمل اور درجات میں اضافہ فرمائے۔اس کاوش کا بہترین اجر میرے پیارے والدین بالخصوص پیاری والدہ محترمہ مرحومہ کو عطا فرمائے اور انکی بخشش اور درجات کی بلندی کا سبب بنائے۔(آمین)

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَ مَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْ لَآ اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ لَقَدْ جَآءَ تْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ﴾

’’اللہ جل جلالہ کی حمد ہے جس نے ہمیں اِس کی ہدایت دی اگر اللہ جل جلالہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے بیشک ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ آئے ہیں۔‘‘

((وما توفیقی الاّ باللّٰہ))

قرآنی احکامات کے متعلق ایک بڑی غلط فہمی

درج ذیل روایت سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ کفار و مشرکین کے حق میں نازل ہونے والی آیات مسلمانوں کی ہدایت کے لئے پیش نہیں کی جاسکتیں، روایت یہ ہے:

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ خارجیوں کو اللہ جل جلالہ کی بدترین مخلوق جانتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ لوگ جو آیات کفار کے حق میں نازل ہوئیں ان کو وہ مومنوں پر چسپاں کردیتے ہیں۔'' (صحیح بخاری ''کتاب استتابۃ المرتدین'')

اس روایت سے یہ نتیجہ نکالنا کہ کفار کے حق میں نازل ہونے والی آیات مسلمانوں کیلئے بطور تنبیہ و اصلاح بنیاد نہیں بنائی جاسکتیں بہت بڑی ہلاکت اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاک کرنا ہے۔ حقیقت سے آگاہی کیلئے تفصیل پیش خدمت ہے:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے خارجیوں کو بُرا جاننے کی وجہ یہ تھی کہ وہ آیات میں کفار و مشرکین کی جگہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مراد لیتے اور قرآن مجید کی غلط تاویل کرتے جیسے:

(i) گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر کہتے۔

(ii) حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کافر کہتے (نعوذ باللہ) کہ اُنھوں نے ایک دوسرے کے خلاف تلوار اُٹھائی۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایمان و عمل ہماری طرح تو نہیں تھا کہ کلمے کا بھی اقرار ہے اور ساتھ ساتھ جھوٹ، ملاوٹ، بدعہدی، بددیانتی، خیانت، شرک، بدعات سمیت ساری برائیوں پر بھی کارآمد ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں چونکہ یہ خرابیاں نہیں تھیں تو کفار کے حق میں نازل ہونے والی آیات جن میں کافروں کی خرابیوں کی نشاندہی کی جائے ان آیات کو صحابہؓ پر لگانا درست نہیں۔ لیکن کلمے کے باوجود ہمارے اندر کافروں والی ساری خرابیاں: شرک، بدعات، جھوٹ، ملاوٹ، بدعہدی، بددیانتی، بے حیائی........ موجود ہوں اور بطور اصلاح آیات پیش کئے جانے پر خارجیوں کے نقش قدم پر چلنا قرار دے کر بدترین مخلوق قرار دینا شیطانی دھوکے کے سوا کچھ نہیں۔ یعنی اگر کسی کو ناپ تول میں کمی

سے باز کرنے کیلئے (ویل المطففین)۔یعنی ''ہلاکت ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کیلئے''... سنانے والا بدترین ہوگا یا جو ان خرابیوں پر اصلاح نہ کرے وہ قابل ملامت ہوگا۔؟اسی طرح قرآن نے جھوٹوں پر لعنت کی ہے۔اب اگر کوئی کلمہ گو ظلم و ناانصافی پر کاربند ہوتو اسکی اصلاح کیلئے ظلم پر قرآن سے وعید (الالعنة الله علیٰ الظالمین ۔سن رکھو! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے) اسی طرح جھوٹوں پر لعنت کی وعید....... سنانے والا کیا بدترین مخلوق ہوگا......؟اسی طرح شرک سمیت دیگر بے شمار خرابیوں میں ملوث مسلمانوں کو ہلاکت کی دلدل سے نکالنے کیلئے قرآن سے اصلاح کرنے والے کیا بدترین مخلوق ہوں گے.........؟ شیطان کے ان طاقتور دھوکوں میں آ کر حقیقت سے دور رہنے والے بدنصیبوں کو تو موت کے وقت ہی سمجھ آئے گی۔اس وقت وہ روئیں گے چلائیں گے کہ کاش انہیں کوئی متنبہ کر دیتا...........!

قرآن مجید میں کفار میں پائی جانے والی برائیوں کو واضح کیا گیا ہے تاکہ جو اپنی اصلاح کرنا چاہے وہ کر سکے۔نجاست نجاست ہی رہے گی خواہ کسی ٹھیکرے میں ہو یا ریشم میں لپیٹ دی جائے۔جن عقائد وافعال (شرک، بدعات، جھوٹ، خیانت، بدعہدی، ملاوٹ، دھوکہ دہی، ظلم، قتل و غارت، جادو..........) پر عمل پیرا ہونے کی بنا پر کفار کے لئے سخت وعیدیں نازل ہوئی ہیں وہی کام اگر کلمے کے اقرار کے ساتھ کیا جائے (جو کہ کیا جارہا ہے) تو کیا ہم مجرم قرار نہ پائیں گے.....؟ بطور اصلاح ہمیں ان غلط کاموں پر تنبیہات پر مبنی آیات سے عبرت پکڑنی چاہئے یا یہ کہہ کر ان آیات سے چشم پوشی کرنی چاہئے کہ یہ تو کافروں کیلئے ہیں۔؟ یوں تو قرآن کا تھوڑا سا حصہ ہمارے لئے رہ جائے گا کیونکہ زیادہ تر حصہ کفار و مشرکین کے حق میں ہی نازل ہوا ہے تاکہ انکی خرابیوں کو واضح کر کے اہل ایمان کو بچایا جا سکے۔اسی لئے قرآن پاک کا خطاب کفار مکہ کے ساتھ ساتھ پوری نسل انسانی کے لیے قیامت تک کے لیے ہے،جس کی صداقت پروردگار نے خود یوں فرمائی:

☆ ﴿ تَبٰرَکَ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰی عَبۡدِہٖ لِیَکُوۡنَ لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرَا ﴾

(سورۃ الفرقان،آیت:1)

''نہایت ہی بابرکت ہے وہ اللہ جس نے یہ فرقان (حق اور باطل میں فرق کرنے والا مجموعہ) اپنے بندے پر اتارا تاکہ سارے جہان والوں کے لیے خبردار کردینے والا ہو''

☆ ﴿ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾ (سورہ التکویر، آیت:27)

''یہ (قرآن) تو تمام جہاں والوں کے لیے نصیحت نامہ ہے''

☆ اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کا واقعہ قرآن مجید میں بیان کرنے کے بعد اسے بیان کرنے کا مقصد بھی بیان فرمادیا تاکہ جو کوئی بھی اسے سنے وہ اس پر غور فکر کر کے اپنی اصلاح کرے، ارشاد ہوا:

﴿فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ (سورۃ الاعراف، آیت:176)

''سو اسکی مثال ہوگئی مانند کتے کی، اگر بوجھ لادو اس پر تب بھی زبان لٹکائے اور چھوڑ دو اسے تب بھی زبان لٹکائے۔ یہی مثال ہے ان لوگوں کی جو جھٹلاتے ہیں ہماری آیات کو، سو بیان کرو انکے سامنے یہ قصہ (احوال) شاید (لوگ) غور وفکر کریں''

فرقہ واریت کی بھینٹ چڑھتے ہوئے اپنے ذہن ومسلک کے خلاف آنے والی قرآن کی آیات سے اعراض، انکی غلط تاویل وتحریف کرنے والے کلمہ گو لوگوں کی تعداد کوئی کم تو نہیں.... ؟ کیا ان کے لئے اس آیت کریمہ میں سبق نہیں؟ ہر آیت ہمارے لئے ایک آئینہ ہے جس کے سامنے ہمیں اپنے آپ کو پیش کر کے اپنی اصلاح کرنے کی ضرورت ہے۔

ان روشن آیات سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن پاک کی تمام آیات خواہ وہ کفار و مشرکین کے حق میں نازل ہوئی ہوں عبرت ونصیحت کے اعتبار سے وہ مسلمان اور کفار سب کے لیے ہیں۔ یہ غلط فہمی مکار ابلیس نے صرف اس لیے پیدا کی ہے تاکہ لوگ ناکام ہو کر دنیا سے چلے جائیں۔ بات کو سمجھنے کے لئے کئی آیات میں سے صرف ایک آیت پیش کی جاتی ہے جو خالصتاً کفار کے حق میں نازل ہوئی، اور سب مسلمان اسے اپنی تقاریر کی بنیاد بناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو فرمایا:

﴿ قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ وَ يَغۡفِرۡلَكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ ﴾

"(اَے نبی) فرمادیجیے اگرتم اللہ سے محبت رکھتے ہوتو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھارے گناہ بخش دے گا"۔(آل عمران۔آیت:31)

<u>شانِ نزول:</u> یہ آیت کریمہ یہود و نصاریٰ کے حق میں نازل ہوئی جسکے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ان کے زبانی دعویٰ محبت کو آپ ﷺ کی اتباع کے ساتھ مشروط کیا۔اس سے اگلی آیت میں بات کو مزید واضح کیا گیا چنانچہ فرمایا:

﴿قُلۡ اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوۡلَ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الۡكٰفِرِيۡنَ﴾

"(اے نبی) انکو فرماؤ اطاعت کرو اللہ کی اور اسکے رسول کی پھر اگر وہ منہ موڑیں تو اللہ ایسے کافروں کو پسند نہیں کرتا"(آل عمران۔آیت:32)

یعنی اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت سے روگردانی کفار کی روش ہے۔اللہ ہم سب کو معاف فرمائے اور ہماری حفاظت فرمائے۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ آیت جو صریحاً کفار کے حق میں نازل ہوئی، جسکے مخاطب یہود و نصاریٰ تھے۔فی زمانہ علماء حضرات جب مسلمانوں کو مخاطب کرکے اس آیت پر گھنٹوں تقاریر کرتے ہیں تو اس وقت انہیں خارجیوں پر وعید والی مذکورہ روایت کیوں یاد نہیں رہتی؟ اور جب انکی غلطیوں کی نشاندی والی آیات آتی ہیں تو ان سے چشم پوشی کرجاتے ہیں کہ یہ کفار کیلئے ہیں......؟

نوٹ: قابل غور بات یہ ہے کہ(صحیح بُخاری "کتابُ الاعتصام" حدیث نمبر 3456)کے تحت آنحضورﷺ یہ خوفناک پیشگی خبر دے چکے ہیں کہ سابقہ اقوام بالخصوص یہود و نصاریٰ میں پائی جانے والی تمام خرابیاں امت مسلمہ میں بھی پائی جائیں گی۔اسکے تحت قرآن کی ساری آیات بطور نصیحت تمام مسلمانوں کے لئے ناگزیر ہیں۔تاہم ہمیں کسی کو ذاتی طور پر نشانہ بنائے بغیر قرآن کی آیات سے رہنمائی لینی چاہئے۔ اُمید ہے مذکورہ حوالے سے آپ بات سمجھ چکے ہوں گے کہ قرآن مجید کی وعیدیں ہم سب کی ہدایت کے لئے ہیں۔

✡✡✡✡✡

جلدی کریں!

ہماری زندگی اورموت کے مابین ایک غیر یقینی دیوار حائل ہے۔ ہر آن اندیشہ ہے کہ یہ دیوار ٹوٹ جائے اور آخرت کے حقائق ایک بے پناہ سیلاب کی طرح ہمارے اوپر پھٹ پڑیں۔ اُس وقت کوئی زور، کوئی ہوشیاری کام نہ آئے گی۔ انسان بالکل بے سہارہ ہو کر اپنے خالق کے سامنے کھڑا ہوگا ۔قرآنی احکامات سے دور، خودساختہ سوچ، فرقہ واریت اور مسلک پرستی کی بنا پر غلط عقائد وافعال پر گامزن، خواہشات کے رسیا، دنیا کی دلفریبیوں میں گم، آخرت سے غافل لوگ دائمی جہنم میں ڈال دیے جائیں گے۔ صرف بچے گا وہ جس نے تعلیمات وحی کو من وعن سمجھا اور من وعن تسلیم کرلیا۔ اپنی سوچ، اپنے فرقے، گروہ، اپنے لیڈرز، اکابرین، امام، پیر اور بزرگ حضرات کو حقیقی معنوں میں اللہ اور اسکے پیارے رسول ﷺ کی تعلیمات کے تابع کرلیا۔ جس نے صبر کے ساتھ اپنی خواہشات کو قابو کرتے ہوئے، خالق کے سامنے پیش ہونے سے قبل دنیا کی زندگی میں اپنا حساب کرلیا ہوگا۔

اسلئے مکار ابلیس کے فریب سے بچیں اور جلد از جلد حقیقت تسلیم کر کے اپنی دنیا و آخرت کو بچالیں۔ جلدی کریں مہلت کا کچھ بھروسہ نہیں:

”اور (اَے لوگو!) پیروی کرو اُس بہترین شے (قرآنِ حکیم) کی جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے اُتاری گئی ہے اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آجائے اور تمہیں اطلاع بھی نہ ہو۔ (اَیسا نہ ہو کہ) پھر تم کہنے لگو کہ ہائے افسوس! اُس غفلت پر جو میں نے اللہ کے حق میں کوتاہی کی بلکہ میں تو مذاق اُڑانے والوں میں ہی رہا۔ یا کہنے لگے کہ اگر اللہ مجھے ہدایت کرتا تو میں بھی پرہیزگاروں میں شامل ہو جاتا۔ یا (قیامت کے دن) عذاب کو دیکھ کر کہنے لگے اَے کاش! کسی طرح مجھے (دنیا میں) دوبارہ بھیج دیا جائے تو میں بھی نیک لوگوں میں شامل ہوسکوں۔ (اللہ فرمائے گا:) ہاں ہاں! بے شک تیرے پاس میری آیات (قرآن) پہنچ چکی تھیں جنھیں تو نے جھٹلایا اور غرور وتکبر کیا اور تو اِنکار والوں میں ہی رہا۔“

(سورۃ الزمر، آیت: 59 - 55)

ہماری اہم تحاریر

کتاب نمبر	ٹائٹل	کتاب نمبر	ٹائٹل
1	ہدایت: (ہدایت سے کیا مراد ہے اور ہدایت کسے نصیب ہوگی؟)	2	قرآن مجید کی حاکمیت: (احناف اور مالکیہ کے اُصولِ روایت کی روشنی میں عالمگیر غلط فہمی کا ازالہ)
3	امت مسلمہ کا اخلاقی زوال: (زوال کی بنیادی وجوہات اور نجات کا یقینی حل)	4	قرآن مجید سمجھ کر پڑھنا ضروری ہے؟
5	راہ فلاح کی پہلی بڑی گھاٹی: (دنیا پرستی اور نفس وشیطان کے حجابات پر حقائق)	6	رسالت کا حقیقی تصور: (راہِ فلاح کی دوسری گھاٹی: رسالت کے مقابلے میں آبا پرستی پر آگاہی)
7	توحید کا جامع تصور: (راہِ فلاح کی تیسری گھاٹی: شرک کے مقابلے میں توحید پر جامع رہنمائی)	8	عبادت کا معنی مفہوم: (تفہیم عبادت پر ایک اہم کتابچہ)
9	ظلم عظیم پر جامع رہنمائی: (راہِ فلاح کی تیسری گھاٹی: غلاظتِ شرک پر جامع رہنمائی)	10	کائنات سے خالق کائنات تک: (وجود خالق کے حیرت انگیز دلائل)
11	طاقتور ابلیسی دھوکے: (مکار ابلیس کی مزین کردہ انتہائی طاقتور چالوں سے آگاہی)	12	مجموعہ تحاریر: (مختلف اہم موضوعات پر زندگی تبدیل کرنے والی مختصر تحاریر کا مجموعہ)
13	امت اسلامیہ کا اتحاد: (اتحاد ویکجہتی اور فرقہ واریت کی نحوست پر انتہائی اہم تحریر)		

کتابچے (Booklets)

عام لوگوں کیلئے اہم موضوعات پر ضخیم کتابوں کی بجائے کتابچوں کی شکل میں مختصر تحاریر

1	ایمان ایک زندہ حقیقت (انمول تحفہ)	2	زبان سے کلمہ کا اقرار اور نجات کی ضمانت؟
3	مقصدِ حیات	4	انسانیت کی عظیم ترین آفت (خواہشِ نفس)
5	بغیر سمجھے قرآن پڑھنے کی وجوہات؟	6	اوامر ونواہی کی لسٹ
7	تلاشِ رب (اللہ کے قُرب کا یقینی راستہ)	8	تلاشِ خالق (وجودِ خالق کے یقینی دلائل)
9	توحید (لا الٰہ الاّ اللہ)	10	رسالت (محمد الرسول اللہ)
11	حقوق العباد	12	پریشانیوں سے نجات کا حقیقی حل
13	پردہ: (پردہ کے ضمن میں مرد وعورت کیلئے قرآن وسنت کے احکامات)	14	اسلام کا قانونِ طلاق: (یک مجلسی تین طلاق کے ایک یا تین واقع ہونے پر اہم رہنمائی)

پمفلٹ اور بروشرز

مختلف اہم موضوعات پر زندگی تبدیل کرنے والی مختصر تحاریر: پمفلٹ اور بروشرز وغیرہ۔

استفادہ کیلئے ہماری ویب سائٹ وزٹ کریں۔

﴿آئیں دنیا وآخرت کی کامیابی کیلئے پیغام حق کی کاوش کو دوسروں تک پہنچانے میں تعاون کریں﴾

ہماری دعوت!

وہ مسلمان جنھیں اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا، موجودہ دور میں انکی حالت تشویشناک ہے۔ مسلمان جدا جدا گروہوں میں منقسم ہو چکے ہیں، علیحدہ علیحدہ مساجد اور مکاتب بن چکے ہیں، جو جس گھرانے میں پیدا ہوا یا جس ماحول میں پرورش ہوئی وہی اسکا دین و مذہب بن گیا۔ لوگ اپنے پسندیدہ مسلک اور فرقے کو صحیح جبکہ باقیوں کو غلط سمجھتے ہیں۔ باہمی نفرت میں کمی کی بجائے اضافہ ہی ہوتا نظر آرہا ہے۔ ان حالات میں ہم نے یہ عہد کیا ہے کہ فرقوں سے بالاتر ہو کر سچائی کی بنیاد پر غلط اور صحیح کو واضح کیا جائے اس عزم کے ساتھ کہ:

☆ اللہ کے دین کو مسالک اور فرقوں پر ترجیح دی جائے۔

☆ جس مکتب فکر کی جتنی بات درست ہے اسے تسلیم کیا جائے اور غلط سے بچا جائے۔ صحیح بات جہاں سے بھی ملے اسے بلا چون و چراں تسلیم کیا جائے چاہے وہ ہماری اپنی فکر کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

☆ باہمی غلط فہمیوں کو دور کر کے مسلمانوں کے مابین اتحاد و یکجہتی پیدا کی جائے۔

☆ شخصیات کا احترام کیا جائے لیکن اللہ اور اسکے رسول ﷺ کو کائنات کے تمام لوگوں پر ترجیح دی جائے۔

رب کریم نے ہماری رہنمائی کے لیے فرمایا:

﴿وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا﴾ (آل عمران: 103)

ترجمہ: ''تم سب مل کر اللہ کی رسی (قرآن مجید) کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو''

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾ (سورۃ الانعام، آیت:159)

ترجمہ: ''بیشک جنہوں نے دین میں فرقے بنائے اور گروہوں میں بٹ گئے آپ (ﷺ) کا ان سے کوئی تعلق نہیں، ان کا معاملہ اللہ کے سپرد، پھر وہ انکو بتلائے گا جو وہ کیا کرتے تھے''۔

﴿آئیں دنیا و آخرت کی کامیابی کیلئے پیغام حق کی کاوش کو دوسروں تک پہنچانے میں تعاون کریں﴾

(ہمارا عزم)

سچائی کی پیروی

منزل کی راہ میں حائل تین بنیادی گھاٹیاں کھڑی ہیں: آخرت کے مقابلے میں دنیا پرستی، رسالت کے مقابلے میں آبا پرستی اور توحید کے مقابلے میں شرک۔نجات تک رسائی کیلئے ان تینوں کو عبور کرنا ہے۔ان تین عظیم حقائق (آخرت، رسالت اور توحید) کو ٹھیک ٹھیک سمجھ کر زندگی میں لانے والے خوش نصیب تو انشاء اللہ مراد کو پہنچ جائیں گے، جبکہ ان تین مظبوط بنیادوں سے غفلت برتنے والے منزل کھودیں گے۔اکثریت تو پہلی گھاٹی کو سر کرنے میں ہی ناکام ہو جائے گی۔وہ چند لوگ جو ’’دنیا پرستی‘‘ کی پہلی گھاٹی کو عبور کر کے دین کی طرف پیش قدمی کریں گے، انہیں فلاح تک رسائی کیلئے دوسری اور پھر تیسری گھاٹی کو عبور کرنا ہے۔دوسری یعنی رسالت کی گھاٹی کو عبور کرنے والے ہی حقیقت میں تیسری گھاٹی یعنی توحید کے مقابلے میں شرک کو پار کرنے کے قابل ہوں گے۔دوسری گھاٹی میں فیل ہونے والے رسولوں (علیہم السلام) کے اصل دین سے ہٹ کر آبا پرستی اور فرقہ واریت کی بھینٹ چڑھ کر اصل دین سے ہٹ جائیں گے۔اس تحریر میں تیسری بڑی گھاٹی یعنی ’’توحید‘‘ جو تمام انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا مرکز رہا، جو مومن کا سب سے عظیم سرمایہ ہے، جس کے بغیر اندھیرے ہی اندھیرے ہیں۔اس پر فرقہ واریت اور تعصب و تنگ نظری سے پاک جامع رہنمائی دی گئی ہے۔جو انشاء اللہ توحید کی حقیقت تک رسائی کے ذریعے شکستہ قلوب کو قلب سلیم کی عظیم سعادت سے مالا مال کر کے بھولے ہوؤں کو اپنے خالق و مالک کے ساتھ حقیقی معنوں میں مظبوط بنیادوں پر جوڑنے کا باعث بنے گی۔خود بچیں اور اپنے پیاروں کو بچانے کی فکر کریں۔

(ہمارا عزم)

سچائی کی پیروی

www.khidmat-islam.com
khidmat777@gmail.com

Designed By: عبدالواسع 0307-4122161